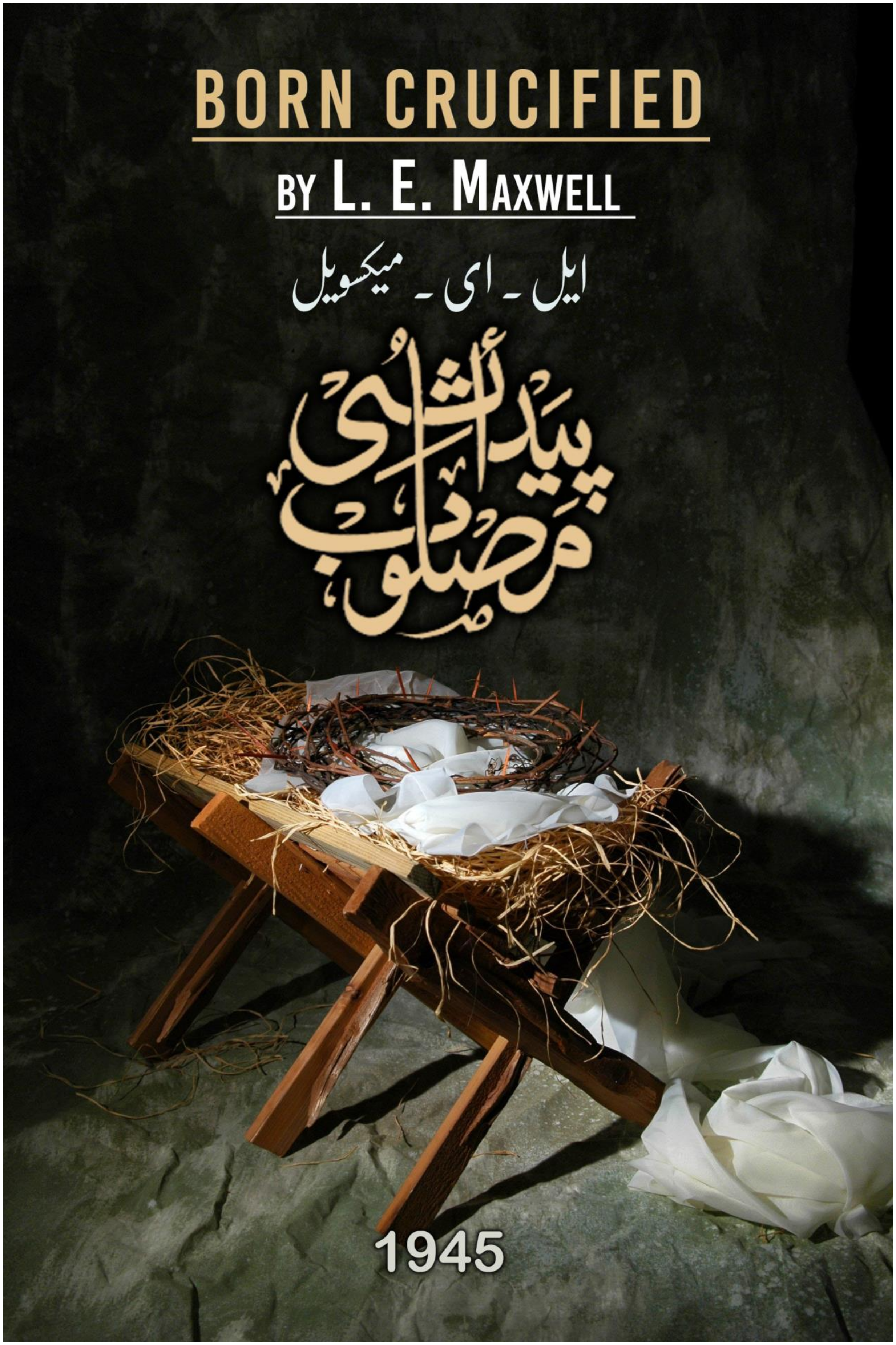
BORN CRUCIFIED
BY L. E. MAXWELL
ایل ۔ ای ۔ میکسویل
پیدائشی مصلوب
1945

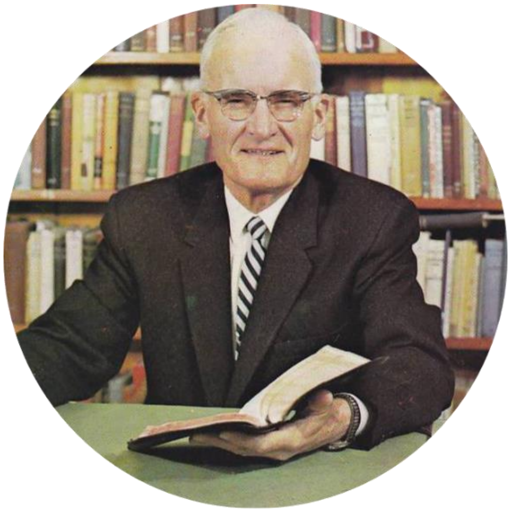

Leslie Earl Maxwell

(July 2, 1895 – 1984)

Was an American-born Canadian educator and minister

Born Crucified

By

Leslie Earl Maxwell

پیدائشی مصلوب

مُصنفہ

ایل۔ای۔ میکسویل

مترجم

اے۔ڈی۔ خلیل۔بی۔اے،بی۔ٹی

پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی

انارکلی۔لاہور

۱۹۶۳ء

فہرستِ مضامین

ابواب	مضامین	ابواب	مضامین
1	ایمان دار کی مشابہت	13	صلیب اور خویش واقارب
2	گناہ پر فتح کا راز	14	صلیب اور خدا کی مرضی
3	گناہ پر فتح کا راز	15	صلیب اور خدا کی مرضی
4	صلیب اور دُنیا	16	صلیب اور ڈسپلن (ضابطہ زندگی)
5	صلیب اور دنیا	17	صلییب اور ڈسپلن
6	صلیب اور تقدیس	18	صلیب اور ثمر باری
7	صلیب اور مصلوب	19	صلیب اور روزمرہ کی زندگی
8	صلیب اور نفس	20	صلیب اور جوہر ذاتی
9	صلیب۔ قانونِ فطرت کے خلاف	21	صلیب اور جوہر ذاتی
10	صلیب اور دو فطرتیں	22	صلیب اور شیطان
11	صلیب اور دو فطرتیں	23	صلیب اور بادشاہی
12	صلیب اور جسم (خواہشات)	24	صلیب اور تاج
		25	صلیب اور طریقِ کار

مُصنّف کا پیش لفظ

پیدائشی مصلوُب۔

فرانسیسی واعظ لیکور ڈائر (Lacor Daire) کا فرمان ہے کہ کلیسیائے جامع (ہمہ گیر، تمام) پیدائشی مصلوب ہے۔ان الفاظ سے اس کا یہ مفہوم تھا کہ کلیسیاء کے سر کے اعضاء آدم ثانی میں اور آدم ثانی کے ساتھ مر گئے۔اس کتاب کے صفحات میں اس خیال کو کسی قدر واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ نہ تو کوئی شرح ہے اور نہ علمِ الٰہیات کا بیان بلکہ اس کتاب کے سادہ الفاظ میں ایک وعظ اور تنبیہ (نصیحت،آگاہی) کے رنگ میں ''ایمان دار کی زندگی میں صلیب'' کے خیال کو پیش کیا گیا ہے۔

قارئین کرام اس کتاب کا تھوڑا سا مطالعہ کر لینے کے بعد شائد یہ نتیجہ اُخذ کریں کہ مصنف ہر بات کو چھوڑ کر محض لوگوں کو مرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ایسی صورت میں ہم مجرم اور بہت بڑے مجرم ہیں۔ کیا کتابِ مقدس کو غلط طریق سے استعمال میں لانے کی جسارت کر سکتے ہیں۔ مبارک ہی وہ مرُدے جو مسیح میں مرتے ہیں۔ نفس کی ایسی مبارک اموات کے بعد اس کی قیامت ہوتی ہے۔اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے رات کے بعد دن آتا ہے۔

ایک افریقی مشنری نے حال ہی میں ہم سے کہا تھا۔ ''اگر ہمارے کل مشنری صاحبان محض یہی تعلیم پاتے تو صلیب مشنری میدان عمل میں ہماری متعدد مشکلات کا حل ثابت ہوتی۔ دراصل صلیب ہی زندگی کے کل حالت اور ہماری الہامی کتب کی کلید ہے۔ اگر میں اس کلید کو کھوؤں تو میں نہ صرف الہامی کتب کے مفہوم کو کھوؤں گا۔ بلکہ میں اپنی ساری زندگی کے مقصد سے بھی بے بہرہ رہوں گا۔ اگر ایماندار کی زندگی میں عمر بھر صلیب کو نجات بخش قرار دے کر تھاما جاتا تو آج کلیسیائے جامع زمانہ جدید کی بے دینی وکفر کا شکار نہ ہوتی۔ ہم اس بات کا بہت کم خیال ہے کہ ہم مسیح مصلوب کے بغیر خوشخبری سنانے کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ یہ کتاب اس غرض سے لکھی گئی ہے، کہ ایمان دار پر واضح ہو جائے کہ اس کے نجات پا لینے کے بعد اس کا صیلب سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے بعد صلیب کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتا تو وہ مکمل طور سے اپنے نفس کے لئے اخلاقی تضاد (ضد، مخالفت) میں گرفتار ہے اور اس کا مسیح کے ساتھ تعلق رکھنا بھی تضاد ہی ہے۔

اس کتاب کے بہت سے ابواب مصروفیات کے دباؤ کی وجہ سے بہت جلدی جلدی قلم بند کئے گئے ہیں۔ درگاہ ایزدی (خُدائی) میں ہماری یہی لگاتار دُعا ہے کہ ہماری اس کمزور پیش کش کے باوجود ہمارے خداوند یسوع کے وسیلے خدا کا جلال ہو۔ اور اُس کا جلال ابدالآباد تک ہوتا رہے۔

پیدائشی مصلوُب

باب اوّل

ایماندار کی مشابہت

انگلستان میں ۱۶۴۲ء میں بڑی خونریز خانہ جنگی ہوئی۔ جاآرج وائٹ کے نام کا قرعہ نکلا کہ وہ محاذ جنگ پہ جاکر دشمن کی فوجوں سے نبر دآزما ہو۔ وہ چھ بچوں کا باپ تھا۔ ایک نوجوان مُسمّٰی (موسوم کیا گیا، پکارا گیا) رچرڈ پریٹ نے اُس کی جگہ محاذ جنگ پر جانے کی پیش کش کی۔ وہ جاآرج وائٹ کے نام اور نمبر سے بھرتی ہوا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پربت آمیدان کارزار (جنگ، لڑائی) میں کام آیا۔ اور باب اختیار نے جاآرج وائٹ کو دوبارہ بھرتی ہونے کے لئے کہا۔ اُس نے احتجاج کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ پریٹ کے نام سے فوج میں بھرتی ہو کر جان بحق تسلیم ہو چکا ہے۔ اُس نے ارباب اختیار سے اصرار کیا کہ وہ اپنے ریکارڈ کا جائزہ لیں کیونکہ وہ اپنے عوضی پریٹ کی صورت میں مرچکا ہے۔ اس بنا پر کو بھرتی سے مستثنیٰ (الگ، علیحدہ) اقرار دیا گیا کیونکہ وہ قانون اور فوجی ملازمت کی حدود سے باہر تھا۔ وہ اپنے نمائندہ یا عوضی کی شخصیت میں مرچکا تھا۔ قصہ مختصر یہی مماثل (مانند، برابر، نظیر) کی حقیقت ہے۔ خداموت کے ذریعہ سے رہائی بخشتا ہے کہ ہم اپنے عوضی کی موت اور مرُدوں میں سے جی اُٹھنے کے مماثل ہیں۔

پوُلس رسول کہتا ہے۔ کہ ہم مسیح کی موت کے وسیلہ سے راست باز ٹھہرے (رُومیوں باب ۵)۔ اس کے بعد وہ ہمیں (رُومیوں باب ۶) میں یہ حقیقت بتاتا ہے کہ ایمان دار اُس کی موت کی مشابہت سے اُس کے ساتھ پیوستہ ہوگئے۔ پانچویں باب میں ''مسیح کی موت'' ہمارے لئے ہے لیکن چھٹے باب میں ہم مسیح میں مرگئے۔ پانچویں باب میں مسیح کی موت بنیادی اور اہم ہے لیکن ہمیں ذرا اگلے باب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ چھٹے باب میں یہ لکھا ہے کہ ہمارا راستباز ٹھہرایا جانا محض رسمی یا قانونی سودے بازی نہیں ہے۔ (اگرچہ یہ لازمی طور پر قانونی بات ہے)۔ لیکن حقیقت میں یہ مسیح سے پیوستہ ہونا ہے۔ جب خدا بے دین گنہگار کو راست باز ٹھہراتا ہے تو وہ ایمان دار کی مسیح کے ساتھ حقیقی اور گہری زندگی کی پیوستگی کے علاوہ کسی دُوسری چیز کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتا۔ خُدانے حقیقت میں بے دین کو راستباز ٹھہرایا ہے۔ لیکن یہ بات مسیح کے وسیلہ کے بغیر اور اس سے علیحدہ نہیں ہے۔ ہم صرف مسیح میں راستباز ٹھہرتے ہیں۔ یعنی ہم اُس کی موت کے کفارہ کے وسیلہ سے ایمان کے ساتھ حقیقی زِندگی میں شامل ہوئے۔ جنہیں خُدا راست باز ٹھہراتا ہے وہ یسوع میں خلق ہوتے ہیں۔ ہم فی الحقیقت نئ مخلوق ہیں۔

پوُلس رُسول (رومیوں ۵: ۲۰) میں اعلان کرتا ہے ''جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اُس سے بھی زیادہ ہوا''۔ قدرتی طور پر چھٹے باب کی پہلی آیت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''کیا گناہ کرتے رہیں تا کہ فضل زیادہ ہو''؟ ''ہر گز'' کا لفظ اس بات پر مبنی ہے کہ ہم مسیح کی موت میں اُس کے ساتھ

شامل ہیں۔ چونکہ ہم اُس کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں اس لئے ہم نے ''اُس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا''۔ چونکہ ہم مسیح مصلوب میں شامل ہو چکے ہیں (اپنے راستباز ٹھہرائے جانے میں (رومیوں ۵ باب) تو ہم اُس کی موت میں بھی شامل ہیں۔ پولُس رُسول کہتا ہے ''جب ایک سب کے لئے موا تو سب مر گئے''۔ یہ ظاہر ہے کہ مسیح جو سب کے لئے موا تو سب مر گئے۔ ہم گناہ کے اعتبار سے مسیح میں مر گئے۔ کیا ہم گناہ کرتے رہیں؟ اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو۔ ''گناہ'' اور '' اور'' مسیح''، میں یہ کیسا اخلاقی تردیدی بیان ہے۔ مسیح کا میرے لئے مرنا میری موت کو ضروری قرار دیتا ہے۔ کوہ کلوری پر خداوند مسیح کا کام ہمیشہ کے لئے۔ کفارے کے کام کو لانیفک (جُدا نہ ہونے والا) بنا دیتا ہے۔ اس لئے خُدا نے جسے جوڑا ہے آدمی اُسے جدا نہ کرے۔ ''آج مسیح کے نام کو بہت زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے کیونکہ ''صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جا رہا ہے'' اور ''انجیل کو بے جان'' بنایا جا رہا ہے۔

خُداوند یسوع مسیح مجسم ہوا۔ اُس نے میری طرح گنہگار جسم اختیار کیا اس کے بغیر وہ میرے گناہوں کی سزا کبھی نہ بھگت سکتا۔ اُس نے مجھے اپنے پاس اُٹھا لیا، اور مجھے اپنے ساتھ ایک کر لیا۔ میں قانونی اور اخلاقی طور پر اُس سے تعلق رکھتا ہوں۔ مجھے مسیح میں موت کی سزا ملی ہے۔ میری قانونی حیثیت یہی ہے۔ ذرا ایک لمحہ سوچئے۔ کیا میں نے بچنے کی خاطر موت کو قبول کر لیا ہے؟ جب میں نے محسوس کیا کہ مجھے موت کی سزا ملے گی تو میں نے دوسرے کی موت پر بھروسہ کیا۔ گناہوں کی خاطر مسیح کی موت خود بخود گناہ کے اعتبار سے میری موت ہے۔ خدا کا فتح اور خلاصی دینے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہمیں آدم کے درخت سے کاٹ کر مسیح میں پیوند کرتا ہے۔ اور موت کے وسیلہ سے وہ ہمارا اُس کے ساتھ میل ملاپ کرا دیتا ہے۔ میں ایمان دار تو ہوں لیکن میری اپنی کوئی مرضی نہیں ہے۔ میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہو جاتا ہوں۔ میرا مسیحی ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ میری زندگی مصلوب ہے۔ یہ مسیحی زندگی ہے نگر گہری روحانی زندگی نہیں ہے۔ علم الٰہیات کے ایک عالم نے کہا ہے کہ میں ''پیدائشی مصلوب ہوں''۔ (یعنی میں نئے سرے سے پیدا ہوا ہوں)۔

کیا قاری نے خدا کو خوش کرنے کے لئے دُکھ سہا ہے؟ آپ نے ارادہ کر لیا ہے کہ آپ بائبل مقدس کی تلاوت کیا کریں گے۔ آپ خدا کی شریعت پر غور کیا کریں گے۔ اور آپ کی زندگی دُعائیہ زندگی ہو گی۔ لیکن یہ سب کچھ بے اثر چیز ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ آپ ناکامی اور شکست کو کچل دیں گے۔ اپنی تمام کوششوں کے باوجود آپ خداوند مسیح کی مانند نہیں ہیں۔ مسیح کے احکام بڑے الم انگیز ہیں۔ وہ نشاط و شادمانی (خوشی) کے پیامبر نہیں ہوتے۔ وہ آپ کے اعصاب پر سوار رہتے ہیں۔ آپ کو احساس ہے کہ آپ کی زندگی خداوند مسیح کے قائم کردہ معیار کے بالکل خلاف ہے یعنی آپ کی مسیحی زندگی نہیں ہے۔ آپ نے حقیقت میں غور و فکر کیا ہو گا۔ کہ منجی نے کیوں اس قسم کا مطالبہ کیا ہے۔ اس قسم کے خیالات سوہان روح (جان کو تکلیف دینے والا) اور عذاب آفرین ہوتے ہیں۔ اور خواہ آپ کتنی ہی شرمندگی محسوس کریں، درد والم میں مبتلا ہوں اور توبہ کریں آپ کی جدوجہد بے فائدہ ہے۔

سب سے پہلے آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مسیح کے مطالبات تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اپنے مطالبات میں مسیح عام فطرت سے درے پہنچتا ہے۔ وہ محض نقلی چیزیں نہیں چاہتا۔ وہ آپ کی فطری خامیوں سے واقف ہے۔ وہ ناممکن کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور ایمان دار کو اس چیز سے صدمہ ہوتا ہے کہ خون اور گوشت مسیح کے معیار تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ کونسا آدمی ہے جو حقیقی طور پر اپنے دشمن سے پیار کرتا ہے۔ اور خندہ پیشانی سے مصائب برداشت کرتا ہے۔ اپنے سے نفرت کرتا ہے۔ اور ایک اور کوس بیگار جانے کے لئے تیار ہے؟ اور یہ باتیں سچی مسیح زندگی کا جزو لاینفک (وہ حصہ جو علیحدہ نہ ہو سکے)

ہیں۔ ہم فوراً اپنے آپ کو ملزم ٹھہراتے ہیں اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ خُداوند مسیح کے مطالبات اور انسانی ممکن الحصول باتوں کے درمیان ایک ناقابل عبور خلیج حائل ہے۔ خون اور گوشت کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایف۔ جے۔ ہیوگل ؔنے اپنی کتاب موسومہ **"اُس کی ہڈی میں سے ہڈی"** میں ہماری ناکامیوں کا پورا حال درج کیا ہے۔ ہم ایک جھوٹی بنیاد پر عمل پیرا ہیں۔ ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مسیحی زندگی مسیح کی تقلید ہے۔ مسیح زندگی مسیح کی تقلید نہیں ہے بلکہ مسیح کی شراکت ہے۔

دراصل ہمیں الٰہی فطرت میں شریک ہونا ہے اور مسیحی کی زندگی میں اس قسم کی تجرباتی شرکت کی شاہراہ اس کا مثیل ہونا ہے۔ یعنی اپنے آپ میں اُس کی موت اور جی اُٹھنے میں مشابہت پیدا کرنا ہے۔

جارج وائٹ نے قانون کے خلاف چارہ جوئی کر کے یا ارباب اختیار کو خوش کر کے رہائی حاصل نہ کی۔ اُس نے سرکاری ریکارڈ سے اپنی موت ثابت کرنے کا موقف اختیار کیا۔ اُس نے یہ دلائل پیش کیں کہ "یہ لکھا ہے"۔ وُہ اپنے نمائندہ یا عوضی کی شخصیت میں مر چکا ہے۔ اسی طرح سے میرا بھی ایک عوضی اور نمائندہ ہے۔ وہ ایک خوفناک لڑائی میں برسرپیکار ہوا اور میری موت مر گیا۔ "میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں۔ اور اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے" (گلتیوں ۲: ۲۰)۔ یہ حقیقت بہت بڑی ہے۔ میری جدوجہد اس حقیقت کو اس سے زیادہ سچا نہیں بنا سکتی۔ میں مسیح میں حقیقی طور پر شامل ہوں۔ اور اس لئے اُس کی موت اور جی اُٹھنے میں بھی شریک ہوں۔ مسیح مجھ میں زندہ ہے۔ اُس کی زندگی گناہ کے اعتبار سے موت ہے۔ مگر خدا کے اعتبار سے زندگی ہے۔ یہ میرا فرض ہے کہ میں اپنا سب کچھ اُس کے سپرد کر دُوں۔ میں اُس پر ایمان لاؤں۔ اُس میں شادمان رہوں اور اُس میں چین حاصل کروں۔

ایک پُرانا مشنری مُدت العمر تک شکست خوردہ مسیحی زندگی بسر کرتا رہا۔ اسی مایوسی میں اُس کی نظر اس آیت پر پڑی۔ "مسیح مجھ میں زندہ ہے" اُس نے اپنے دل میں کہا "کیا مسیح سچ مچ مجھ میں زندہ ہے"؟ اگرچہ وہ راسخ الاعتقاد پریسبٹیرین تھا تاہم وہ فرط انبساط (کثرت کی خوشی) سے اُچھل پڑا اور اپنی میز کے گرد ناچتے ہوئے کہنے لگا "مسیح مجھ میں زندہ ہے! مسیح مجھ میں زندہ ہے" جب اُسے محسوس ہوا کہ مسیح مصلوب اُس میں زندہ ہے تو وہ پرانی انسانیت کے بندھنوں سے آزاد ہو گیا۔

وہ زِندگی جو خداوند مسیح کے مشابہ ہے فراوانی کاملیت اور فتح کی زندگی ہے۔ اس زندگی کو احساسات یا ارتعاش (کانپنا) کی زندگی سے خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ یہ "زندگی ایمان رکھنے کے باعث خوشی اور اطمینان سے" معمور ہے۔ ہمیں جذباتی زندگی بسر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ جذبات اکثر اوقات گمراہ کر دیتے ہیں۔ خداوند مسیح نے فرمایا "تم سچائی سے واقف ہوگے اور سچائی تم کو آزاد کرے گی۔ یہ الفاظ زمانہ حال کے مشنریوں کے لئے مشعل راہ ہیں جے۔ ہڈسن ٹیلر کا تجربہ اس سچائی کو اور زیادہ واضح کرتا ہے۔ کئی مہینوں تک وہ کثرت کی زندگی، پاکیزگی اور روحانی قوت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اُس نے اس سلسلہ میں بہت سے دُکھ اُٹھائے۔ آخر کار اُس نے مایوس ہو کر وفاداری پر بھروسہ کیا۔ اُس نے اپنی ہمشیرہ کو خط لکھا اور وہ اُس میں ایک حصے کا ذکر کرتا ہے۔

وہ حصہ جیسے سب سے زیادہ خوبصورت کہا جائے وہ آرام ہے جو مسیح کے ساتھ پوری پوری مشابہت سے حاصل ہوتا ہے۔اب مجھے کسی چیز کی تشویش نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی مرضی پوری کرنے پر قادر ہے اور اُس کی مرضی میری مرضی ہے۔یہ بات اتنی اہم نہیں ہے کہ وہ مجھے کہاں رکھتا ہے یا کس طرح رکھتا ہے؟ایسا سوچنا میرا کام نہیں بلکہ مسیح کا کام ہے۔جب آسانیاں ہوں تو وہ مجھے اپنا فضل عطا فرماتا ہے اور مشکلات میں اُس کا فضل میرے لئے کافی ہے۔

پس اگر خدا مجھے پریشانی میں مبتلا کرے تو کیا وہ میری راہنمائی نہیں کرے گا۔کیا جب مشکلات بڑی ہوں۔تو وہ زیادہ فضل نہیں بخشے گا۔اور بڑی آزمائشوں اور سختیوں میں مجھے زیادہ طاقت نہیں عطا فرمائے گا؟میرے کام کے بارے میں یہ عرض ہے کہ وہ زیادہ نہیں تھا۔وہ کام نہ ہی زیادہ ذمہ داری کا تھا اور نہ ہی مشکل تھا۔لیکن اب تمام بوجھ دُور ہو چکا ہے۔اُس کے تمام ذرائع میرے لئے ہیں کیونکہ وہ میرا ہے۔اور ان چیزوں کا سرچشمہ ایمان دار کے لئے مسیح کے ساتھ پیوستہ ہو کر ایک ہو جانا ہے۔

گو ناچیز ہوں مجھ کو میرے خُدا   **دیا تو نے جو کچھ وہ میں نے لیا**

مگر میری یارب ہے تجھ سے دُعا   **شب و روز مجھ سے ہے یہ التجا**

میری زندگی ہو تری زندگی   **تری زندگی ہو مری زندگی**

باب دوم

گناہ پر فتح کا راز

آج کل جنگ وجدل کا زمانہ ہے۔ ہمیں وہ آدمی یاد آتا ہے۔ جس نے اپنے کمانڈ نگ افسر سے کہا تھا۔ ''میں نے ایک قیدی کو گرفتار کیا ہے''۔ کمانڈ نگ افسر نے جواب میں کہا ''اُس قیدی کو اپنے ساتھ لے کر آؤ''۔ سپاہی نے شکایت کی کہ وہ آنا نہیں چاہتا۔ اس پر کمانڈ نگ افسر نے کہا ''پھر تم خود آؤ''۔ سپاہی نے کہا ''میں حاضر ہونے سے قاصر ہوں کیونکہ وہ مجھے آنے نہیں دے گا''۔ مجھے ڈر ہے کہ آج کل بھی اسی قسم کی مسیحی فتح تو ہے جو اس سے زیادہ گہری نہیں ہے۔ دراصل تمام مسیحی گناہ کی سزا سے بچ چکے ہیں، لیکن گناہ کی قوت کیا ہے؟ کیا ہم اس سچائی پر تکیہ لگائے رکھیں کہ '' جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اس سے زیادہ ہوا''؟ کیا ہم یہ بات کہنے کے لئے حق بجانب ہیں کہ ہم قانونی اور شرعی طور پر محفوظ ہیں اور ہم اخلاقی اور روحانی طور پر مضبوط ہوں گے؟ کیا خداوند مسیح میں ہمارے راست باز ٹھہرنے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ ہماری زندگی پاک اور بے عیب ہو؟۔

خُدا کے بہت سے فرزندوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ چونکہ ہم راست باز ٹھہرائے جا چکے ہیں لہٰذا نیک زندگی بسر کرنا ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ ہماری بے چین اور مضطرب روحیں ہمیں جھنجھوڑ کر قائل کر دیں گی۔ کہ ہم پاک نہیں ہیں۔ لیکن مسیح مسیں ہم اپنی قانونی حیثیت سے مطمئن ہیں۔ ہم نے اس پُر فضل سچائی سے ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے کہ '' اگر کوئی گناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک مددگار ہے یعنی یسوع مسیح راست باز''۔ شاید غیر شعوری طور پر ہم نے ایک معمولی شکست خوردہ رسمی ناپاک زندگی اختیار کر لی ہے۔ جب ہماری نجات کا بانی ہے تو ہمارا درجہ فاتحین سے بھی زیادہ ہے۔ ہم ہر جگہ کامران ہیں، اور اسیری کو بھی اسیر کر لیتے ہیں اور اگر اپنی گنہگار زندگیوں کو مسیح کے تابع نہیں کر سکتے تو ہمارا سپہ سالار کہتا ہے ''اچھا! اب خود آؤ''، لیکن وہ گناہ جو مجھ میں بسا ہوا ہے مجھے آنے نہیں دیتا۔

بعض مسیحی کاملیت کی مجنونانہ حُدود سے خوفزدہ ہیں تو اُن کا خوف بے معنی نہیں ہے۔ ہم اس کتاب کے پڑھنے والے سے گذارش کرتے ہیں۔ کہ وہ ڈاکٹر اے۔ جے۔ گارڈن کے پُر حکمت الفاظ کا مطالعہ کریں۔

''الٰہی سچائی جو کتاب مقدس میں بیان کی گئی ہے وہ اکثر دو تھائی حُدود کے درمیان ہوتی ہے۔ اگر ہم بے گناہ کاملیت کے عقیدے کو بدعت خیال کریں تو گناہ آلودہ ناکاملیت کے ساتھ مطمئن ہونا اس سے بھی بڑی بدعت ہے اور ہم کو خدشہ ہے کہ بہت سے مسیحی لوگ رسول کے ان الفاظ کو غیر شعوری طور پر ادنیٰ درجے کی مسیحی زندگی بسر کرنے کا جواز ٹھہراتے ہیں کہ '' اگر ہم کہیں کہ ہم بے گناہ ہیں تو اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں''۔ وہ شخص جو نیک زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اُسے یہ سمجھنا چاہیے کہ پاکیزہ زندگی بسر کرنا ممکن ہے اور روائتی ناپاکی سے قطعاً مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی دُنیادار مسیحی

کسی کامل مسیحی پر پتھر پھینکے تو یہ کوئی قابل تعریف بات نہیں ہے۔ لیکن کتابِ مقدس میں کیا لکھا ہے ''کیا گناہ کرتے رہیں۔ کہ فضل زیادہ ہو؟ ہر گز نہیں''(رومیوں۶: ۱)۔

کیا قاری ان لوگوں میں سے ہے جو سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کسی کو اسیر کر لیا ہے۔ لیکن وہ خود غلام ہیں یعنی وہ اپنے نفس اور اُس گناہ کے غلام ہیں جو اُن میں بسا ہوا ہے؟ کیا آپ دودِلے ہیں اور اپنی تمام روشوں میں ناپائیدار ہیں؟ آپ پولُس کے ساتھ کیا یہ کہتے ہیں ''جس نیکی کا ارادہ کرتا ہوں وہ تو نہیں کرتا مگر جس بدی کا ارادہ نہیں کرتا اُسے کر لیتا ہوں'' آپ جاگتے اور دُعا کرتے ہیں۔ آپ نے جدوجہد کی ہے اور اس بات پر آنسو بہائے ہیں کہ آپ نے مسیح کی خاطر جینے کے لئے بے فائدہ کوشش کی ہے۔ ممکن ہے کہ آپ نے ساری رات دُعا میں گزاری ہے تاکہ آپ کو برکت حاصل ہو۔ آپ اپنی بُرائی پر خفیہ طور پر آنسو بہاتے رہے ہیں۔ اور اکثر اوقات مایوسی اور شرمندگی کا شکار ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سب رنج والم اُٹھانے کے باوجود آپ کے تمام ارادے اور کوشش نقش برآب (جلد مٹ جانے والا) ثابت ہوئیں۔ نفس امارہ (انسان کی خواہش جو برائی کی طرف مائل کرے) کس طرح نفس امارہ کو نکال سکتا ہے ؟آپ گناہ کے خلاف جدوجہد کرتے کرتے کمزور ہو رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کا ایمان بھی متزلزل ہو چکا ہے۔ جب آپ ارادہ کرتے ہیں کہ آپ گناہ کو اسیر کر کے اُسے اپنے ساتھ سپہ سالار کے پاس لے آئیں اور۔۔۔۔ زنداں (قید خانہ) میں ڈال دیں اور اُسے آزاد نہ ہونے دیں۔ تو آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں آپ خود اسیر ہیں۔ گناہ اور نفس نے آپ کی زندگی کو اپنے چنگل میں لے رکھا ہے۔ یہ اندرونی المیہ کشمکش اور شکست ہے۔ ذاتی کوشش بیکار اور حماقت ثابت ہو گی۔ لیکن اس کا ایک خوشگوار پہلو یہ ہے کہ ایمان اکثر اوقات نااُمیدی میں پیدا ہوتا ہے اگر ہم اپنی نگاہوں میں بے حد گنہگار ہوں تو ہم پولُس کی طرح دل شگاف آہ بھرنا شروع کر دیں گے ''ہائے میں کیسا کم بخت آدمی ہوں! اس موت کے بدن سے مجھے کون چھڑائے گا''؟ (رومیوں۷: ۲۴)۔

مینار روشنی کا خالق خدا ہمارا

نومید ہوں تو اپنا بنتا ہے وہ سہارا

خاطی کو پیار کرتی ہے اُس کی کاملیت

تو پھر بات کیا ہوئی؟ ہماری مشکل کیا ہے؟ ہم نے غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ ہم نے گناہ پر فتح حاصل کرنے کا خدا کا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ جیمس ایچ۔ میکانکی نے کیا خوب کہا ہے۔

''خدا اپنی نیو بڑی گہری رکھتا ہے۔ وہ گناہ پر فتح کی بنیاد موت کی گہرائیوں میں رکھتا ہے۔ روح القدس گناہ پر ایماندار کی فتح کی کامران تعلیم کو ایک سخت موثر اور مفصل محاروہ میں بیان کرتا ہے یعنی میں یہ گناہ کے اعتبار سے مر گیا''۔

اور رومیوں کے خط کے چھٹے باب میں رُوح اس کی "گناہ کے اعتبار سے موت" پر زور دیتا ہے(آیت ۲)"گناہ کے اعتبار سے موا"(آیت ۱۰)" گناہ کے اعتبار سے مردہ"(آیت ۱۱)۔

آیت ۱۰ میں یہ سچائی مرقوم ہے کہ یسوع مسیح نہ ہی صرف گناہ کی خاطر موا بلکہ وہ "گناہ کے اعتبار سے مر گیا"۔ جب خدا نے اُسے گناہ ٹھہرایا تو اُسے گناہ کی پوری پوری سزا دی گئی۔ موت کی وجہ سے گناہ کی سزا اور طاقت ختم ہوئی۔ اب گناہ کی طاقت اور گناہ کے مطالبات باقی نہیں رہے۔ اسی لئے ہم انجیل مقدس میں پڑھتے ہیں کہ "موت کا اُس پر کچھ اختیار نہیں ہونے کا" کیونکہ مسیح گناہ کے اعتبار سے مر گیا۔ اب وہ خدا کے اعتبار سے ابدالآباد تک زندہ ہے، اور وہ گناہ کی زد سے باہر ہے۔

پولس رسول کہتا ہے "گناہ کرتے رہیں تاکہ فضل زیادہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ ہم جو گناہ کے اعتبار سے مر گئے کیونکر اُس میں زندگی گذاریں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جتنوں نے مسیح یسوع میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اُس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا"۔ (رومیوں ۶: ۱-۳) یہ یاد رکھیں کہ پولس کہتا ہے کہ ہم حقیقت میں مر چکے ہیں اور وہ یہ نہیں کہتا کہ ہم لفظی طور پر "گناہ کے اعتبار سے مر گئے"۔ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ ہر ایمان دار کے لئے سچ ہے کہ وہ مسیح کے ساتھ میل ملاپ کی وجہ سے گناہ کے اعتبار سے مر چکا ہے۔ "جو خداوند کی صحبت میں رہتا ہے وہ اُس کے ساتھ ایک روح ہوتا ہے"، یعنی ہو مصلوب کے ساتھ ایک ہے یعنی مسیح نے میری انسانیت اختیار کر لی۔ وہ ایسا کئے بغیر میرے گناہوں کی سزا بھگت نہیں سکتا تھا۔ اُس نے مجھے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ میری اُس کے ساتھ مشابہت ہے۔ وہ نہ ہی صرف میرے واسطے موا بلکہ میں بھی اُس کے ساتھ مر گیا۔ اُس نے مجھے اپنے ساتھ موت میں شامل کر لیا۔ اور اس کی موت گناہ کے اعتبار سے میری موت تھی۔ میں اُس کے ساتھ دفن ہوا، اور پھر مردوں میں سے جی اُٹھا۔ اب گناہ کا مجھ پر کچھ اختیار نہیں ہے۔ یہی بنیاد حقیقتِ عظیم ہے۔ رُوح القدس آپ کو اور مجھے کہتا ہے کہ تمہیں جان لینا چاہیے کہ مسیح نے تمہارا بدن اختیار کیا۔ یعنی اُس نے تمہاری انسانیت کا جامہ زیب تن کیا۔ اُس نے تمہیں اپنی موت میں شامل کر لیا۔ اور موت کے ذریعہ سے تم جلال کے ساتھ مردوں میں سے جی اُٹھے اور آزاد ہوئے اور اب موت کا تم پر کوئی اختیار نہیں ہے۔

اپنے جذبات کا خیال کئے بغیر ہمیں اس بڑی حقیقت کو سمجھنا چاہیے کہ ہم مسیح کی موت اور مردوں میں سے جی اُٹھنے میں شامل ہیں "اُسی طرح تم بھی اُپنے کو گناہ کے اعتبار سے مردوں مگر خدا کے اعتبار سے مسیح یسوع میں زندہ سمجھو"۔ (رومیوں ۶: ۱۱) یہ نوٹ کریں کہ پولس یہ نہیں کہتا کہ گناہ کو اپنے اعتبار سے مردہ سمجھو۔

گناہ پر فتح حاصل کرنے کا الٰہی طریقہ یہ نہیں ہے کہ بُری خواہشات کو دبایا جائے، یا پُرانی انسانیت و اتار پھینکا جائے یا فطری گناہ کو دُور کا جائے بلکہ گناہ پر فتح پانے کا الٰہی طریقہ صلیب کے ذریعہ سے ہے صرف موت کے ذریعہ مخلصی حاصل ہو سکتی ہے۔ اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مردہ سمجھنے اور گناہ کو اپنے اعتبار سے مردہ سمجھنے میں بڑا فرق ہے۔ اپنی ذاتی کوشش، جدوجہد، یا برکت یا اعتقاد سے گناہ کو مردہ سمجھنا کتابِ مقدس کے نمونہ کے مطابق نہیں ہے۔ خدا کہتا ہے کہ تمہیں اپنے آپ کو گناہ اعتبار سے مردہ سمجھنا چاہیے۔ اگر میں گناہ سے خلاصی کا ارادہ رکھتا ہوں تو مجھے ایمان کے ذریعہ خداوند مسیح کے

ساتھ شامل ہونے کے وسیلہ سے اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مردہ سمجھنا چاہیے۔ میں ''مسیح میں شامل ہوں''۔اور اُس میں شامل ہونا گناہ کے اعتبار سے مردہ ہونا ہے۔

یہی آپ کا ایمان ہونا چاہیے پس اپنے جذبات کا خیال نہ کیجئے۔ جب کبھی مجھے کسی گناہ کا سامنا ہو تو مجھے کہنا چاہیے۔ میں اِس گناہ کے اعتبار سے مسیح میں مرچکا ہوں۔ اگر کوئی دُنیا کے نفع کی بابت ہو تو میں دُنیا کے اعتبار سے اور دُنیا میرے اعتبار سے مصلوب ہو چکی ہے۔ اگر میرا اپنا مغرور نفس ہو تو مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ جب ایک سب کے لئے مواتو سب مر گئے۔ تو پھر مجھے اپنے لئے زندہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے حریص غرور اپنے اُونچے اُونچے خیالات اور اپنے تکبر کے اعتبار سے مرچکا ہوں۔ مجھے ان دونوں جوان عورتوں کا سارویہ اختیار کرنا چاہیے جنہیں جب ایک محفل رقص سرور میں شامل ہونے کا دعوت نامہ وصول ہوا تو اُنہوں نے کہا'' ہمیں بڑا افسوس ہے کہ اس محفل میں ہماری شمولیت ناممکن ہے کیونکہ پچھلے ہفتہ سے مرچکی ہیں۔ ہم مسیحی ہیں''۔ جب انہوں نے پچھلے ہفتہ بپتسمہ کے وقت گواہی دی تو انہوں نے اعلان کیا کہ ہم مر گئیں۔ دفن ہوئیں اور پھر جی اُٹھی ہیں اور اس لئے ہم صرف مسیح کے لئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ شہنشاہ ولیم نے ایک شخص سے ملاقات کی درخواست منظور نہ کی۔ یہ درخواست ایک امریکی جرمن نے دی تھی۔ شہنشاہ نے فرمایا کہ وہ جرمن جو جرمنی میں پیدا ہوتے ہیں لیکن امریکہ کی شہریت اختیار کرنے پر امریکن بن جاتے ہیں ان کے متعلق یہ حکم ہے ''میں امریکی لوگوں کو جانتا ہوں۔ میں جرمنوں کو بھی جانتا ہوں لیکن جرمن امریکنوں کو نہیں جانتا یہی حال میرا ہے۔ میں آدم کی اولاد ہونے کی وجہ سے گرفتار تھا لیکن اب مسیح میں آزاد ہوں۔ صلیب نے میرے بندھن توڑ دیئے۔ میں اپنی پرانی شہریت اور زندگی کے اعتبار سے مر گیا۔ میں آدم اور مسیح دونوں پر ایمان رکھنے والا نہیں ہوں۔ اس صورت میں میں بادشاہ کے حضور حاضر نہیں ہو سکتا، اور مجھے پُرانی انسانیت سے رہائی نہیں مل سکتی۔ مجھے اس قسم کی ناپاک منافقت کو چھوڑ دینا چاہیے۔ مجھے یہ کہہ دینا چاہیے کہ میں صرف مسیح کا ہی ہوں۔ مجھے اپنے آپ کو اُس کے حضور ایسے آدمی کی طرح پیش کرنا چاہیے جو ''گناہ کے اعتبار سے مردہ مگر خدا کے اعتبار سے مسیح یسوع میں زندہ'' ہیں (رومیوں ۶:۱۱)۔

باب سوم

گناہ پر فتح کا راز

گذشتہ سے پیوستہ

پیدائشی مصلوب مسیحی ہونے کی وجہ سے نیا مخلوق ہونا میرے لئے سب کچھ ہے یعنی میں یسوع مسیح کی موت کے وسیلہ سے نئے سرے سے پیدا ہوا ہوں۔ جب میری مخلصی ہوئی تو میں نے موت کو ہی اپنا چھڑانے والا سمجھا۔

سزادار ہلاکت تھا گناہوں کی وجہ سے میں   میری خاطر مسیحا نے مقدس خون بہایا ہے

مسیح میری جگہ موا۔ اگر مسیح میری خاطر نہ مرتا تو میں مردہ تھا۔ وہ میری موت مرا۔ ''وہ آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا تاکہ ہم گناہوں کے اعتبار سے مر کر راستبازی کے اعتبار سے جئیں۔ اور ''اُسی کے مار کھانے سے تم نے شفا پائی'' (ا۔ پطرس ۲: ۲۴)۔ مجھے یا تو ''گناہوں میں مردہ'' یا ''گناہوں کے اعتبار سے مردہ'' ہونا چاہیے۔ اگر میں آدم میں کھو چکا ہوں تو میں ''گناہوں میں مردہ'' ہوں۔ اگر میں مسیح میں شامل ہونے کے سبب بچ گیا ہوں تو میں گناہ کے اعتبار سے مردہ ہوں۔ جب میں نے اپنے گناہوں کی خاطر مسیح کی موت کو قبول کر لیا ہے تو گناہ کے اعتبار سے اپنی موت کو قبول کرنا میرے لئے ناگزیر ہو گیا۔ اب میرے واسطہ صلیب سے ہے۔ اور اگر میں کسی دوسری حیثیت کو قبول کروں تو میں نفرت انگیز اخلاقی تناقض کا مرتکب ہوں گا۔ منطقی طور پر موت ہی میرا موقف ہے۔ میں پیدائشی مصلوب ہوں۔ مسیحی زندگی کا سب سے پہلا اصول یہی ہے۔

یہ محض میکانکی (مشین سے بنی ہوئی) چیز نہیں ہے اور نہ ہی قانونی افسانہ ہے۔ میں حقیقی طور پر مسیح میں شامل ہوں۔ لیکن بائبل کی ایک اور سچائی کی طرح میری دلی مقبولیت ضروری ہے۔ مسیح تجھ میں زندہ ہے۔ وہ ایک پُر عظمت سچائی ہے۔ اگر میں نجات یافتہ ہوں تو یہ محض بے جان دبے روح اتہام (الزام) نہیں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، لیکن یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے مجھے دلی سے ''آمین'' کہنا چاہیے تاکہ میں یہ محسوس کروں کہ وہ مجھ میں زندہ ہے اور میں گناہ کے اعتبار سے اپنے آپ کو مردہ لیکن خدا کے اعتبار سے ۔۔۔ مسیح یسوع میں زندہ سمجھوں۔ ایسا سمجھنا محض یقین ہی نہیں ہوتا یا جیسا کسی نے کہا ہے ''ایک ایسی چیز پر یقین رکھنے کی کوشش کرنا تو اس طرح سے نہیں ہے'' تاہم زندہ رکھنے والا ایمان عام سمجھ بوجھ سے زیادہ ہے۔

حقیقی ایمان نفس کشی ہے۔ اور جب تک ہم اپنی خودی سے انکار نہ کریں ہمارا گناہ کے اعتبار سے اپنے آپ کو مردہ سمجھنا بیکار ہے۔ مسیح کی موت کی قوت میں مجھے اپنی پُرانی انسانیت سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ کلوری اور موت کے اعتبار سے مسیح میں ایک ہونے کی وجہ سے میں اپنی جسمانی

خواہشات کواپنے آپ پر بادشاہی نہیں کرنے دُوں گا۔ مجھے دو میں سے ایک کو انتخاب کرنا ہے۔ کہ کیامیری گندی اور گھناؤنی انسانیت مجھ پر بادشاہی کرے گی یا مسیح۔اس قسم کی زندگی کو یہ کہنا چاہیے کہ ''اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے'' اور اگر میں ابھی تک اپنی ہی خواہشات کے مطابق عمل کرتا ہوں تو مسیح کی موت کی برکات کس طرح سے حاصل کر سکتا ہوں ؟ اپنی خودی کو جلاوطن کر دینا چاہیے۔ مجھ سے اُسی وقت ہی نئی زندگی کا وعدہ کیا جا سکتا ہے جب میں پُرانی انسانیت کو باہر نکال دُوں۔ اگر خداوند مسیح اپنے آپ کو خالی کرنے اور اپنی خودی سے انکار کی غرض سے اتھاہ گہرائیوں میں اُتر گیا تو مجھے بھی اپنی پُرانی انسانیت کو ذلت کی گہرائیوں میں پھینک دینا چاہیے۔ مجھے بھی سموئیل رتھر فورڈ کی طرح یہ کہنا اور تسلیم کرنا چاہیے کہ

''میں خداوند مسیح کی صلیب کے سامنے سر جھکاؤں اور وہی مجھ سے آمین کہلائے''۔

جب ہم اس طرح سے اپنی خودی سے انکار کریں تو ہم دیکھیں گے کہ اپنے خاندان یا کاروباری حلقہ میں سے کس کی متابعت (پیروی) سے یہ چیز ہو سکتی ہے۔ سب سے اعلیٰ چیز متابعت ہے۔ کچھ ایسی خواتین ہیں جو اپنے گھر میں اپنے شوہر کے مزاج کے سامنے سر تسلیم خم کرتی، اور طرح سے اُنہیں عملی طور پر فتح حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض شوہر اپنی زبان دراز بیوی کی طعن و تشنیع (بُرا بھلا کہنا) کے سامنے سپر ڈال دیتے ہیں۔ اور اسی میں ہی وہ اپنی فتح محسوس کرتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جو ایسے حالات اور مشکلات سے ہمکنار ہو کر کامیاب و کامران زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی قسم کی عملی فرمانبرداری سے ہی کامران زندگی بسر کی جا سکتی ہے۔ اپنی خودی سے انکار یہی ہے۔ عملی خودانکاری کے بغیر اپنے آپ کو نجات یافتہ سمجھنا محض ظاہر داری ہے۔ یہ محض اپنے آپ کو راست باز سمجھنا اور اپنی جدوجہد کا ڈھنڈورا پیٹنا ہے۔

اپنے آپ کو مسیح کے ساتھ شامل کرنے کا مطلب ہے گناہ سے نفرت پولس رسول کہتا ہے۔ کہ تم ''گناہ کے اعتبار سے اپنے آپ کو مردہ سمجھو'' اور پھر اس کے بعد کہتا ہے۔ پس گناہ تمہارے فانی بدن میں بادشاہی نہ کرے''۔ ہمیں گناہ کو بادشاہت نہیں کرنے دینا چاہیے۔ ہم اس بات کو جانتے ہیں لیکن اس سے بہتر یہ بات ہے کہ ہم گناہ کو بادشاہی کرنے ہی نہ دیں کیونکہ ہم مر گئے اور موت سے ہو کر مسیح کے جی اُٹھنے میں شامل ہوئے۔ اور گناہ کا ہم پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ گناہ کا اُن لوگوں سے کوئی مطالبہ نہیں ہے جو مسیح مصلوب میں شامل ہیں اور گناہ کا اُن لوگوں پر کوئی اختیار نہ ہو گا جو رُوح القدس کے تابع رہتے ہیں ''کیونکہ زندگی کے روح کی شریعت نے مسیح یسوع میں مجھے گناہ اور موت کی شریعت سے آزاد کر دیا'' (رومیوں ۸: ۲۰)۔ لیکن اگر ہم رُوح سے تکرار کرتے رہیں تو ہم گناہ کے اختیار سے بچ نہیں سکتے۔ رُوح القدس ایک خاص موت ہے اور خدا کا کلام صاف اور سادہ ہے۔ ٹھوکر کھلانے والے کی سزا موت ہے۔ اُسے لاڈ پیار سے بگاڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے لئے دُعا بھی نہیں کرنی چاہیے۔ برکت کے لئے دُعا کرنا اور دل کی پاکیزگی کے لئے التجا کرنا اچھا ہے لیکن جب خدا کہتا ہے کہ اسے ''کاٹ دو'' تو اُس وقت یہ ٹھیک نہیں ہے۔ خدا نے ہمیں صلیب پر تمام بدی سے رہائی دی ہے۔ اب وہ کہتا ہے کہ گناہ سے قطع تعلق کرنا اب تمہارا کام ہے۔ گناہ تمہارے فانی بدن میں بادشاہی نہ کرے۔

اب اس لئے کہ ''خدا اور آدمیوں کے باب میں میرا دل مجھے کبھی ملامت نہ کرے'' میں نے کئی مرتبہ ذلت اُٹھائی ہے۔ مجھے میرے خاندان ،کاروباری دوستوں، سنڈے سکول، کلاس اور کلیسیاء کے سامنے ''علانیہ ذلیل'' کیا جا رہا ہے کیا میں دلیری سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کسی کو ٹھوکر

نہیں کھلائی اور اس لئے روح القدس نے اس سلسلہ میں مجھے اُس کی فرمانبرداری کرنے کی التجا نہیں کی ؟ مسیح کو دیدہ ودانستہ رد کیا گیا اور قصورواروں میں شمار کیا گیا۔ مجھے گناہ سے مخلصی دلانے کی غرض سے خداوند مسیح نے اپنی مرضی سے اپنی جان دے دی۔ اس لئے مجھے اپنی فطرت کو بگاڑنا نہیں چاہیے بلکہ اپنے تکبر اور غرور سے نفرت کرنی چاہیے مجھے اُس کے حضور سر جھکانا چاہیے۔ اگر میں اپنے گناہ اور ذِلّت کی جگہ لے کر نہ جاؤں تو خواہ میں گناہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی قیمت ہی کیوں نہ ادا کروں میں کلوری کی اُس قوت کو کسی طرح سے بھی حاصل نہیں کر سکتا، جو گناہ سے مخلصی بخشتی ہے۔ میں صلیب سے قطعاً ہم آہنگ نہیں ہوں۔ گناہ کا اقرار گناہ کو رَدّ کرتا ہے۔ جب ہم صلیب سے ہم آہنگ ہوتے ہیں تو گناہ کی طاقت بالکل ٹوٹ جاتی ہے۔ لیکن صلیب چھپنے یا گناہ کو چھپانے یا ڈھانپنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ہم اپنے گناہوں سے دستبردار ہوتے ہیں۔ ہمارے گناہوں سے پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ یہ علانیہ تذلیل کی جگہ ہے۔ مجھے ہر ایک انجام کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ اگر مسیح گناہوں سے چھٹکارا دینے کی خاطر مر گیا تو کیا مجھے بھی اُس کے ساتھ مصلوب نہیں ہونا چاہیے ؟ لیکن اگر ہم گناہ سے اتنے بیزار نہیں ہوتے کہ گناہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے متمنی ہوں تو ہمیں اُس کے حضور اپنا سر جھکا کر آہ زاری کرنی چاہیے اور اپنی زنجیروں کو اُتار پھینکنا چاہیے حتیٰ کہ کہ ہم گناہ کے بدن سے ''مرنے کو'' ہو جائیں۔ ہمیں اپنی ناپاک ریاکاری س چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔ ہمیں اپنے دودِلے پن کا اعتراف کرنا چاہیے۔ لیکن ہمارا خدا بڑا ہی اچھا خُدا ہے۔ مسیح غیور اور پیار کرنے والا ہے۔ وہ ہر ایک ایمان دار کو مخلصی عطا کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اس قوت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جو آپ کی خاطر کلوری سے صادر ہوئی تو وہ آپ کو ذلیل اور مایوس کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ آپ کو مہربانی یا خوف سے سکھایا جا سکتا ہے۔ خدا کی مرضی کی تلوار ہر اس بندھن کو کامیابی سے کاٹ سکتی ہے جس نے آپ کو گناہ اور بدن سے باندھ رکھا ہے۔ دولت، صحت اور دوست اس تلوار کا لقمہ ہو سکتے ہیں۔ آپ کی زندگی کے اندرونی تار و پود ٹکڑے ہو جائیں گے۔ آپ کی خوشی جاتی رہے گی۔ خارجی اور داخلی طور پر آپ کو مارا کوٹا جائے گا۔ آپ کو جلایا جائے۔ آپ کی کھال کھینچی جائے اور آپ کو بھسم کر دیا جائے۔ اور آخر کار اُس خوفناک بپتسمہ کے ذریعہ آپ کو اپنی گناہ آلود زندگی سے بالکل پاک وصاف کر دیا جائے، اور پھر انجام کار آپ اپنے آپ کو فتح مند صلیب کے سپرد کر دیں تو صلیب کی یہ قوت کتنی پُر عظمت ہے۔ ہم کب تک اس کا مقابلہ کرتے رہیں گے ؟ وہ قوت جو کلوری صادر ہوتی ہے وہ آپ ہی کے لئے ہے۔

ایف۔ جے، ہیوگل اپنی کتاب بنام **''اُس کی ہڈی میں سے ہڈی''** میں اُن خواتین کی عجیب وغریب قسمت کے متعلق بیان کرتا ہے جو ایک ایسی تجربہ میں کام کرتی ہیں۔ جہاں ریڈیم کے برقی حلقہ میں رہنا ناگزیر ہے۔ جونہی وہ اس تجربہ گاہ میں داخل ہوتی ہیں۔ انہیں اس امر کا احساس ہوتا ہے کہ یہاں اُن کے چاروں طرف موت ہی موت ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہیں چھٹی مل جاتی ہے۔ اور انہیں دس ہزار ڈالر کا ایک چیک دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں نے اُن نوجوان لڑکیوں کا ایکس رے کے ذریعہ سے معائنہ کیا ہے۔ جو ریڈیم کے برقی حلقہ میں کام کرتی رہی ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ ایک عجیب قسم کی زندگی کو کھا جانے والی آگ اُن کی ہڈیوں میں جلنے لگتی ہے۔ اس طرح سے ایک ہی جگہ طاقت کا اجتماع انہیں موت کی طرف کشاں کشاں لئے جاتا ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ مجتمع طاقت کلوری سے صادر ہوئی تھی۔ کلوری پر آسمانی ریڈیم کی عظیم قوت کو گناہ اور شرمندگی کے ناسور پر مرکوز کیا گیا۔ ریڈیم میں فنا کرنے کی قوت موجود ہے۔ آسمان کے تلے کوئی ایسی طاقت موجود نہیں ہے۔ جو اس کی اجتماعی قوت محرکہ کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ ''صلیب فنا کر دیتی ہے۔ وہ شخص جو کلوری کے سامنے اپنی ظاہری اور باطنی انسانیت لے آتا ہے اُسے جلدی ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ایک خفیہ آتش اُس کی ہڈیوں میں جل رہی

ہے۔مجھے اس کی اجتماعی قوت کی کوئی حد نہیں مقرر کرنی چاہیے۔اُس کی فنا کردینے والی جان بخش اور شفاء دینے والی شعاعیں میری زندگی کے نہایت ہی خفیہ حصوں میں داخل ہوں حتّٰی کہ یہ چھپی ہوئی آگ میری ہستی کی ہڈی ہڈی کو جلا کر راکھ کردے۔ ہمیں مسیح مصلوب کا ریڈیم بار بار استعمال کرنا چاہیے۔ یہ ایک عمل ہے۔لیکن الٰہی علاج کرانے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔اگر میں مصنوعی حیلہ سازیوں اور کھوکھلے بیانوں سے بیزار ہوں، اگر نجات کے لئے میرا دل تمنا کی بھٹی میں جل رہا ہے۔اگر میری رُوح حیات آفرین چشموں کی پیاسی ہے تو صلیب کا عالمگیر پیام بڑی خوشی سے قبول کیا جائے گا۔خداوند مسیح کی جلالی فتح کی خوشی میں مجھے ہر وقت یہ کہنا چاہیے کہ میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں۔اور اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے اور میں جو اَب جسم میں زندگی گزارتا ہوں تو خُدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے گزار رہا ہوں۔۔۔۔ جس نے مجھ سے محبت رکھی اور آپ کو میرے لئے موت کے حوالہ کر دیا۔وہ مجھ میں زندہ ہے۔وہ مر کر زندہ ہوا۔اُس کی زندگی گناہ کے اعتبار سے مردہ ہے۔مگر خُدا کے اعتبار سے زندہ ہے۔

مسیح کی موت میں شامل ہوا ہوں

اُسی کی موت سے کامل ہوا ہوں

مرا جینا مسیح کے ساتھ جینا

حیاتِ نو کا میں حامل ہوا ہوں۔

باب چہارم

صلیب اور دُنیا

رُومی خطیب سیسرو نے صلیب کے متعلق دُنیا کے رویہ کا یوں اظہار کیا ہے ''صلیب نہ صرف رُوم کے شہریوں کے بدن سے دُور ہے بلکہ صلیب کا نام تک اُن کے خیالات ،آنکھوں اور کانوں سے بھی دُور ہے۔آج سے دو ہزار سال پہلے صلیب کی یہ شان و شوکت نہ تھی۔ صلیب نے تاریخ کو اتنا خوبصورت نہیں بنایا تھا اور نہ ہی صلیب کی اتنی قدر و منزلت تھی۔ صلیب کی قربانی کوئی مستحسن (نیک، پسندیدہ) بہادرانہ فعل نہ تھی۔ فی زمانہ صلیب کیسی پُر شان ہے، یہاں تک کہ بے ایمان دُنیا بھی کہتی ہے۔ ''صلیب انسانیت کی سب سے اعلیٰ خوبیوں کی علمبردار ہے''! لیکن ابتدائے مسیحیت میں یہ بات نہ تھی۔اور آج بھی یہ بات نہیں ہے۔ جوں ہی ہم صلیب کو ذلت اور حقارت کی جگہ سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں مسیح کی صلیب بے کار اور غیر موثر ہو جاتی ہے۔

خداوند مسیح کے زمانہ میں اُس کے شاگردوں نے دیکھا ہو گا کہ بدکار قاتل اور باغی اپنی صلیبیں اُٹھائے ہوئے بڑی شرمندگی سے سر جھکائے جارہے ہیں۔ صلیبی موت ذلت اور حقارت کی موت تھی۔اور اُس عالمگیر نفرت اور توہین وتذلیل کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جاسکتا۔کلام مقدس میں لکھا ہے کہ '' جسے پھانسی ملتی ہے۔وہ خدا کی طرف سے ملعُون ہے''۔اور ہم یہ چیز سمجھ سکتے ہیں کہ صلیب بڑی لعنتی سزا ہے۔

لیکن یہ صلیب ہی تھی جس میں اِس دُنیا کے بادشاہوں نے خدا کے مسیح سے اپنی نفرت کا اظہار کیا۔ مغرور دُنیا نے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کیا۔ اس لئے صلیب مسیح کے متعلق دُنیا کے خیالات کی تصویر کشی کرتی ہے۔اے دُنیا مشورہ کر اور اپنے دل کی بات کہہ کہ مسیح کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ وہ چلا کر کہنے لگے کہ اُس کو صلیب دے صلیب''۔ میرے دوستو! فریب نہ کھاؤ۔ دُنیا کی آستین میں ابھی تک وہ خنجر چھپا ہوا ہے۔ڈی۔ایم۔پنیٹن نے کہا ہے۔

''کسی زمانے یا رُوح یا رُوحوں کی رُوحانیت جانچنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ وہ لفظ دُنیا کو کتنا خطرناک خیال کرتے ہیں''۔

لفظ دُنیا کی تعریف آسان نہیں ہے۔ انجیل مقدس میں '' دُنیا کے سردار'' کا ذکر آیا ہے (یوحنا ۱۲: ۳۱)۔ ''دُنیا کی روش'' (افسیوں ۲: ۲) ''اس جہان کے خُدا'' (۲۔ کرنتھیوں ۴: ۴) کی مرضی کے مطابق۔ '' دُنیا کی رُوح'' ''خُدا کے رُوح'' کے خلاف ہے۔ (۱۔ کرنتھیوں ۲: ۲)۔ ''دُنیوی کاروبار کرنے والے ایسے ہوں کہ دُنیا ہی کے نہ ہو جائیں کیونکہ دُنیا کی شکل بدلتی جاتی ہے'' (۱۔ کرنتھیوں ۷: ۳۱)۔ ''اس جہان کے سرداروں'' نے ''جلال کے خداوند کو مصلوب'' کیا (۱۔ کرنتھیوں ۲: ۸)۔

اور جب خدا کہتا ہے کہ ''دُنیا سے محبت نہ کرو'' تو یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ دُنیا آدمی کی زندگی کا محور ہے۔ ''نہ دُنیا سے محبت رکھو نہ اُن چیزوں سے جو دُنیا میں ہیں'' (۱۔یوحنا ۲:۱۵)۔اس آیت کا آخری حصہ بڑا اہم ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کے بیشتر پڑھنے والے دُنیادار نہ ہوں۔ لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ دُنیاداری کے شکار ہیں؟ تمہیں دُنیا کی کون سی چیزوں سے محبت ہے؟ اگر کوئی نوجوان کھیل تماشے یا ناچ رنگ کا شیدائی ہے تو آپ اُسے ملامت کر سکتے ہیں۔ لیکن کیا آپ پر سیاست، فنون لطیفہ، سائنس، دولت، خواہشات، یا مجلس میں شہرت یا کاروباری طاقت کا جادُو ہے؟ یہ دُنیا اُدھیڑ عمر اور بُوڑھے آدمی کے لئے کسی نوجوان کی نسبت بالکل مختلف ہے۔ سُن کرنے والی چیزیں کم مہلک نہیں ہیں؟

اِسی دُنیا نے خُداوند مسیح کو مصلوب کیا اور یہی دُنیا خدا سے نفرت کرتی ہے۔اس کی تمام خواہشات اور آرزوئیں، اس کی تمام شُہرت اور عیش و عشرت، ہاں اس کی دس ہزار دلکشیاں صلیب کے خلاف ہیں اور ان میں ''خدا کی محبت'' شامل نہیں ہے۔ رسول یہ نہیں کہتا کہ ''دُنیا سے اتنی محبت نہ رکھو یا دُنیا سے زیادہ محبت نہ رکھو'' بلکہ وہ کہتا ہے ''دُنیا سے محبت نہ رکھو''۔

اس کے بعد رُسول نفسانیت کے تین بڑے بڑے سرچشموں کی تشریح کرتا ہوا کہتا ہے ''کیونکہ جو کچھ دُنیا میں ہے یعنی جسم کی خواہش اور آنکھوں کی خواہش اور زندگی کی شیخی وہ باپ کی طرف سے نہیں بلکہ دُنیا کی طرف سے ہے (۱۔یوحنا ۲:۱۶)۔ایک لالچی انسان ان تین طرح کی خواہشات کو پورا کر کے تسکین حاصل کرتا ہے۔ لیکن ان خواہشات کے اعتبار سے ایک مسیحی مصلوب ہو چکا ہے۔ اُسے اس صلیب سے نیچے نہیں اُترنا چاہیے۔ ''جو مسیح یسوع کے ہیں، اُنہوں نے جسم کو اُس کی رغبتوں اور خواہشوں سمیت صلیب پر کھینچ دیا ہے''۔ لیکن جسم کی اُن خواہشوں پر افسوس جنہیں صلیب پر نہیں کھینچا گیا اور وہ خدا کے فرزندوں پر بادشاہی کر رہی ہیں۔ اور اس سے مسیح مصلُوب کی علانیہ ذلیل ہو رہی ہے۔

دُنیا کی رغبتیں اتنی عیار اور پُر فریب ہیں کہ عام انسان اُن میں تمیز نہیں کر سکتا۔ دُنیا کی خواہشات مسحور کن، فسُوں کار (جادو گر)، اور پُر شکوہ ہیں کہ انسان خود بخود فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مادہ پرستی نے مختلف شکلوں میں ہماری مذہبی زندگی میں جڑ پکڑ لی ہے۔ یہ مہلک کوڑھ ہے جس سے درد تو نہیں ہوتا لیکن یہ ہماری ہڈیوں کو اندر کھائے جاتا ہے۔ یہ دیمک ہے جس نے ہمارے رُوحانی گھر کو چاٹ لیا ہے۔ یہی عقلّیت (عقل پرستی، عقل کو تمام علم کی بنیاد تصور کرنا) کی کشتِ حسین (حُسن کا قتل) اور ماڈرن ازم (جدید خیالات) کی کنیز ہے۔ یہ ففتھ (پانچواں) کالم ہے جو اندر ہی اندر ہماری زندگی کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ اور اس نے صلیب کی روح کو جلاوطن کر دیا ہے۔

جے۔ گریگوری مینٹل نے لکھا ہے کہ ''ایک مقناطیس کا پہاڑ تھا۔ اس میں قوت کشش یہاں تک تھی کہ جب کوئی کوہے کی چیز اُس کی زد میں آجاتی تو وہ اُسے اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ اس سرزمین کے ساحل کے پاس سے گزرنے والے جہازوں کے لنگروں، لوہے کے رسوں اور سلاخوں پر کشش کا اثر ہوتا تھا۔ پہلے تو اس پہاڑ کی طرف جہاز کے جانے کا احساس بھی نہ ہوتا تھا۔ وہ جہاز اپنے راستے سے ذرا اِدھر اُدھر ہو جایا کرتے تھے۔ جس سے خطرے کا احتمال نہیں ہوتا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ کشش بڑھتی جاتی تھی۔ حتّٰی کہ آخر کار جہاز بڑی تیزی سے اس پہاڑ کی طرف بڑھنے لگتا تھا۔ تب جہاز کے تختوں، اور شہتیروں کے تمام کیل، قبضے اور پیچ اُکھڑ کر اس پہاڑ کے ساتھ چپک جایا کرتے تھے اور جاز ٹکڑے ٹکڑے ہو کر غرق ہو جایا کرتا تھا۔

اب آیئے دُنیا کی رغبتوں کی چند صورتیں ملاحظہ کیجئے جو کشاں کشاں ہمیں اس قسم کی پہاڑیوں کی طرف لئے جاتی ہیں اور ہماری مسیحی زندگی کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

دُنیا پرست لوگوں کا خوف اور غصہ ہمارے لئے عذاب جان ہے لیکن دُنیا کی خوشامد اور ریا نہ پن کتنا دل پذیر ہے۔ ہم اپنا فالتو وقت کسی حسین مشغلے میں گزار سکتے ہیں اور ''وقت کو غنیمت نہیں سمجھتے''۔ ہم اِسے تفریح کہتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ اِس میں بہت زیادہ مادہ پرستی ہو۔

ہم بڑے آرام سے اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے دُنیا کی خبروں پر تبصرہ سُنتے ہیں لیکن یہی وقت ہمیں دُوسروں کو ''خوشخبری کا پیغام'' سُنانے میں صرف کرنا چاہیے۔ ہم یسوع مسیح کے اچھے سپاہیوں کی طرح سختیاں برداشت کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس نرم و نازک دُنیا نے ہمیں اپنا بنالیا ہے۔

ہم آدھی آدھی رات محفل نقل و شرب میں گلچھرے اُڑاتے رہتے ہیں۔ ہماری ہر صبح صبح بنارس اور ہر شام شام اَدھ ہوتی ہے۔ ہم اپنا وہ وقت جو خُدا اور اُس کے کلام کی تلاوت اور دُعا میں گزارنا چاہیے یونہی گنوا دیتے ہیں۔ اگلی صبح ہم بن سنور کر نکلتے ہیں اور دُنیا کی عیش و عشرت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دُنیا پرست ہیں۔

ہم اپنی پسند اور ناپسند اور اپنی نگاہ انتخاب کا بڑا اِحترام کرتے ہیں۔ ہم اپنے متعلق عوام کی آراء کا بڑا خیال کرتے ہیں۔ ہم کلامِ مقدّس کے اُصولات سے زیادہ اپنی مذہبی زندگی کا لحاظ کرتے ہیں۔ ہم ایسے ایسے کام کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں جو بظاہر بڑے معصوم اور خُوبصورت نظر آتے ہیں۔ لیکن انجام کار وہ پریشانی کا موجب بنتے ہیں۔

ہم اُس کے نام کی خاطر ذِلّت اُٹھانا فخر کا باعث نہیں سمجھتے۔ دُنیا کے آرام اور چین سے ہم نے سکونِ قلبی کی کتنی بڑی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں۔ ہم خوبصورت چیزوں اور عیش و عشرت کے رسیا ہیں۔ عیش و عشرت کو چھوڑ کر خدا کی خوشخبری کا پیغام دُوسروں تک پہنچانے میں مدد و معاون نہیں ہوتے۔

اگر ہمیں کوئی مجذوب یا نرالا آدمی کہے تو ہم پسند نہیں کرتے۔ ہم نئے نئے فیشنوں کے دلدادہ ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس وجہ سے نہیں ہے۔ کہ فیشن کا سٹائل بڑا خوبصورت نفیس اور حقیقت پسندانہ ہے۔ اور عام طور پر فیشن بڑے ہی غیر شریفانہ طرز کے ہوتے ہیں۔ ہم اتنے دُنیا پرست ہیں کہ ہم غیر شریفانہ پن قبول کر لیتے ہیں مگر ان سے گریز نہیں کرتے۔ بادشاہ نفسانیت حکم صادر فرماتا ہے ''یہ کرو'' اور بہت سے لوگ اُس کے حکم کی اتنی فرمانبرداری سے تعمیل کرتے ہیں۔ جیسے کسی صوبے دار کا نوکر اپنے رُومی آقا کے کوڑے کے خوف سے اُس کا حکم بجالاتا ہے۔

جب تک ہم اپنے نفس پر قابو نہ پائیں ہمیں جھوٹی تعلیم، نئی روشنی کے دلدادہ خادمانِ دین، کلیسیاء کے فرسودہ نظام اور بیہودہ رسوم کے متعلق حیران نہیں ہونا چاہیے۔ نفسانیت ہی ہماری تباہی کا باعث ہے۔ ولیم لا نے کیا خوب کہا ہے

''نفسانیت کی رُوح بدعتوں کی بدعت ہے۔آجکل کی مسیحی کلیسیاء کے زوال کا کیا سبب ہے؟اور میں یہ کہوں گا کہ اس کی وجہ نفسانیت یامادیت کی رُوح ہے''۔

باب پنجم

صلیب اور دُنیا

گذشتہ سے پیوستہ

ایک دن میں دُنیا کی گہرائیوں میں مستغرق (ڈوباہوا) تھالیکن ''اُس نے اُوپر سے ہاتھ بڑھا کر مجھے تھام لیااور مجھے بہت پانی میں سے کھینچ کر باہر نکالا۔وہ سمندر کتنا گہرا تھا جس میں ہمارے منجی کو اُترناپڑا۔''تیری سب موجیں اور لہریں مجھ پر سے گزر گئیں''تاکہ ہمارے خدااور باپ کی مرضی کے موافق ہمیں اس موجودہ خراب جہان سے خلاصی بخشے۔

ہماری خلاصی کتنی شان دار ہے!اس سمندر کواپنے آپ میں سے نکالنے کے لئے مزید فتح کی ضرورت ہے۔لیکن یہ فتح اور زیادہ شاندار بن جاتی ہے۔جب خلاصی پانے والے دُوسرے ڈوبنے والوں کو نکالنے کی خاطر اس سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔بات یہی ہے۔جب ہمیں اِس دُنیا سے خلاصی حاصل ہو جاتی ہے۔اور جب اس دُنیا کی تاریکی کی بُری چیزیں ہم میں سے نِکل جاتی ہیں تو ہمیں پھر اِسی دُنیا میں بھیجا جاتا ہے تا کہ ہم اس دُنیا میں ڈوبتے ہوئے لوگوں کو بچاسکیں۔

جس وقت ہم اس بڑی دُنیا میں داخل ہوتے ہیں تو ہمارا اس دُنیا کے ساتھ تعلق بالکل واضح ہوناچاہیے۔چونکہ ہم اُوپر سے پیدا ہوئے ہیں۔لہٰذا ہم آسمان کے شہری ہیں۔روحانی طور پر ہم اس دُنیا کے شہری نہیں ہیں۔خداوند مسیح صاف صاف کہتا ہے''تم اس دُنیا کے نہیں ہو''۔ہم دُنیا کے اعتبار سے مصلوب ہو چکے ہیں اور دُنیا سارے اعتبار سے مصلوب ہو چکی ہے۔اور مسیح کے مصلوب پیروکاروں اور مصلوب دُنیا میں کتنا اخلاقی فاصلہ ہے؟ان دونوں میں بعد مشرقین ہے یعنی ان میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمانی تخت اور دوزخ کے پھاٹک کے درمیان فاصلہ ہے۔اور ان دونوں کی فطرت میں ایسا تفاوت (فرق،جُدائی) جیسا''بھیڑیں بھیڑیوں کے بیچ میں''۔ہمیں اس بدکار اور دغاباز نسل کے سامنے بڑی دلیری کے ساتھ خدا کے فرزندوں کی طرح زندگی بسر کرنا ہے۔ہمیں اس دُنیا میں نُور کی طرح چمکنا ہے۔

یوحنا کی انجیل کے سترویں(۱۷) باب میں مسیحی حالت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔کہ جنہیں تو نے دُنیا میں سے مجھے دیا(۶آیت) وہ بھی دُنیا کے نہیں(۱۴آیت)اُس شریر سے اُن کی حفاظت کر(۱۵آیت)۔یہ دُنیا میں ہیں۔(۱۱آیت)میں نے بھی انہیں دُنیا میں بھیجا تاکہ لوگ اُن کے وسیلہ سے ایمان

لائیں(آیات ۱۸۔ ۲۰)دُنیانے اُن سے عداوت رکھی(۱۴آیت)۔چونکہ ہمارے پیغام کا مرکز یہی ہے کہ دُنیا کا صلیب کے ساتھ کیا رویہ ہے۔ لہٰذا یہ آخری نکتہ اہم ہے۔

اے مسیحی اپنے دل میں یہ بات یادرکھ چونکہ تم دُنیا کے نہیں تھے اس لئے دُنیا تم سے عداوت رکھتی ہے۔دُنیا سچائی سے عداوت رکھتی ہے۔ اس بات کو کبھی حقیر نہ سمجھو۔ وہ دُنیا جس نے خداوند مسیح کو صلیب دی وہ کس طرح تمہاری برداشت کر سکتی ہے۔ دُنیا کے لوگ دیوانوں کی طرح تمہارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ مسیحی ہونے کی وجہ سے چاروں طرف سے لوگ تم پر لعن طعن کریں گے۔ تعجب نہ کرنا۔ سچے مسیحی کی یہی نشانی ہے۔ ''جتنے مسیح یسوع کے ساتھ دین داری سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں، وہ سب ستائے جائیں گے''۔ کسی شخص کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میں ایسے آدمی کی طرح لکھ رہا ہوں جسے ستائے جانے کی افسردہ کن حرص ہے یا وہ شہادت کو معمولی خیال کرتا ہے۔اس قسم کی قابل نفرت ریاکاری سے خدا بچائے۔ لیکن اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ آج کل کئی مسیحیوں کے لئے صلیب کی ایذارسائی نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے اِس دُنیا کے ساتھ سمجھوتا کر لیا ہے اور اُن کی زندگی یا گواہی سے دُنیا سے نفرت کا اظہار نہیں ہوتا۔ کلیسیاءاور دُنیا میں سمسون اور دلیلہ کی طرح ناپاک اتحاد ہو چکا ہے۔

کئی مسیحی کلیسیاء میں عجیب سی چال چل رہے ہیں

خلوص واُلفت سے دل ہیں خالی ہوس کے چشمے اُبل رہے ہیں

مگر خداوند ہر دو عالم جو دل کے رازوں کو جانتا ہے

ہوس پرستوں وفاشعاروں خودی طرزوں کو جانتا ہے

ہمارے منجی نے ایمان نہ لانے والوں کے حق میں کہا''دُنیا تم سے عداوت نہیں رکھ سکتی''(یوحنا۷:۷)۔اس آیت میں دُنیا کے لوگوں کو ملامت کی گئی ہے۔اگر میں بھی دُنیا کا بن جاؤں اور اہلِ دُنیا کی تمام باتوں اور اس کے ماحول کو اپنالوں اور دُنیا مجھ سے نفرت نہ کرے اور اس کے دل میں مسیح کی دُشمنی کا جذبہ پیدا نہ ہو اور اگر دُنیا مجھ میں کوئی ایسی وجہ نہ پائے کہ مجھ سے نفرت کرے یا اپنی محفل سے مجھے خارج کر دے تو میں نے مسیح سے بے وفائی کی ہے اور اُس کے دوستوں کے گھروں میں نئے سرے سے اُسے مصلوب کیا ہے۔کیا میں نے اس دُنیا کے ساتھ دوستی پیدا کر لی ہے جس نے اُس کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیل ٹھونکے ؟اس خیال کو اپنے دل میں سے دُور کر دو۔ اگر مجھ میں مسیح کی مشابہت ہے تو دُنیا مجھے صلیب کے قابل سمجھے گی۔اور مسیح کا شاگرد ہونے کی حیثیت سے یہ مصلوب دُنیا مجھ سے محبت نہیں کرے گی۔اور میں اس بات کو ترجیح دُوں گا کہ ایک لعنتی مصلوب اور مرنے والا مجرم مسیح صلیب پر سے مسکرا کر مجھے دیکھے۔

خدا کے دوستوں کی پوشیدہ انجمن میں شامل ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ دُنیا کی عدالت کے سامنے ہم اُس کے ساتھ کھڑے ہوں۔ اُس کے ساتھ ہم ٹھٹھوں میں اُڑائے جائیں۔ ہماری حمایت اور سرپرستی کی جائے۔دُنیا کے مذہب، ثقافت اور دُنیا کی طاقت کو ہمارے متعلق غلط فہمی پیدا ہو۔

دُنیاکی مصنوعی تدابیر کو جواُس نے اُصول سمجھ کر وضع کرلی ہیں۔تاکہ وہ سچائی سے عداوت رکھیں، ہمارے متعلق غلط رائے پیدا کرلیں۔ جس لمحہ ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ دُنیا ہمیں وہ غیر محسوس بادشاہی نہیں دے سکتی جس کے ہم آرزو ہیں تو ہم دُنیا کی ہمدردی کھودیتے ہیں اور دُنیا یہی خیال کرتی ہے کہ اُس کی توہین ہوئی ہے۔دُنیا ہماری عداوت کو تیار ہوتی ہے۔ہم میں جو باغی روح موجود ہے اُس کے ساتھ عقل مندی سے اور بیوقوف کے ساتھ مروت سے پیش آنے کے لئے تیار ہوتی ہے۔اس وقت جہالت ،تساہل،اور بزدلی مزے لے کر ہمیں اُلٹی کوستی ہیں جس طرح انہوں نے خیر الورا(بہترین مخلوق)،آدم ثانی اور نیک ذات کو ملامت کی تھی۔

ڈاکٹر اے۔جے گارڈن اگلے وقتوں کے بڑے ہی دُور اندیش مسیحی مبشر تھے۔وہ اِس بات سے آگاہ تھے کہ اِس دُنیا میں ایک مسیحی کا کیا مقام ہے۔اُنہوں نے ایک مرتبہ فرمایا۔

وہ لوگ جنہوں نے رُومی سلطنت کو مسیح کی خاطر فتح کیا وہ ایک اور ہی دُنیا کے حملہ آور تھے۔اُنہوں نے اس دُنیا کا شہری ہونے سے انکار کر دیا۔اُن کے بت پرست پڑوسی ان کے چال چلن سے حیران تھے۔اُنہیں اپنی زندگی کی قطعاً فکر نہ تھی۔وہ اپنے ضمیر کا بہت ہی خیال کیا کرتے تھے۔انہیں اپنی جان کی پرواہ نہ تھی۔وہ برّے کے مقدس خون کی مغلوب کرنے والی قوت سے آگاہ تھے۔جس ملک میں وہ آکر بسے اُس کے رسم ورواج کے سامنے انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔اور وہ اس ملک کے رہنے سہنے کے طریقوں کا بڑا ہی خیال رکھتے تھے جہاں وہ ابھی نہیں پہنچے تھے۔انہوں نے اس دُنیا کی اعانت(مدد،سہارا)اس کے حاکموں کی سرپرستی اور اُن کے وسائل اور طریقوں کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا مبادا ایسا کرنے سے وہ اس ملک کے بادشاہ کے حریف(دشمن)بن جائیں۔حملہ آور فوج ایک نظر نہ آنے والے محاذ سے اندیکھے سپہ سالار کی قیادت پر کسی شاہی امداد سے زیادہ امداد رکھتی تھی۔یہی وہ تھی کہ بت پرست دُنیا حیران وششدر رہ گئی اور آتش غضب میں جلنے لگی۔یہ بت پرست دُنیا مسیحیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کی متمنی تھی۔لیکن وہ اپنے دیوتاؤں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھی۔لیکن اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ جس زمانہ میں کلیسیاء اس دُنیا سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھتی تھی۔اُسی زمانہ میں ہی مسیحیت کامران وفتح مند تھی۔

پروفیسر ایچ۔بی۔ورک مین نے سلطنت روم کے زمانہ کے مسیحیوں کی حالت کا یوں نقشہ کھینچا ہے:۔

دو برس تک مسیحی ہونے کا یہی مطلب رہا کہ مسیحی کو بالکل علیحدہ کر دیا جاتا تھا یعنی وہ ایک مقہور(جس پر غصہ ہو)اور قابل نفرت فرقہ میں شمار کیا جاتا تھا۔رائے عامہ کے تعصب کے سیلاب میں وہ ہاتھ پاؤں مارتا تھا۔شاہی عتاب(غصہ)کا مستوجب(لائق،قابل)ہوتا تھا۔اور ہر لمحہ قید وبند کا خطرہ رہتا تھا۔موت مختلف شکلوں میں اُس کی منتظر رہتی تھی۔دوسو(۲۰۰)سال تک یہ حالت رہی کہ مسیحی ہونے کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔مسیحی کو اپنی آزادی اور مال وجان کی حفاظت کے لئے ایک بھاری رقم دینی پڑتی تھی۔دوسو(۲۰۰)سال تک مسیحیت کا اعتراف جرم خیال کیا جاتا رہا۔زیر عتاب شخص کی پیٹھ پر ''مسیحی'' کا کتبہ لگادینا ہے کافی تھا۔ایک مسیحی نہ ہی معذرت پیش کر سکتا تھا۔اور نہ ہی بذریعہ وکیل اپنی بے گناہی کا ثبوت دے سکتا تھا۔ترتولین(طرطلیان)لکھتا ہے کہ

"لوگ مسیحیوں سے ایسی نفرت رکھتے ہیں کہ وہ جرم کی تفتیش کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ محض مسیحی ہونا ہی جرم عظیم ہے"۔

وہ نامِ مسیحا کی خاطر مظلوم بنے مقہور ہوئے

دُکھ درد سے گو دِل چُور ہو لیکن وہ بڑے مسرور ہوئے

رُومی، یونانی اور غیر اقوام "خیر الانام" کہلاتے تھے۔ یہودی جو اِن سے مختلف نسل تھی انہیں "نسل درجہ دوم" کہا جاتا تھا۔ لیکن مسیحی جو "اس دُنیا کے نہ تھے"۔ اور اِس دُنیا کی رغبتوں اور اس کے ماحول کو پسند نہیں کرتے تھے اور وہ نفسانی خواہشات کا بڑی دلیری سے مقابلہ کرتے تھے انہیں بدنام کرنے کی غرض سے "تیسرے درجے کی نسل" کہا جانے لگا۔ لیکن مسیحیوں نے خندہ پیشانی سے اُس رسوائی کو برداشت کیا۔ بہر حال گناہ سے تو یہ چیز بہتر تھی۔ بت پرست لوگ ستم ڈھالیں، مسیحیوں کی دُنیا ہی اور تھی۔ وہ اس کرہِ ارض کے اعتبار سے مر چکے تھے اور ان کا اِس دُنیا کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ پس کار تھیج کے سرکس میں یہ نعرہ بلند ہوا کہ ہم اس "تیسری نسل" کی کب تک برداشت کریں گے؟۔ اس قسم کی غیر مصالحانہ فتح مند گواہی کے نتائج واضح تھے۔ آجکل کی کلیسیاء اُس زمانے کے شہیدوں کی روشن کی ہوئی آگ کی برداشت نہیں کر سکتی۔ اس قسم کا "جلتا اور چمکتا ہوا چراغ" ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہم مسیح مصلوب سے کتنے دُور ہیں۔ اے ہر دلعزیز مسیحی اور مبشر اچھی طرح سے خیال کرو کہ دُنیا کو جیتنے کی غرض سے تم کہاں تک اس کے ساتھ چلتے ہو۔ جس زمانہ میں کلیسیاء کا دُنیا سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اُس وقت دُنیا پر اس کا اثر بہت تھا۔ اس زمانہ کے مسیحی رومی دنیا سے بالکل قطع تعلق تھے۔ لیکن وہ اِس درہم برہم ہونے والی سلطنت میں کود پڑے۔ تاکہ وہ اُسے تحت الثرائے (پاتال) سے نکال کر بام ثُریا (ستاروں کی بلندی) تک پہنچادیں۔ انہوں نے تاریخ کے دھارے کا رُخ بالکل تبدیل کر دیا۔ اُس ابتدائی زمانہ کے متعلق ترتولین (طرطلیان) کہتا ہے۔

"ہم ایسی جدوجہد میں ایسے آدمیوں کی طرح شریک ہوتے ہیں جو اپنی جان کو اپنی نہیں سمجھتے"۔

باب ششم

صلیب اور تقدیس

''یہوواہ ہی خدا ہے اور اُسی نے ہم نُور بخشا ہے۔ قُربانی کو مذبح کے سینگوں سے رسیوں سے باندھو'' (زبور ۱۱۸: ۲۷)۔

اس کتاب کے راقم کا ایک عزیز دوست ہے جو پادری ہے۔ جوانی کے دنوں سے ہی اُس نے اپنے آپ کو خدا کی خاطر وقف کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اُسے ناکامی ہوئی ہے۔ وہ مخلص تھا لیکن پھر وہ دُکھی رہا۔ وہ اُن نوجوان آدمیوں کی طرح تھا جو اپنے آپ کو مخصوص کرتے ہیں رہتے ہیں۔ آخر کار اُسے معلوم ہوا کہ وہ تقدیس کی اساس سے بالکل بے بہرہ ہے۔ پھر اُس نے پُرانے عہد نامہ کے کاہنوں کی تقدیس کے متعلق پڑھا۔ خدا نے خود اُن کی تقدیس کی تھی۔ اُس پر تمام حقائق واضح ہوئے۔ جب اُس نے دیکھا کہ کاہن کے کان کی لو اُس کے انگوٹھے اور پاؤں کے انگوٹھے پر خون لگایا گیا اور پھر اُس کے کپڑوں پر خون چھڑکا گیا تو اُسے اس بات کی سمجھ آئی کہ مسیح کے ساتھ اُس کا ملاپ ہو گیا ہے جو گناہ بن گیا۔ اُس نے دیکھا کہ اس کے تمام جسم پر موت لکھی ہوئی ہے۔ اُس نے اس خوفناک انجام اور موت کو دیکھا جس طرف کلوری اُسے لے جا رہی تھی۔ اُس نے مسیح کے ساتھ اپنی مشابہت کو محسوس کیا۔ اُس نے دیکھا کہ وہ مسیح مصلوب کی موت اور اس کے جی اُٹھنے میں شامل ہے۔ موت اور زندگی کے اس میل نے مسیح کے سامنے اپنے آپ کو جھکانے کے تمام نظریئے کو تبدیل کر دیا، اور اُس کی زندگی میں ایک کامیاب اور ابدی تقدیس کی بنیاد ڈال دی۔

مسیحیوں میں اس قسم کا تجربہ عام ہے۔ وہ ایمان کے ذریعہ سے راست باز ٹھہرائے گئے ہیں اور ہمارے خداوند یسوع مسیح کے وسیلے اُنہیں خُدا میں اطمینان حاصل ہے۔

لیکن انہوں نے صلیب کے مفہوم کو ابھی تک نہیں سمجھا۔ ہماری بہت سی بہترین کلیسیاؤں میں (رومیوں ۵: ۱) کی رو سے راستباز ٹھہرائے جانے اور پھر (رومیوں ۱۲: ۱۔ ۲) میں بیان شدہ تقدیس کی حقیقت پر توجہ فوراً مرکوز کر دی جاتی ہے۔ اصلی مفہوم پر مزید نکتہ چینی نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اگر ہم (رُومیوں ۶ اور ۸ باب) میں مسیح کے ساتھ اپنے ملاپ کی حقیقت سے پہلو تہی کریں، تو یہ تقدیس کے مفہوم کو نہ سمجھنے کے مترادف ہے۔ میرے عزیز دوست نے کئی سالوں تک اس حقیقت کو نہ سمجھا، اور اس لئے وہ مصائب میں گرفتار رہا۔ اُسے اپنی نفسانی خواہشات پر فتح حاصل کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا۔ وہ غیر شعوری طور پر اپنی تمام نفسانیت کو اپنی قوت سے مذبح پر قُربانی ہونے کے لئے پیش کر رہا تھا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ مسیح کے ساتھ شامل ہے اور وہ خداوند کا ہو چکا ہے، اور مسیح کے ساتھ مصلوب ہو چکا ہے اور اُس کے ساتھ مردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ اور گناہ کے اعتبار سے مردہ مگر خدا کے اعتبار سے خداوند یسوع مسیح میں زندہ'' تو وہ اپنے آپ کو خدا کے حضور پیش کرنے کے قابل ٹھہرا۔ اور اُس نے کامیابی کا مُبارک راز معلوم کر لیا ۔ میں اس کے متعلق کچھ اور بیان کرتا ہوں۔

ابراہیم لنکن نے ۱۹۔ نومبر ۱۸۶۳ء کو گیٹسبرگ میدان جنگ کے قبرستان کی مخصوصیت کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ ’’ہم اس میدان کے ایک حصہ کو اُن سپاہیوں کی آخری آرام گاہ کے طور پر مخصوص کر رہے ہیں۔ جنھوں نے اسی جگہ اپنی جانیں قربان کر دیں۔ لیکن اپنے وسیع مفہوم میں نہ ہی ہم اسے مخصوص کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی تقدیس کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس میدان کو قابل عزت بنا سکتے ہیں۔ وہ سپاہی جو زندہ ہیں اور میدان جنگ میں کام آنے والے بہادروں نے دادِ شجاعت دی، انہوں نے اپنے کارناموں سے اس میدان کو اتنا مخصوص کر دیا ہے۔ کہ اس سے زیادہ مخصوص کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے بلکہ ہم جو زندہ ہیں ہمیں اس مقام پر اپنے آپ کو اس عظیم کام کے لئے مخصوص کرنا چاہیے۔ جو ابھی نامکمل ہے‘‘۔ ہم مسیحی تقدیس کی بات کیا کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اپنے وسیع مفہوم میں ہم نہ ہی مخصوص کر سکتے ہیں اور نہ ہی تقدیس اور نہ ہی قابل عزت بنا سکتے ہیں کیونکہ ہماری مخلصی ہو چکی ہے۔ خداوند مسیح نے صلیب پر جان دے کر ہماری ایسی تقدیس کر دی ہے۔ کہ اب ہم اس سے زیادہ تقدیس نہیں کر سکتے۔ ہمیں مسیح کی طرف تکتے رہنا چاہیے۔ مسیح مصلوب سے ہمارا ملاپ ہو چکا ہے۔ ہمیں یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ اگر ہم اس کے ساتھ مر چکے ہیں تو اس کے ساتھ زندہ بھی رہیں گے۔

موت اور مردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب ہمارا مسیح کے ساتھ ملاپ ہو چکا ہے۔ (رومیوں ۶ تا ۸ ابواب) میں ایک کامیاب تقدیس کی اساس موجود ہے۔ (رومیوں ۱۲: ۱۔ ۲) میں بھی یہ بات بالکل صاف کر دی گئی ہے۔ چونکہ پیارے مسیح میں ہمارا ملاپ ہو چکا ہے۔ اب خداوند مسیح ہمیں اپنی لا محدود مہربانیوں کا واسطہ دے کر ہمیں کہتا ہے کہ اس کے حضور اپنے بدن کی ایسی قربانی نذر کریں جو زندہ، پاک اور پسندیدہ ہو۔ جب ہم اپنی سوختنی قربانی کے برّے کے پاک سر پر اپنے ہاتھ رکھتے ہیں تو ہم یہ جانتے ہیں کہ اُس میں ہم خدا کے لئے راحت انگیز خوشبو ہیں یعنی مکمل فرمانبرداری، مکمل تقدیس اور مکمل قربانی کی راحت انگیز خوشبو۔ اور یہ ایسی چیز ہے۔ کہ ہم نہ ہی اس میں کوئی اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس میں سے کچھ نکال سکتے ہیں۔ یہ کیسی قوت ہے۔ یہ کیسی ترغیب اور کیسا مکمل اطمینان ہے! اس کا اطمینان کامل ہے۔ یہ ایسی راحت انگیز قربانی کی خوشبو ہے جو آگ میں جلائی جاتی ہے۔ ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم اس میں جلتے رہیں۔ کیا ہم اس پر بھروسہ نہیں رکھ سکتے؟ کیا ہم اُس کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں ہیں؟ آؤ اُس کو سب کچھ دے دیں۔ ’’دینا لینے سے مبارک ہے‘‘۔ خُدا خوشی سے دینے والوں کو پیار کرتا ہے۔ آؤ اس کے ساتھ ایسے سمندروں کو اتھاہ گہرائیوں میں اُتر جائیں جہاں ابھی انسان نہیں پہنچے۔ جو لوگ طوفانی سمندروں میں جہاز رانی کرتے ہیں وہ حضور بادشاہ سلامت کا حکم بجا لاتے ہیں۔ وہ بلا حیل وحُجّت اس کا فرمان بجا لاتے ہیں۔ جارج وائٹ فیلڈ نے کہا تھا۔

’’میں اس کے لئے شہید ہوتا ہوں جس نے میری خاطر صلیب پر اپنی جان دی۔ میں آنکھیں بند کر کے اُس کی طرف جا رہا ہوں۔ اور میرا ایمان ہے کہ اُس کے بازوؤں میں مجھے پناہ ملے گی‘‘۔

کوریا کی بہادر خاتون مس اہن سات (۷) سال تک جاپان کی قومی مجلس میں شرکت اور مسیحی ایذارسانی کے خلاف خُدا سے حُجّت کرتی رہی کیونکہ مسیحی لوگ شنٹو کے بُت خانوں میں بُتوں کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتے تھے۔ جب اُس نے آخرکار خدا کی آواز کو سننے کا عہد کیا تو اس نے اپنا سارا مال ومتاع فروخت کر دیا اور ٹوکیو جانے کا ٹکٹ خریدا تاکہ وہ حکم کی تعمیل کرے اور وہاں اپنی جان عزیز جان آفرین کے سپرد کر دے۔ ہم کہتے ہیں کہ ’’تقدیس

خدمت اور قربانی کے لئے ہے۔ لیکن مس آہن کے لئے دونوں باتیں تھیں۔ اُس نے مرنے کی خاطر یہ سفر اختیار کیا۔ اُس نے جاپان جانے کا ایک طرف کا ٹکٹ خریدا اور واپسی کا ٹکٹ نہ لیا۔ وہ واپس نہیں آنا چاہتی تھی۔ محبت نے اُسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ حکم کی تعمیل کرے، جاپان پہنچے، خدمت سرانجام دے اور اگر ضرورت ہو تو اپنی جان تک قربان کر دے۔ کلوری ایسی دلکش ہے کہ بڑی دیر تک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم موت کی طرف جا رہے ہیں اور بھوک ایسی شدت کی ہے کہ وہ اس قربانی کو چٹ کرنے کے لئے تیار ہے۔ آہ! حقیقت میں یہی زندگی ہے یہی کثرت کی زندگی ہے۔ جو زندگی مسیح کے ساتھ خدا میں پوشیدہ ہے۔ "جو بھی مجھے کھائے گا۔ میرے سبب سے زندہ رہے گا"۔

لیکن ایک پہلو اور بھی ہے جو نہایت ہی اہم ہے فرانسس رڈلے ہیور گل نے کہا ہے۔

"ایک لحاظ سے مکمل تقدیس ایک لمحے کا کام ہے۔ مگر دُوسرے لمحے میں مدت العمر (ساری عمر) کا کام ہے۔ اگر تقدیس حقیقی ہے تو مکمل ہے۔ لیکن اگر یہ حقیقی تقدیس ہے تو ہمیشہ نامکمل رہتی ہے۔ یہ سکون کا مقام ہے۔ لیکن اس میں ابدی ترقی موجود ہے"۔

ہمیں فریب نہیں کھانا چاہیے۔ ہمیں زبور نویس کے ساتھ یہ کہنا چاہیے "یہوواہ ہی خدا ہے اور اسی نے ہم کو نور بخشا ہے۔ (تبدیلی) قربانی کو مذبح کے سینگوں سے رسیوں سے باندھو" (تقدیس)۔ اس قسم کی تقدیس کے لئے ہمیں اپنا سارا اثاثہ اور مال و متاع قربان کرنا پڑے گا۔ چونکہ ہم آگ سے ڈرتے ہیں اور ذبح کرنے والی چھری کا ہمیں احساس ہے ہم بار بار چلا اُٹھیں گے۔ "اے مبارک منجی مجھے قربانی کی طرح اپنی محبت کی رسیوں سے باندھ لے مبادا میں شرمندگی سے اپنی روش کو ختم کروں۔ میں کسی اور جگہ گوشت کی تلاش نہ کرؤں میری نذر سوختنی قربانی کا ہدیہ ہے۔ وہ بے عیب ہدیہ ہو۔ وہ ہمیشہ کی سوختنی قربانی ہو۔ مجھے اپنی جان بچانے کے لئے صلیب سے نیچے نہ اُترنے دے۔ مجھے اپنی رسیوں سے کلوری کے ساتھ باندھ دے۔ کلوری ہمیشہ کی آتشین قربانی ہے"۔

ایک مشنری دوست اپنے علاقے میں واپس آیا۔ وہ نئے سرے سے مسح ہونا چاہتا تھا۔ وہ کہتا ہے۔ "خدا نے میرے دل کو اور میرے مال و متاع کو اچھی طرح جانچا تاکہ دیکھے کہ کیا کوئی چیز مجھے اُس سے زیادہ پیاری تو نہیں ہے"۔ "کیا تو مجھے اُن سے زیادہ پیار کرتا ہے"؟ اس کا مطلب ہے کہ کیا میں اپنی رفیقہ حیات (بیوی) اور اپنے بیٹے کو اس سے زیادہ پیار کرتا ہوں۔ میں ہچکچایا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے موت کے وارنٹ (پروانہ تقرر) میرے سامنے رکھ دیئے ہیں تاکہ میں اس پر اپنے دستخط کرڈوں۔ میرے دل میں خوف ناک کشمکش تھی کیونکہ سر تسلیم خم کرنے کا مطلب موت تھا۔ بڑی لمبی کشمکش کے بعد اُس کے فضل سے میں نے اس کی مرضی کے سامنے اپنا سر جھکا دیا اور میرے دل میں پوری اُمید تھی کہ اب اُن کی زمینی زندگیوں کا خاتمہ ہے۔ چند دنوں کے بعد میں اپنے جاپانی گھر میں اکیلا واپس آ رہا تھا۔ میرے دل میں ایک خیال آیا "میرا بیٹا بیمار ہے"۔ جب میں گھر سے چلا تھا تو وہ بالکل تندرست اور صحیح و سالم تھا۔ جب میں گھر پہنچا تو میری بیوی میرے استقبال کو آگے بڑھی اور کہنے لگی "گارڈن بیمار ہے"، میں نے کہا میں اس بات کو جانتا تھا۔ آخر کار وہ بات ہو کہ رہی۔ تب درد والم کی کشمکش شروع ہوئی۔ "کیا تو مجھے اپنے بیٹے سے زیادہ پیار کرتا ہے"؟ لیکن میں نے فتح حاصل

کرتی تھی۔ پس میں الوداع کہنے کے لئے اپنے بیٹے کے پاس گیا۔ میرا دل غم سے نڈھال تھا۔ میرا بیٹا بستر پر لیٹا ہوا تھا اُس کا چہرہ زرد تھا اور اُس تکیے پر سر رکھا ہوا تھا۔ وہ بے حد بیمار اور نحیف و نزار (کمزور) تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ راضی برضا ہونے کا یہی مطلب ہے کہ موت کو بھی خندہ پیشانی سے لبیک کہا جائے۔ میں نے پورے دیانت دار دل کے ساتھ خدا سے کہا۔ ''تیری مرضی سب سے افضل ہے۔ اور میں دنیا کی ہر ایک چیز پر تیری مرضی کو ترجیح دُوں گا''۔ اس کے بعد پھر کیا ہوا؟ میرے ساتھ بھی اُسی طرح کا واقعہ پیش آیا جیسا ابرآہام کے ساتھ ہوا تھا۔ جب وہ اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے موریآہ کے پہاڑ پر آیا۔ خدا نے ابراہام کو اس کا بیٹا دے دیا اور مجھے میرا۔

''قربانی کو مذبح کے سینگوں سے رسیوں سے باندھو''

باب ہفتم

صلیب اور مصلوب

ایک نوجوان جوڑے کی زندگی بڑی اجیرن (ناگوار) تھی۔ اُن میں ہر وقت جوتم پیزار (لعن طعن، لڑائی جھگڑا) رہتی تھی۔ اُن کی خانہ آبادی خانہ بربادی ثابت ہوئی۔ ایک دن وہ میاں بیوی کشتی رانی کے لئے گئے۔ نوجوان نے جان بوجھ کر کشتی اُلٹ دی اور اپنی بیوی کو ڈبو دیا۔ لیکن قانون نے اُسے آڑے ہاتھوں لیا اور اُسے اِس جرم کا مرتکب ہونے کی وجہ سے موت کی سزا ہوئی۔ پھانسی دیئے جانے سے ایک رات پیشتر اس کے باپ کو اس کے ساتھ اکال کوٹھڑی میں ٹھہرنے کی اجازت ملی۔ اگلی صبح سرکاری آدمی اُسے پھانسی دینے کے لئے لے چلے۔ چند لمحوں کے بعد انہوں نے شکستہ دل بوڑھے باپ کو بلایا۔ جب وہ اپنے بیٹے کی بے جان لاش کے پاس آیا تو اُس نے کہا ''اے کاش میں اپنی زندگی تجھ میں ڈال سکتا تاکہ تم وہ بن سکتے جس کا میں نے ارادہ کر رکھا تھا''۔ اسی طرح مسیح کے پاس میرے لئے کثرت کی زندگی ہے۔ وہ آرزومند ہے کہ میں اس کی الٰہی فطرت میں شریک ہو جاؤں میں اُسی قسم کا مسیحی بن جاؤں جیسا وہ چاہتا ہے۔ اس کام کے لئے اُس نے فرشتوں کی فطرت اختیار نہ کی بلکہ وہ ابراہام کی نسل میں آیا۔ وہ میری ہی صورت اور شکل بن گیا ۔اُس نے میری انسانیت کی مشابہت اختیار کرلی۔ ہاں وہ میرے ہی مشابہ بن گیا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ قتل گاہ میں لے گیا۔ وہ میری موت مرا۔ اس کی موت کی وجہ سے گناہ کا مجھ پر کچھ اختیار نہ رہا۔ یا جیسا پولس رسول کہتا ہے۔ ''گناہ کے اعتبار سے راستباز ٹھہرا''۔ مسیح کے مردہ جسم کی وجہ سے گناہ کا اختیار اور طاقت جاتی رہی۔ ''میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہو چکا ہوں۔ اب گناہ کا مجھ پر اختیار نہیں ہے''۔ پس خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ''گناہ تم پر بادشاہی نہ کرے گا''۔ میں مسیح مصلوب میں مر چکا ہوں۔ مردوں میں سے زندہ مسیح میں میں مردوں میں سے جی اُٹھا ہوں۔ اُس کے جی اُٹھنے میں اس کی موت کا ہر ایک نشان ہے۔ اگر وہ نہ مرتا تو وہ کبھی مردوں میں سے نہ جی اُٹھتا۔ اب وہ مصلوب کی حیثیت سے زندہ ہے تاکہ اپنی قدرت والی موت کی طاقت کو بیکار کر دے۔ اب میں مسیح میں شامل ہوں۔ اس میں ایسا پیوند ہو چکا ہوں جیسا شاخ انگور کے درخت میں پیوند ہوتی ہے۔ ''جو خداوند کی صحبت میں رہتا ہے وہ اس کے ساتھ ایک روح ہوتا ہے''۔ آدم اوّل کے ساتھ میرا تعلق ہے۔ کیا اُس کی فرمانبرداری کی وجہ سے موت کے اثرات مجھ میں بھی سرایت کر گئے ہیں؟ اسی طرح سے یہ سچ ہے کہ چونکہ مسیح کے ساتھ میرا زندگی کا تعلق ہے لہٰذا اس کی موت سے فرمانبرداری مجھ میں اثر کرتی ہے۔ خُداوند مسیح مر گیا۔ لیکن گناہ کی خاطر نہیں مرا گناہ کے اعتبار سے مرا۔ خداوند مسیح نے اپنی جان دے کر گناہ کی طاقت کو بالکل ختم کر دیا۔ صلیب کی روشنی میں گناہ کی بادشاہی نہیں ہے۔ مسیح کے ساتھ اپنے زندہ رشتہ کی وجہ سے میں آزمائش میں نہیں گروں گا۔ میرے اس انکار میں مردوں میں سے جی اُٹھے ہوئے خداوند کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح اپنی مصلوب مردوں میں سے جی اُٹھی ہوئی زندگی مجھے دینے کے لئے تیار ہے۔ وہ ایک دل شکستہ باپ سے بھی زیادہ اس امر کا آرزومند ہے کہ مجھے وہ زندگی ملے جو تمام آزمائشوں میں وفادار رہے۔

اگر کوئی قاتل عین موقع پر پکڑا جائے تو رومی قانون میں ایسے مجرم کے لئے بڑی عبرت ناک سزا تھی۔ قاتل کو مقتول کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا۔ حتّٰی کہ قاتل سسک سسک کر مر جاتا تھا۔ صرف مر کر وہ مقتول کی لاش سے چھٹکارا حاصل کر سکتا تھا۔ اسی طرح مسیح نے موت سے زیادہ مضبوط محبت کی رسیوں سے مجھے اپنے ساتھ باندھا اور مجھے اپنے ساتھ صلیب پر لے گیا۔ جہاں میں اس کے ساتھ مر گیا۔ مسز پین لوئیس نے ایک مشنری کی زبانی بتایا ہے۔ کہ اسے ایک خواب آیا جس سے وہ بہت متاثر ہوا۔ یہ مسیح کی صلیب تھی۔ تاہم جس جس سے خون بہ رہا تھا وہ منجی کا نہ تھا۔ یہ بہت ہی بد صورت بے حد گندی اور قابل نفرت چیز تھی۔ وہ اسے سمجھنے سے قاصر تھا۔ یہ کیا چیز تھی جس نے اسے اتنا خوفزدہ کر دیا؟ اس کے بعد جب اس نے مشابہت کا پیغام سُنا اور اُس نے محسوس کیا کہ وہ مسیح کے ساتھ مصلوب ہو چکا ہے تو روح نے اُسے بتایا کہ خواب والی وہ گندی چیز وہ خود تھا۔ ہم محض زبانی طور پر یا اپنا ارادہ ظاہر کرنے سے مسیح کے ساتھ اس کی موت اور مرُدوں میں سے جی اُٹھنے میں شامل ہونے کے تجربہ کی سچائی نہیں معلوم کر سکتے۔ مسیح کی موجودگی کے حاصل کرنے کے محض ارادے سے ہی اس زندگی کی تقلید نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی اس طرح سے اس زندگی کو اپنایا جا سکتا ہے۔ تقلید کا فائدہ نہیں، جسم کی نئی موت کے ذریعہ سے رُوح کی زندہ شراکت کی ضرورت ہے۔ جب تک میں مسیح کی موت میں شریک نہیں ہوں میں مصلوب کی زندگی میں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ مجھ میں نئی زندگی ہے۔ کیونکہ میں نے پرانی زندگی کو صلیب پر چڑھا دیا ہے۔ میں سب کچھ اس کی موت کی طاقت کے سامنے جھکاتا ہوں۔ ہم ''اُس کے جی اُٹھنے کی مشابہت سے بھی اُس کے ساتھ پیوستہ ہوں گے''۔ کام اور کوشش کرنا اور یہ تصور کرنا کہ ہم صلیب پر ہیں آسان ہے۔ ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ اور پاؤں میں کیل ٹھونکے جا رہے ہیں۔ یوں ہم اس کی موت کے اثرات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ نفس کی یہی سب سے بڑی حماقت اور بے ہودگی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو مسیح کی موت کا خیال نہیں کرتے۔ وہ مسیح کی طرح زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کی مثال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ وہ صلیب جس میں مسیح نہ ہو پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں کے لئے بے فائدہ ہے۔ لوگ مسیح کے نمونہ پر چلنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی گفتار اور رفتار میں ''مسیح کی طرح'' بننا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ مسیح جو صلیب کے بغیر ہو وہ اپنے ساتھ ہمارا ملاپ نہیں کر سکتا۔ ہم صرف موت کے ذریعہ سے ہی اُس میں پیوست ہو سکتے ہیں۔

صلیب بے مسیح مرے لئے پناہ گاہ نہیں

مسیح بے صلیب منجی اور شاہراہ نہیں

صلیب پر جو مر گیا میرا وہی حبیب ہے

لیکن مسیح مصلوب میں جب مسیحی کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ مسیح ہی ہمارا سب کچھ ہے۔ اکثر اوقات ایک مسیحی کی زندگی بُرے دُکھوں میں سے گزرتی ہے۔ اسے شکست اور مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں وہ خوشی خوشی مسیح کے ساتھ مصلوب ہونے کے لئے رضامند ہوتا ہے۔ اپنے نفس کی نہ ماننا مشکل ہے۔ جب تک گناہ سے بیزار ہو کر ہمارے مرنے کی نوبت نہیں پہنچتی گناہ کے اعتبار سے اپنے آپ کو مرُدہ شمار کرنے کے لئے ہمیں بڑی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ہم مختلف قسم کی صلیبیں اُٹھاتے ہیں لیکن اُن کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ نفسانی خواہشات بڑی

مشکل سے مرتی ہیں۔ نفس کی مردہ لاش کی غلامی اور حلقہ بگوشی سے ہم چلااُٹھتے ہیں "ہائے میں کیسا کم بخت آدمی ہوں اس موت کے بدن سے مجھے کون چھڑائے گا"۔ اس قسم کے لمحات میں خُداوند مسیح ہمارے اوپر جھکتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اے میرے بیٹے اُٹھ! مجھے مرُدوں میں سے جی اُٹھی ہوئی ہستی کی روح کو اپنے میں داخل کرنے دے تاکہ تم "حقیقت میں آزاد ہو جاؤ"۔ گناہ اور موت کی شریعت سے آزاد ہو جاؤ۔ تم وہ سب کچھ کرنے کے لئے آزاد ہو جاؤ جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ یہ وعدہ کتنا مبارک ہے کہ "اگر اُسی کا روح تم میں بسا ہوا ہے جس نے یسوع کو مرُدوں میں سے جلایا تو جس نے مسیح یسوع کو مرُدوں میں سے جلایا وہ تمہارے فانی بدنوں کو بھی اپنے اُس روح کے وسیلہ سے زندہ کرے گا۔ جو تم میں بسا ہوا ہے"۔ اپنے نفس کو صلیب پر کھینچنا مسیحی فتح کی اساس نہیں ہے۔ بلکہ مسیح کے ساتھ اس کو موت اور مرُدوں میں سے جی اُٹھنے میں شریک ہونا مسیحی فتح کی اساس ہے۔ مصلوب اپنی عظیم موت کو حقیقی بنانے کے لئے زندہ ہے۔

ایک مسیحی دولت مند سوداگر کی کہانی بیان کی جاتی ہے۔ کہ اس کا اکلوتا بیٹا تھا جو اسے جان سے زیادہ عزیز تھا۔ وہ لڑکا کا بڑا خوبصورت جوان تھا۔ باپ اپنے بیٹے کی آئندہ کامیاب زندگی کے سہانے خواب دیکھا کرتا تھا۔ ایک رات ایک آوارہ اور اوباش لڑکا اُن کے گھر میں چوری چوری داخل ہوا اور اس نے اس کے بیٹے کو قتل کرنے کی نیت سے اُس پر حملہ کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لڑکا جانبر نہیں ہو گا۔ لیکن جب اُسے ہوش آیا اور وہ اپنے حملہ کے متعلق باتیں سننے کے قابل ہوا تو اُسے اُس لڑکے کی تصویر دکھائی گئی جس نے اُسے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نوجوان کی جوانی کو دیکھ کر اُس کا دل بے تاب ہو گیا اس کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کسی نہ کسی طرح حملہ کرنے والے لڑکے کو اس مجرمانہ زندگی بسر کرنے سے بچایا جائے۔ آخر کار باپ اس بات پر رضامند ہو گیا کہ اُس جوان مجرم کو اپنے گھر میں متبنیٰ (لے پالک) کی حیثیت سے رکھ لے اور اسے اپنے حقیقی بیٹے کے ساتھ جائیداد کا بھی وارث بنا دے۔ بڑی مشکل کے بعد اس نوجوان مجرم کو ان کی خلوص نیت کا یقین ہوا۔ آخر کار اس نے اُن کی بات مان لی۔ پرانی بُری عادتوں نے اس پر اتنا قبضہ جما رکھا تھا۔ کہ کبھی کبھی وہ بدی کا مرتکب ہو ہی جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باپ بڑا مایوس ہوا۔ لیکن ان باتوں کے باوجود بھی باپ بیٹا دونوں اس سے بڑی مروّت سے پیش آتے تھے۔ ایک دن باپ بڑا ہی مایوس تھا۔ وہ اسی حالت میں اس مجرم لڑکے کے کمرے میں گیا اور وہاں اس نے اپنے عزیز بیٹے کی تصویر دیکھی۔ اس نے اس تصویر کو اُٹھایا۔ اور اسے اچھی طرح سے دیکھا۔ تصویر پر نشانات لگے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اسے بار بار کسی نے اپنے ہاتھوں میں لیا ہے۔ اس تصویر کی دوسری طرف یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ "آہ! میں بھی آپ کی طرح بننا چاہتا ہوں کیونکہ آپ نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں کبھی نیک نہیں بن سکوں گا"۔ باپ کے دل میں اُمید کی کرن روشن ہوئی۔ جب یہ مجرم لڑکا نیک بن گیا۔ تو اس باپ کی مساعی ثمر بار (کوشش پھل دار) ہوئیں۔ کیا آپ نے کبھی مسیح کی مانند بننے کی آرزو کی ہے؟ کیا آپ نے اُس کی طرح بننے کے لئے آہیں بھری ہیں؟ کیا آپ نے خداوند یسوع سے کہا ہے۔ "آہ! میں بھی تیری طرح بننا چاہتا ہوں کیونکہ تو نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں کبھی نیک نہیں بن سکوں گا"۔ میرے عزیزو! خداوند مسیح کے ساتھ اپنی موت اور مرُدوں میں سے جی اُٹھنے کی شراکت کا خیال کیا کرو۔ وہ ایمان جو خداوند مسیح پر ہے۔ اس کی وجہ سے تمہارا ملاپ اس کے ساتھ ہے۔ جہاں تک جذبات کا تعلق ہے بلا سوچے سمجھے ایمان کے ساتھ مسیح پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس کے ساتھ حقیقی ملاپ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اپنی زندگی اس میں پیوست کر دو۔ اور خداوند مسیح کو اپنی زندگی، اپنی روشنی، اپنی فتح، غرض یہ کہ اپنا سب

کچھ بننے دو۔ یاد رکھو کہ تمہارا زندہ مصلوب آسمان میں ہے۔ سر اور اعضاء سب ایک ہوتے ہیں۔ یہ اس زندگی کی ایک حقیقت ہے۔ میں اور آپ ''اس کی ہڈی میں سے ہڈی ہیں''۔ تم اس ملاپ کے بندھن میں ایسے باندھے جاؤ کہ پھر تم پُرانے انسان نہ رہو۔ اس جگہ ریاضی کے اصول صحیح نہیں اُترتے۔ عام بات ہے کہ ایک اور ایک دو ہوتے ہیں۔ لیکن خدا میں ملاپ سے ہم ایک ہی رہتے ہیں۔ ''وہ دونوں ایک تن ہوں گے''۔ اور پولس رسول کہتا ہے۔ ''یہ بھید تو بڑا ہے لیکن میں مسیح اور کلیسیاء کی بابت کہتا ہوں'' (افسیوں ۵: ۳۱)۔ اور ''کیونکہ جس طرح بدن ایک ہے۔ اور اس کے اعضا بہت سے ہیں اور بدن کے سب اعضاء گو بہت سے ہیں مگر باہم ملا کر ایک ہی بدن ہیں اسی طرح مسیح بھی ہے'' (۱۔ کرنتھیوں ۱۲: ۱۲)۔ اگسٹین کہتا ہے کہ

''مکمل مسیح میں سر اور بدن شامل ہے''۔

مارٹن لوتھر نے یہ عملی نظریہ پیش کیا۔

''جس لمحہ میں مسیح اور اپنے آپ کو دو خیال کرتا ہوں میں ختم ہو جاتا ہوں''۔

آؤ تجربہ کے طور پر مسیح میں ایک ہو جائیں تاکہ ہم منادی خدمت اور نظریے میں ایک ہوں۔ یعنی مسیح میں ایک ہوں۔ یعنی ہم ''یک جان دو قالب'' ہوں۔

ڈاکٹر اے۔ ٹی پیرسن کہتا ہے۔

''میں ایک خاتون کے ہاں اس کی بزرگ اور فرشتہ سیرت والدہ کی وفات پر ماتم پُرسی کے لئے گیا۔ وہ مجھ سے مسکرا کر کہنے لگی۔ چالیس برس سے میری ماں روحانی طور پر آسمان میں تھی''۔

اس کی یہ بات سن کر مجھے گولڈ سمتھ کے یہ اشعار یاد آئے۔

وہ کوہِ گراں جس سے ہیبت ہے طاری — وہ وادی میں طوفان سے کھیلتا ہے

سحابی فضائیں مگر چوٹیوں پر — ازل کا جو ہے نور وہ پھیلتا ہے

ہمارا زمینی گھر اگ اُونٹ کٹاروں اور کانٹوں میں گھرا ہو تو کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ ہم پر نورِ ازل چمکتا ہے۔ ہماری ''زندگی مسیح کے ساتھ خدا میں پوشیدہ ہے'' (کلسیوں ۳: ۳)۔ میں اور وہ دونوں ایک ہیں۔ ''جیسا وہ ہے (اپنے جلال میں) ویسے ہی دُنیا میں ہم بھی ہے'' (۱۔ یوحنا ۴: ۱۷)۔ ایک مدرسہ الٰہی کے گریجویٹ کی چھٹی کا تھوڑا سا حصہ نقل کرتے ہیں جو اس سچائی کو واضح کرتا ہے ''میں خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے مجھ پر ظاہر کیا کہ فضل کے وسیلہ سے اس کا تمام مال میرا ہے جو مسیح کی موت اور مردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب سے کامل ہوا ہے۔ میں بڑی مدت تک جدوجہد کرتا رہا تا کہ مجھے وہ جگہ مل جائے جہاں اس ہمیشہ رہنے والی زندگی کے نشیب و فراز نہ ہوں۔ میں خلوص دل سے فتح مند مسیحی زندگی کی آرزو کرتا رہا

۔لیکن جتنی زیادہ میں نے اس کے حاصل کرنے کی کوشش کی اتنی ہی میری زندگی اجیرن ہوگئی۔ میں نے دُعاو فرمانبرداری، ارادوں اور وعدوں سے اسے حاصل کرتے کی کوشش کی لیکن سب بے سود ثابت ہوا۔ میں مسیح پر ایمان کے وسیلہ سے گناہ کے جرم سے بچار ہا۔ میں کیوں اتنا احمق تھا کہ میں نے خیال کر لیا کہ اعمال کے ذریعہ سے میں گناہ کی طاقت سے بچ جاؤں گا؟ مجھ پر یہ حقیقت ظاہر نہ ہوئی کہ میں صرف مرُدوں میں سے جی اُٹھنے والے مسیح پر ایمان لانے سے بچ سکتا ہوں۔اس سال ماہ جنوری میں خداوند مسیح کے ساتھ میری موت کی مشابہت کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہوئی۔ میرا یقین ہے کہ پولُس رسول کے الفاظ کے معانی پہلی مرتبہ پر واضح ہوئے۔ خدا نہ کرے کہ میں کسی چیز پر فخر کروں۔ سوا اپنے خداوند یسوع مسیح کی صلیب کے جس سے دنیا میرے اعتبار سے مصلوب ہوئی اور میں دُنیا کے اعتبار سے۔ میں صلیب کی وجہ سے خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جب گناہ کی بیڑیوں کو اتارنے کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں تو صلیب کے ذریعہ سے میں نے گناہ کی طاقت پر فتح پائی جب تمام چیزیں بے سود ثابت ہوئیں تو موت نے مجھے رہائی بخشی''۔

باب ہشتم

صلیب اور نفس

دُنیائے کلیسیائے پروفیسروں اور خادمانِ دین سے بھری پڑی ہے۔ سنڈے سکولوں کے اُستاد، مبشر اور مشنری صاحبان جنہیں روح کی نعمتیں ملی ہیں۔ وہ عوام کے لئے خوشخبری کا پیغام لاتے ہیں۔ لیکن اُن کے دل میں اس دُنیا کی تمام خواہشات بھری ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مسیح کی خاطر سب کچھ چھوڑ کر یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ پُرانے زمانے کے شاگردوں کی طرح مسیح کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اُن کی شخصی زندگی کی گہرائیوں میں نفس کی تمام بُری خواہشات پوشیدہ ہیں۔

یہ لوگ شاید تعجب کرتے رہتے ہیں کہ انہیں اپنے زخم خوردہ غرور، زُود رنجی، لالچ پر فتح اور موعودہ، لالچ پر فتح اور موعودہ ''زندگی کے چشموں '' سے محرومی ہے۔ یہ راز بعید از فہم نہیں ہے۔ وہ خفیہ طور پر اور عادتاً اپنے نفس کی پرستش کرتے ہیں۔ یعنی وہ بت پرست ہیں۔ وہ اپنے نفس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ اور اس کا کہا مانتے ہیں۔ وہ اُصول پرست ہیں۔ وہ ظاہری صلیب پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن باطن میں ایک اور دیوتا کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ اپنے ناز ونعمت سے پلے ہوئے اپنے پیارے نفس کی خدمت میں مگن رہتے ہیں۔ یہ ظاہری صلیب گناہ کی سزا کی قیمت ہے یعنی یہ عوضی موت ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ مسیح نے اس کام کو ''پورا'' کیا ہے۔ لیکن وہ صلیب کے ظاہری اور باطنی بھید کو نہیں جان سکتے۔ اس صلیب کی یہ گہرائیاں جن کا تعلق باطنی زندگی سے ہے۔ اُن سے پوشیدہ ہیں لیکن ''جب تک مسیح تم میں باطنی طور پر اپنی صلیب کے اثرات پیدا نہ کردے جو تمہارے نفس سے تمام شیفتگی اور والہانہ محبت کا خاتمہ کردے اور محبت کے گہرے رشتے سے خدا کے ساتھ ملاپ نہ کردے۔ تمہیں ہزار ہا بہشت اطمینان اور راحت نہیں عطا کر سکتے''۔

خُداوند! غلام نفس ہوں آزاد کر دینا

سکوں ناآشنا ہوں تو میرا دل شاد کر دینا

میرا یہ نفس میری ذات کا ہے دُشمن جانی

بنا یہ دوست جس کا وہ ہوا وقفِ پریشانی

لیکن ایک ہے جو مشکلوں میں کام آتا ہے

مری خاطر مرا بار گراں وہ خود اُٹھاتا ہے

میرا منجی مجھے آزاد کرتا ہے گناہوں سے

بڑھا جاتا ہوں منزل کی طرف پُر خوف راہوں سے

انسان اپنے اصلی گھر سے جہاں خدا اُس کی روشنی اور زندگی تھا خدا اس کی زندگی کا سانس اور اس کی دُنیا کا مرکزی آفتاب تھا۔ کبریا کے اسی پوشیدہ مقام سے اس نے اپنی رشتہ توڑ لیا اور وہ نفس کی مملکت میں کُود پڑا۔ اور وہ ایسی تاریکی میں پہنچ گیا جو انسان کو خدا سے بالکل جدا کر دیتی ہے۔ یوں خدا کو زندگی میں سے خارج کر دیا گیا ہے۔ نفس نے تخت کو غصب (زبردستی قبضہ) کر لیا ہے۔ اور یہ ایسا غاصب (حق مارنے والا) ہے جو تخت سے کبھی دست بردار نہیں ہوتا۔ نفس ایک نیا اور کاذب (جھوٹا) مرکز ہے۔ جسے انسان نے اپنا لیا ہے۔ وہ اپنے آپ کے سوا کسی دوسری چیز کو پیار نہیں کرتا۔ اس کے کارہائے نمایاں اپنی شُستہ (پاک، دھویا ہوا) صورت میں اس کی پوشدہ نفسانی خواہشات کی گندی دھجیاں ہیں۔ وہ اپنے دائیں ہاتھ سے کام کرتا ہے تاکہ نفس کی تسکین کا بایاں ہاتھ اُسے جان سکے۔ ولیم لا نے کہا ہے کہ

"نفس ہماری گری ہوئی حالت کی تمام بُرائیوں کی جڑ، شاخیں اور درخت ہے"۔

جب قادر نفس تخت سے اُتار دیا گیا تو خدا کیا کر سکتا تھا؟ اسے کوئی تعجب نہ ہوا۔ لیکن اس سب سے بڑے المیے کا کیا سدباب ہو سکتا تھا؟ انسان کو اس ناز و نعمت سے پلے ہوئے نفس کی زنجیروں سے کس طرح سے چھڑایا جا سکتا تھا؟ خدا انسان کو نہ ہی سبز باغ دکھاتا ہے اور نہ ہی اسے مجبور کرتا ہے۔ اس کے آسمانی جلال کی خود بخود پرستش کی جاتی ہے۔ خُدا اپنے الٰہی مقصد یعنی اپنے جلال کو کیسے شکست دے سکتا تھا۔ خدا کی دانش اور علم اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔ صلیب حقیقت میں "خدا کی قدرت اور خدا کی حکمت ہے"۔ کلوری خدا کا کلہاڑا ہے جو نسلِ انسانی کے شجر کی جڑوں پر رکھا ہوا ہے۔ پہلا آدم کاٹ ڈالا گیا اور ایک نیا انسان تخت نشین ہوا۔

خداوند یسوع ایک نئی نسل کا سر ہوا۔ وہ اپنی مرضی سے عرشِ اعظم سے اُتر آیا اور گناہ کا بدن اختیار کیا ہے۔ بے لوث محبت کی رسیوں سے اُس نے ہمیں اپنے ساتھ باندھ لیا اور ہمیں ساتھ لے کر موت کی گہرائیوں میں اُتر گیا تاکہ گناہ کی مزدوری چکا دے۔ اور ہمیں یہ ترغیب دے کہ ہم نفس کی بجائے خدا کو چن لیں۔ اس نے مرنا گوارا کیا۔ یعنی وہ ہماری خاطر ہماری جگہ مرے۔ ہاں وہ ہماری موت مرے تاکہ وہ ہمیں گنہگار نفس سے بچا لے۔

میرے ہم ایمان دوستو! آؤ۔ ابن آدم نے گناہ اُٹھا لیا یعنی ہمارے لئے ملعون بنا۔ وہ سانپ کی طرح اونچے پر چڑھایا گیا۔ آپ اس کی ماں کے ساتھ اس کی صلیب کے پاس کھڑے ہو جائیں۔ ''تیری جان بھی تلوار سے چِھد جائے گی تاکہ بہت لوگوں کے دلوں کے خیال کھل جائیں''۔ (یعنی میرے اور آپ کے دل کے خیال)۔ لیکن کوئی کہے گا کہ خداوند مسیح کو سانپ کے ساتھ کیوں مشابہت دی گئی ہے۔ اُسے کیوں سوسن یا گلاب کے پھول یا کسی خوبصورت چیز سے تشبیہ نہیں دی گئی۔ کیونکہ اس سے اس کے بادشاہ ہونے اور اس کے نجات کے کاموں کا اظہار ہوتا تھا؟ لیکن جب خدا نے گنہگار نفس کی تصویر کھینچنا چاہی تو اس نے غلطی نہیں کی۔ صرف سانپ ہی حقیقت کے مشابہ ہو سکتا تھا۔ یہ چیز مجھ پر ایک بہت بڑی روشنی پھینکتی ہے۔ یہ روشنی میرے رگ و ریشے میں سے گزر جاتی ہے۔ نہ ہی صرف میرے گناہوں کی تصویر بلکہ میرے نفس کی بھی تصویر کھینچ جاتی ہے۔ جو کچھ میرے دل میں ہے۔ اس کی ہو بہو تصویر موجود ہے۔ سچائی اپنے اصلی روپ میں نظر آتی ہے۔ یہ میں ہوں یعنی میرا اپنا نفس ہے۔ ان پردوں کو کیوں اُٹھایا جائے؟ آؤ آؤ اچھی طرح سے صلیب کو دیکھیں۔ اور صلیب سے پیدا ہونے والی تمام باتوں پر قائم رہنے کا اردہ کریں۔

پیلاطس کی کچہری میں کھڑے ہیں کچھ تماشائی

مسیح پاک کے دشمن جنونی اور سودائی

وہ نورِ کبریا، مولائے کل، خیر الوریٰ جس سے

ہیں روشن چاند اور سورج ستاروں نے ضیا پائی

یہودا آہ اس شہ لولاک کو ہے بیچنے والا

کہا پطرس نے ڈر کر میری اُس سے کیا شناسائی

کھڑا ہوں میں بھی اس پر تھوکنے والوں میں شامل ہُوں

اگرچہ میں نے خود دیکھے ہیں اعجاز مسیحائی

وہ کہتے ہیں پیلاطس سے اسے مصلوب کر جلدی

سراسر کفر کہتا ہے نہیں تاب شکیبائی

مجھے محسوس ہوتا ہے میں لعن وطعن کرتا ہوں

مری گستاخیاں ہیں آج محو غوغا آرائی

وہ اس کے ہاتھ اور پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتے ہیں

کہاں ہیں اس کی ذات پاک کے دلدادو شیدائی

ستم گر ہوں میں کانٹوں کا انوکھا تاج لایا ہوں

مرے دل میں پریشان ہیں خیالات من دمائی

مسیح پاک کو لیکن وہ ٹھٹھوں میں اڑاتے ہیں

اگرچہ ذرے ذرے میں ہیں اس کی جلوہ فرمائی

مگر صد حیف جب میں نے بغور اس بھیڑ کو دیکھا

مجھے ہر بے ادب میں اپنی ہی صورت نظر آئی

کیا اس قسم کا اعتراف خوفناک معلوم نہیں ہوتا؟ کیا میں اپنے جرم کا اقرار نہیں کرتا؟ کیا ایسا کرنے کی مجھ میں جرات ہے؟ جب تک میں اقرار نہ کروں انکار نہیں کر سکتا۔ صلیب کے بلند تخت سے پہلے تو میں اُونچے پر اُٹھایا جاتا ہوں تا کہ نفس کا اقرار کروں اور پھر انکار کروں۔ میں دورُخی پالیسی اختیار نہیں کرتا کہ نفس کی بات بھی کروں اور مسیح کی بات بھی۔ مجھ پر لعن طعن ہوتی ہے۔ میں چھوڑا نہیں جاتا۔ مجھے کاٹ کر پھینک نہیں دیا جاتا بلکہ کاٹ دیا جاتا ہے۔ ماضی اور نفس سے میرا تعلق منقطع کر دیا جاتا ہے۔ میں مکمل طور پر لعنتی بن جاتا ہوں۔ کسی دوسرے کی شخصیت میں میں قانونی طور پر قتل ہو چکا ہوں۔ میں مکمل طور پر لعنتی بن جاتا ہوں۔ یہ خاتمہ باعث رسوائی ہے اور ابد تک منقطع ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا عدالتی فِقرے کو میں بلا حیل وحُجّت مانتا ہوں۔ میں مصلوب ہونے کے لئے رضامند ہوں۔ اور اپنے قتل نامہ پر دستخط ثبت کرتا ہوں۔ میں اکیلا مصلوب نہیں ہوں گا۔ اس قسم کا کام عظیم اور الٰہی ہے۔ میں موت کا مزا چکھ چکا ہوں۔ یعنی مسیح کے ساتھ مصلوب ہو چکا ہوں۔ یہ کام ختم ہو چکا ہے۔ اور اب میں خود اپنی موت کی سزا پر دستخط کروں گا۔ جو کچھ خدا نے میرے لئے مقرر کیا ہے۔ میں اس پر راضی ہوں۔ اس کی موت کے وسیلہ سے میں نفس کو تخت سے اُتار دوں گا۔ میں نفس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کروں گا۔ صلیب حقیقت میں خدا کا مسلم الثبوت ہتھیار ہے۔ جب ہم ایمان کے وسیلہ سے اس کے ساتھ شامل ہیں تو مسیح کی موت میں علیٰحدہ کرنے کی طاقت موجود ہے۔ میں ایسی الٰہی موت کے لئے رضامند ہوں۔

اس قسم کی خود انکاری اس رعایت یا اعانت سے قطع تعلق کرنا نہیں ہے۔ بلکہ شجر نفس کی جڑوں پر صلیب کا کلہاڑا رکھنا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ اس درخت سے کاٹ دو۔ خدا یہ نہیں کہتا کہ محض اس کی شاخوں کو تراشو۔ نفس کی تمام راست بازی عزت اور ظاہر داری اور اپنی ذات کی طرف مہلک طور پر مائل ہونا اور اس قسم کی ہزار ہا نفسانی خواہشات کا ظہور اسی شجر نفس کی ہزاروں شاخیں ہیں۔ اگر ہم اس کی شاخوں کو محض تراش دیں تو نفس کی زندگی اس سے بھی بھدی جڑوں کی شکل میں رونما ہو گی اور نفس کا فریسی ایک تناور درخت بن جائے گا۔ اپنی ظاہری شکل و صورت میں وہ بڑا خوبصورت اور قابلِ عزت انسان سمجھا جائے گا۔ لیکن درپردہ اس کے شجر نفس میں کڑوے پھل آئیں گے۔ اور وہ لوگ جو اس کے قرب و جوار میں رہتے ہیں۔ وہ اس کڑوے پھل کی تلخی سے آشنا ہیں۔

لیکن اُمید کی شمع روشن ہے۔ میں مسیح مصلوب میں پیوند ہو چکا ہوں۔ یعنی اس کی الٰہی فطرت میں شریک ہُوں۔ مجھے مصلوب زندگی ودیعت (امانت) ہوئی ہے۔ میرا نفس ہزار ہا شکلوں میں مر چُکا ہے۔ نفس نفس پر غالب نہیں آسکتا لیکن خدا کا شکر ہے کہ خداوند مسیح میرا ہے۔ اور چونکہ میں مسیح مصلوب کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ اس لئے اس کی عظیم موت نے میرے باطن میں صلیب کا عمل شروع کر رکھا ہے۔ جتنا زیادہ میں مسیح مصلوب کے قبضہ و اختیار میں ہوں گا۔ اتنا ہی زیادہ مجھے نفس کے اعتبار سے مر جانا چاہیے۔

ایک شخص نے جارج ملرؔ سے اُس کی بشارتی خدمت کے راز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ "ایک دن ایسا بھی تھا۔ جب میں مر گیا"۔ ایسا کہہ کر وہ اتنا جھکے کہ زمین کو چھونے لگے۔ انہوں نے پھر کہا۔ جارج ملرؔ کے اعتبار سے میں مر گیا یعنی اس کی آراء، ترجیحات، مذاق اور ارادے سب مر گئے۔ میں دُنیا کے اعتبار سے مر گیا۔ یعنی دنیا کی تحسین و آفرین یا نفرت سے میں بے نیاز ہو گیا۔ میں اپنے خویش و اقارب اور عزیز دوستوں کی الزام تراشیوں کے اعتبار سے مر گیا۔ اور اس دن سے میں صرف خدا کی نظر میں مقبول ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔

میں ناچیز ہوں کاملیت تری　　　میرے واسطے ہے رہِ زندگی

تیرے سامنے سر جھکاتا ہوں میں　　　سکوں چین، آرام پاتا ہوں میں

میرا مال و دولت خزانہ ہے تُو　　　میں بیگانہ ہوں پر یگانہ ہے تُو

مجھے فخر ہے تیری ہی ذات پر　　　میں نازاں ہوں یارب تیری ذات پر

مسیحا خداوند میرا بادشاہ　　　ابد تک رہے گا وہ فرماں روا

میں اس کے کرم سے رہُوں شادمان　　　شاہِ انبیاء مجھ پر ہو مہربان

کنگال ہیں۔ نسل آدم کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ یہ خدا کی ضرب کاری ہے۔ جو ہماری انسانیت کا خاتمہ کر دیتی ہے تاکہ ایک مافوق الفطرت زندگی اس کی جگہ لے لے۔ خداوند یسوع اس لئے نہیں آیا کہ وہ ہمیں سیدھا کر دے بلکہ وہ اس لئے آیا کہ جسمانی نقطہ نگاہ سے ملیامیٹ (ختم کر دینا)

کردے۔ وہ ہمیں تراشنے نہیں آیا بلکہ کاٹ دینے کے لئے آیا۔ وہ اس لئے نہ آیا کہ ہم سے کوئی کوم لے بلکہ اُس نے ہماری پُرانی فطرت کو بیکار کردیا۔ صلیب جسم کی تمام رغبتوں کا خاتمہ کردیتی ہے۔ اور الٰہی موت کا مکاشفہ عطا کرتی ہے۔ مسیح خداوند اس لئے نہیں آیا کہ پُرانی مشکوں میں نئی مے بھر دے۔ وہ پُرانے کپڑے میں نیا پیوند لگانے نہیں آیا بلکہ وہ پُرانی انسانیت اور اس کی تمام نفسانی خواہشات کا خاتمہ کرنے کے لئے آیا۔ للہذا خداوند مسیح کے اس حکم کا مطلب کہ "جو میرے پیچھے آنا چاہے۔ وہ اپنی خودی سے انکار کرے اور اپنی صلیب اُٹھائے"۔ یہ ہے کہ ہماری پُرانی اخلاقی اور روحانی میراث جو ہمیں آدم سے ملی تھی۔ جو نفرت انگیز ہے۔ مسٹر ولیم لا نے کہا ہے کہ

"ہماری گری ہوئی حالت کی تمام تر ذمہ دار ہماری خواہشات ہیں۔ ہماری نفسانی خواہشات ہی بدی کا سرچشمہ ہیں"۔

ہمیں یہ چیز یاد رکھنا چاہیے کہ خود انکاری محض اس یا اُس آرام کو چھوڑ دینا نہیں ہے۔ بلکہ جیسا ڈاکٹر اے ٹی پیرسن نے کہا ہے۔

"نفسانی خواہشات کے درخت کی جڑوں پر کلہاڑا رکھنا ہے۔ جسم کی تمام رغبتیں اسی کی چھوٹی بڑی شاخیں ہیں"۔

نفسانی راست بازی، اپنے آپ پر اعتماد نفس پرستی، خود آرائی، اپنی خواہشات کی تکمیل کی دُھن اور فخر اس درخت کی ہزار ہا شاخوں میں سے چند ایک ہیں۔ اور اگر ان میں سے ایک یا دو کو کاٹ دیا جائے۔ تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ ایک دو کو تراشنے سے نفسانی خواہشات میں ایک نئی زندگی دوڑنے لگتی ہے۔ جب تک نفسانی خواہشات کے درخت کی جڑوں پر کلہاڑا نہ رکھا جائے۔ اور ہماری یہ فطرت انسانی، روحانی فطرت کو اپنی جگہ نہ دے دے۔ ہماری تمام نیکیاں محض عادت کی وجہ سے ہیں۔ جو ایک بُری زمین میں جڑ پکڑ چکی ہیں۔

کیا خداوند مسیح میں جڑ پکڑ چکنے کے بعد بھی یہ رجحان نہیں ہے۔ کہ ہم اپنی پُرانی خواہشات کے سرچشموں سے سیراب ہوتے رہتے ہیں؟ ایمان دار کو صلیب ایک قوت بخشتی ہے۔ اس سے مسیحی کو بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔ آیئے اس کی وضاحت کردیں۔ خداوند مسیح نے فرمایا۔ "میں انگور کا درخت ہوں، تم ڈالیاں ہو"۔ کیونکہ میں نسل آدم کی شاخ ہوں اس لئے میں جنگلی پھل لایا۔ اب چونکہ میں مسیح میں شامل ہوں میں اس میں پیوند ہو چکا ہوں ۔ جب میں مسیح مصلوب پر ایمان لایا تو میں کاٹ ڈالا گیا یعنی میرے تمام فطرتی تعلقات منقطع ہو گئے اور میں مسیح یعنی زندہ انگور کے ساتھ پیوند ہو گیا۔ ای۔ جے۔ پیس کہتا ہے۔

"کچھ عرصہ ہوا فلوریڈا میں میرے گھر کے نزدیک سنگتروں کا ایک باغ تھا۔ میں اکثر وہاں جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے باغ کے منتظم سے کہا کہ پیوند لگانے کا طریقہ مجھے بتادے۔ وہ مجھے چھوٹے چھوٹے پودوں کے پاس لے گیا۔ پھر اُس نے ایک ننھے سے پودے سے ایک شگوفے دار شاخ کو کاٹا۔ پھر وہ ایک نزدیکی پودے کی طرف بڑھا اور بلا خوف اس میں ایک صلیب کا نشان بنادیا۔ پھر اُس نے بڑی مہارت سے اس نئی شاخ کو اس میں پیوند کردیا"۔

اسی طرح سے ہم بھی نسلِ انسانی کے درخت سے کاٹے گئے ہیں اور صلیب کے پاس اُس ابدی مسجود میں ۔ پیوند ہو چکے ہیں۔ ایمان اس حقیقت کے ساتھ ہمیں پیوستہ رکھے گا۔ میں مسیح کے ساتھ میراث میں شریک ہوں۔ ہم نے الٰہی فطرت کو حاصل کر لیا ہے۔

ہمارا یہ پیوند ہونا ''فطرت کے خلاف ہے''۔ پیوند کرنے کا عام طریقہ یہ ہے کہ ایک شاخ کاٹ کر ادنیٰ میں پیوند کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ فطرت کے خلاف ہے۔ کہ ہم ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ پیوند کریں۔ جب حقیقی انگور کو مصلوب کیا گیا تو ہم منجی کے زخمی پہلو میں پیوند ہوئے، یعنی ادنیٰ شاخ اعلیٰ درخت کے ساتھ پیوند ہوئی۔ یہ ایک اہم بات بھی ہے جو ''قانون فطرت'' کے خلاف ہے۔ جب شاخ اور انگور آپس میں پیوند ہو جاتے ہیں۔ تو شاخ اپنی اصل کے مطابق پھل لاتی ہے یعنی یہ اُس کی پُرانی فطرت ہے۔ لیکن میں تو آدم میں مر گیا۔ وہ زندگی جو میں نے آدم سے حاصل کی۔ ''موت کے موافق'' پھل لائی۔ خواہش موت پیدا کرتی ہے۔ خدا کے موافق پھل لانے کے لئے خون اور گوشت کی تمام خواہشات کو چھوڑ دینا چاہیے۔

ہمیں اس طبعی زندگی کو فنا کر دینا چاہیے۔ صلیب کے اعتبار سے میں لعنتی ٹھہرا۔ اب روح کے ذریعہ سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ صلیب اسی طرح کہتی ہے، اور مجھے یہ بات تسلیم کرنا ہے۔ مجھے یہ چیز قبول کر لینی چاہیے کہ میں خداوند مسیح کے ساتھ مصلوب ہو چکا ہوں۔ اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح جو مجھ میں زندہ ہے اسی کی مصلوب زندگی کے پھل مجھ میں ظاہر ہونے چاہیں۔ میں اس میں پیوند ہو چکا ہوں۔ مجھ میں راست بازی کے پھل ظاہر ہونے چاہیں۔ یہی روح کے پھل ہیں، ان سے خُدا کا جلال ظاہر ہو اور اُسی کی حمد ہوتی رہے۔

ایمی کار میچل ایک نرس کوہیلا کے متعلق بتاتی ہے۔ کہ ایک دفعہ اسے اپنی ''خودی'' کا احساس ہوا۔ کسی شخص کا قول ہے کہ خدا کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جو وہ اس آدمی کی معرفت کروائے جو اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ اس کام کی وجہ سے کس کی تعریف کرتے ہیں۔ خودی اس چیز کی خواہش مند ہے۔ کوہیلا نے خودی کو چھوڑنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ آزادی سے دُوسروں کی خدمت کر سکے۔ جب خداوند مسیح کسی شخص کی زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہ اُسے پورے طور سے لے لیتا ہے اور جب تک وہ اُس آدمی میں سے اُس کی ''میں'' کو نکال نہیں دیتا وہ آرام کا سانس نہیں لیتا۔ صلیب مجھے خوشی بخشتی ہے۔ میری خودی ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہ پیوند لگانے اور پھل لانے کے قانون کے خلاف ہے۔ خداوند مسیح نے کہا۔ ''تم مجھ میں قائم رہو'' ہماری مسیح کے ساتھ شراکت ہے۔ اس کے بعد خداوند مسیح کہتا ہے ''میں تم میں قائم رہوں''۔ اور تم بہت سا پھل لاؤ۔ ہمیں اپنی ساری زندگی میں مسیح کی پیروی کرنی چاہیے۔

نفس کی سب خواہش اور ساری کاوشیں
چھوڑتا ہوں اے خدا تُو ہو میرا راہنما
وہ مسیح دوجہاں مالک کون ومکان
مر کے پھر وہ جی اُٹھا میرا فدیہ ہے دیا

اُس کی راہوں پر چلوں اُس کو میں سجدہ کروں

نفس کی سب خواہشیں اور ساری کاوشیں

چھوڑتا ہوں اے خدا تو ہو میرا راہنما

آیئے۔اس پیوند ہونے والی شاخ کے متعلق (گلتیوں ۲:۲۰) میں پڑھیئے۔اس آیت کو یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔''میں شاخ ہوں جو اپنے درخت سے کاٹی گئی ہوں۔ میں اپنے دیرینہ تعلقات اور حسب و نسب کے اعتبار سے مصلوب ہو چکی ہوں۔ مجھے بڑی بے رحمی سے علیٰحدہ کیا گیا ہے۔ میں اپنے دیرینہ تعلقات کے اعتبار سے مر چکی ہوں۔ لیکن پھر بھی میں زندہ ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ میں وہی شاخ ہوں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ابھی تک میں وہی ہوں۔ میں زندہ ہوں۔اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مجھ میں کسی اور کی زندگی ہے جو مجھ میں زندہ ہے۔ وہ انگور کے خوشے جو مجھ میں لگے ہیں میرے نہیں ہیں۔ وہ کسی اور کی زندگی کا ثمر ہیں۔ وہ میری پُرانی انسانیت کے خلاف نبرد آزما ہے۔اور وہ مجھ میں اثمر پیدا کر رہا ہے۔تاکہ میں اس عظیم باغبان کا جلال ظاہر کر سکوں۔ نفس نے ان اصُولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ لہٰذا ایف۔ جے۔ ہیوگل آس کی گری ہوئی حالت کے متعلق کہتا ہے۔

> **''ہم نفس کے ایسے غلام ہیں، نفس میں اس قدر لپٹے ہوئے ہیں۔خواہشات سے چمٹے ہوئے ہیں اور جسم کی رغبتوں کے ایسے والا و شیدا ہیں کہ ہماری فطرت کسی طرح سے خدا کی طرف مائل نہیں ہو سکتی جب تک ہم اپنی پُرانی انسانیت کی شدید طور پر مخالفت نہ کریں۔ صلیب کا یہی راز ہے۔ صلیب بُری فطرت کے ساتھ بہت ہی بُرا سلوک کرتی ہے۔ حتیٰ کہ پُرانی زندگی کو قتل کر دیتی ہے''۔**

وہ لوگ جو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ خداوند یسوع مسیح کا خون ہمارے تمام گناہوں کو دھوتا ہے اور ہماری پُرانی انسانیت کا قلع قمع کر دیتا ہے اکثر اوقات اس چیز کے معنی نہیں جانتے کہ مسیح کی وہ زندگی جو ہم میں موجود ہے۔وہی جسم کی تمام خواہشات کی دوا ہے۔ مقدس فرانسس ڈی سیلز کا کہنا ہے کہ

> **''بنی بنائی کاملیت کی تلاش خیالِ خام ہے۔ کاملیت کوئی لباس نہیں ہے جسے فوراً پہنا جا سکتا ہے۔اور وہ پاکیزگی جسے حاصل کرنے کے لئے مصائب کو برداشت نہیں کرنا پڑتا خیالِ خام ہے۔ اگرچہ اس قسم کی پاکیزگی ہماری فطرت کے عین مطابق ہے''۔**

ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم پاکیزگی کا راز معلوم کر لیں تو ہم بڑی جلدی اور آسانی سے مقدس بن جائیں گے۔ ہم اپنی باقی زندگی میں اپنی فطرت میں وہ بد نما داغ اور دھبے معلوم کریں گے۔ جن پر صلیب رکھی جا سکتی ہے۔ کیا قاری نے یہ معلوم نہیں کیا ہے۔ کہ نفس اور گناہ پر کئی فتوحات کے

باوجود ہماری بہت سی پسند اور ترجیحات پر کلوری کی موت کے نشانات ہونے چاہییں؟ فطرت کے پیدائشی نشانات کو کلوری کی موت کے نشانات سے رد کرنا چاہیے۔ آیئے خداوند سے کہیں کہ وہ ہماری پسند کی تمام قدرتی باتوں پر اپنی صلیب کے نشان لگائے۔

مسیح کلوری ہم کو حقیقت آشنا کر دے

شعاعِ نُورِ ایماں سے ہمیں مردِ دُعا کر دے

ہماری آرزوئیں جن پر فطرت ناز کرتی ہے

خدایا نفس کی وہ خواہشیں یکسر فنا کر دے

لیکن خُدا کا شُکر ہے۔ کہ یہ خُود غرضی کی مسیحی زندگی دوامی نہیں ہے کیونکہ خُداوند یسوع نے کہا ہے۔ ''جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوتا ہے۔ اُسے بچائے گا''۔ اس بات سے کونسی چیز اعلیٰ ہے کہ خدا کا بیٹا جو ابدی اور جلالی ہے اور جو تمام چیزوں کا خالق ہے اور ''جس نے مجھ سے ایسی محبت رکھی کہ اپنے آپ کو میری خاطر دے دیا''۔ اس نے اپنے آپ کو خالی کر دیا تاکہ وہ مجھے اپنا بنا کر میرے دل کو اپنی ہیکل بنا لے اور میں زندہ ایمان کی زبان میں کہہ سکوں ''مسیح مجھ میں زندہ ہے''۔ کیا اس نے وعدہ نہیں کیا ''چونکہ میں جیتا ہوں تم بھی جیتے رہو گے''۔ '''تم مجھ میں'' اور ''میں تم میں'' کا یہی راز ہے۔ ڈالی انگور کے درخت میں ہے اور انگور کا درخت ڈالی میں۔ محبت اور آزادی کا یہ کیا شاندار زندگی کا ملاپ ہے۔ میں بھی اس کے ساتھ مرِدوں میں سے جی اُٹھا ہوں اور اس کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوں۔ میں اس ابدی خداوند میں جڑ پکڑ چکا ہوں۔ میری زندگی ''مسیح کے ساتھ خدا میں پوشیدہ ہے''۔

جے۔ گریگوری مینٹل کہتا ہے۔

> **''پرتھ شائر کی وادیوں میں ایک درخت ہے جو ایک پہاڑی سے ہوتا ہوا ایک ندی تک پہنچتا ہے۔ زمین زرخیز نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسی زمین میں یہ درخت پھلتا پھُولتا ہے۔ کچھ مدّت تک یہ درخت نشو و نما نہ پا سکا۔ لیکن آخر کار نباتات کی جبلت کے سبب اِس درخت کی شاخیں ایک چھوٹے سے بھیڑ پُل سے گزر کر ندی تک پہنچ گئیں۔ آہستہ آہستہ اُس نے ندّی کے کنارے میں جڑیں جما لیں اور یوں زمین سے خوراک حاصل کر کے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ اس ننھے سے پُل نے جو کام اس درخت کے لئے کیا وہی کام خداوند کا مردوں میں سے جی اُٹھنا ایماندار کے لئے کرتا ہے''۔**

اگر ہماری زندگی کی جڑیں زندہ خداوند یسوع مسیح میں ہیں تو ہم کو ہمارے خداوند یسوع مسیح کے پہچاننے میں بیکار اور بے پھل نہ ہونے دیں گی۔ کیا ہمیں پھل لانے میں کوشش کرنے کا تلخ تجربہ ہوا ہے؟ ہم نے محنت اور کوشش اور دُعا کی ہے۔ ہم نے خون بھی بہایا ہے۔ لیکن بے فائدہ ہے۔ اِنہی

تمام کوششوں کے باوجود ہماری زندگی کی ندی ہماری اپنی ناپاک خواہشات کی وجہ سے کیچڑ سے اٹی پڑی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خداوند مسیح میں کاملیت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اس کاملیت کو کس طرح حاصل کریں؟ ہڈسن ٹیلر کے الفاظ میں ہم کہتے ہیں۔" مجھے اچھی طرح سے علم تھا کہ جڑ میں کثرت کی کاملیت ہے، لیکن سوال یہ تھا کہ میں ننھی سی ڈالی میں اسے کس طرح سے حاصل کروں"۔مایوسی کے اس حقیقی غلبہ میں ہم چلاٗاُٹھتے ہیں"ہائے میں کیسا کم بخت آدمی ہوں اس موت کے بدن سے مجھے کون چھڑائے گا"؟ خدا کا شکر ہو کہ ایک الٰہی اور طاقت ور زندگی موجود ہے جو ہمیں آزاد کر سکتی ہے۔"اپنے خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ سے خدا کا شکر کرتا ہوں۔ غرض میں خود اپنی عقل سے تو خدا کی شریعت کا مگر جسم سے گناہ کی شریعت کا محکوم ہوں۔۔۔ کیونکہ زندگی کے روح کی شریعت نے مسیح میں مجھے گناہ اور موت کی شریعت سے آزاد کر دیا"۔

حقیقی قوت، حقیقی راحت خُودی کے پندار میں نہیں ہے

خودی کی حرص وہوا و لیکن مسیحی کردار میں نہیں ہے

خُودی خودآرا، نفع پرستی ہے زر کی اُلفت شعار اس کا

یہی ہے انسانیت کی دُشمن ہے رہزنوں میں شمار اس کا

صلیب پر تم خود کو کھینچو مسرتوں کا ملے خزانہ

وہ کس طرح سوگنا پھلے گا، ملے گا مٹی میں جو نہ دانہ

باب دہم

صلیب اور دو فطرتیں

ڈی۔ایم۔پینٹن نے کہاہے کہ

"اگر کسی وحشی آدمی کو پنجرے میں بند کر دیا جائے تو جب تک وہ اکیلا ہے وہ بڑا ہی حلیم الطبع، تربیت پذیر، خاموش اور نہایت مہذب اور صاحب شعور نظر آتا ہے۔ اگر وہ پنجرہ میں اکیلا ہے تو وہ اپنی مرضی کے تابع ہے۔ وہ اپنی من مانی کرتا ہے۔اور بڑا پُر امن ہوتا ہے۔ لیکن دروازہ کھول کر اس پنجرے میں ایک مہذب آدمی کو دھکیل دیجئے اور پھر دیکھیئے۔ وحشی آدمی کا چہرہ متغیر (بدلا ہوا) ہو جائے گا۔ ایک غصے کی لہر اُس کے چہرے کو سیاہ کر دے گی۔ اور وہ دفعتہً پنجرے میں داخل ہونے والے آدمی پر پل پڑے گا۔اور پھر دونوں گتھم گتھا ہو جائیں گے"۔

ایک دفعہ میرے ایک رفیق کار نے مجھ سے کہا "جب تک میں نے نئی زندگی حاصل نہ کی مجھے معلوم نہ ہوا کہ مجھ میں غصہ ہے"۔ اس وقت تک اس کے اپنے گھر کے لوگ اس کے خلاف نہ تھے۔ نفس نے اُس پر اپنا قابو جمار کھا تھا۔ وہ (مس صاحبہ) اپنی ہی من مانی کرنے کی عادی تھی۔ اُسے اپنے ہی سود وزیاں سے سروکار تھا۔ لیکن جب وہ خداوند مسیح میں "نیا مخلوق" بن گئی تو اُسے معلوم ہوا کہ نفسانی خواہشات کے زہریلے اُصول جو انسان کے زوال کے وقت موجود تھے۔اس میں بھی ہیں۔ منجی نے دیندار نیکودیمس سے کہا تھا۔ "جو جسم سے پیدا ہوا جسم ہے"۔ وہ روح کی دُنیا میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جسم کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کے مرض کو دُور کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی وہ تندرست ہونے کے قابل ہے۔ صرف "جو روح سے پیدا ہوا ہے روح ہے" اس لئے ایک ہر ایک ایمان لانے والے میں پُرانا آدمی بھی ہے۔ اور نیا بھی۔ جب خدا کا کلام کہتا ہے کہ "پہلا آدم" "نفسانی" تھا۔ اور "تم اپنے اگلے چال چلن کی اس پُرانی انسانیت کو اُتار ڈالو جو فریب کی شہوتوں کے سبب سے خراب ہوتی جاتی ہے"۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم آدم کی نسل ہیں۔ لیکن جو نئے سرے سے پیدا ہوئے ہیں مسیح میں نئے مخلوق بن گئے۔ ہیں انہوں نے نئی انسانیت کو پہن لیا ہے۔

ایک ایمان دار کی حیثیت سے جب مجھے پہلی مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ "مجھ میں کوئی نیکی بسی ہوئی نہیں ہے"۔ تو مجھے بے حد صدمہ ہوا۔ نفس کی نیت موت ہے۔ "جسمانی نیت خدا سے دُشمنی ہے کیونکہ نہ تو وہ خدا کی شریعت کے تابع ہے نہ ہو سکتی ہے" (رومیوں ۸: ۷)۔ نفس رُوحانی چیزوں کی شدت سے دشمنی کرتا ہے۔ یہ "محض دشمن نہیں ہے"۔ کیونکہ دشمن سے تو مصالحت کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ "خدا کی دشمنی ہے" پولس رسول کہتا ہے۔ "جسم روح کے خلاف خواہش کرتا ہے۔ اور روح جسم کے خلاف اور یہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں" (گلتیوں ۵: ۱۷)۔ لیکن سب سے زیادہ مجھے اس چیز سے صدمہ ہوتا ہے کہ مجھ میں دونوں ہیں۔ "میں جسمانی اور گناہ کے ہاتھ بِکا ہوا ہوں اور باطنی انسانیت کی رُو سے تو میں خدا کی شریعت کو بہت پسند کر

تا ہوں''۔ ہر مخلص مسیحی کسی نہ کسی وقت شعوری یا غیر شعوری طور پر چلا اُٹھے گا'' ہائے میں کیسا کم بخت آدمی ہوں اس موت کے بدن سے مجھے کون چھڑائے گا''۔

خدا کے کلام اور تجربہ کے مطابق یہ جنگ تمام جنگوں سے زیادہ خوفناک ہے۔ یہ جنگ کسی خارجی دشمن کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ داخلی ''ففتھ (چھٹا) کالم'' کے ساتھ ہے جو انسان کی روح کے عین مرکز میں موجود ہے۔ اور یہ قیاس کرنا غلط ہے کہ یہ بے رحم اور ختم نہ ہونے والی دشمنی ایک ایسے تعطل پر پہنچ جائے گی جہاں طرفین میں سے کوئی نہیں جیتے گا۔ ہم ڈرتے ہیں کہ بہت سے مسیحیوں نے شکست خوردہ ذہنیت اختیار کرلی ہے۔ اور وہ ''پُرانی انسانیت کو اپنی روز مرہ کی بداعمالیوں کا موجب گردانتے ہیں۔ وہ بلا شک بعض علما کی وجہ سے اس انتہا پسند نظریئے کے قائل ہو چکے ہیں جو یہ اکثر پیدا کرتے رہتے ہیں۔ کہ اصلاح یافتہ آدمی میں علیحدہ علیحدہ دو شخصیتیں ہیں۔ فرشتہ اور انسان دونوں ملے ہوئے ہیں۔ پُرانا انسان غیر متغیرہ بدی کا حامل اور نیا انسان کامل اور معصوم ہے''۔ (ایچ۔ یُونز)

لیکن میں ایک ہی فرد ہوں۔ اس حیثیت سے میں ''پُرانی کو اُتارنے'' اور ''نئی کو پہننے'' کا خود ذمہ دار ہوں۔ پُرانا اور نیا دونوں واضح شخصیتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ذمہ دار فرد کے محض دو رُخ ہیں۔ بشپ مولے کہتا ہے۔

''اور جسم کوئی علیحدہ حقیر حیثیت نہیں ہے۔ اگر آدمی کا جسم کوئی سازش کرتا ہے تو گنہگار آدمی ہی ہے''۔

کسی پچھلے باب میں ہم نے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ شہنشاہ ولیم نے ایک ملاقات کی درخواست کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ درخواست ایک امریکی جرمن نے لکھی تھی۔ اس درخواست کو اس وجہ سے ٹھکرا دیا گیا تھا۔ ''وہ جرمن جو جرمنی میں پیدا ہوتے ہیں لیکن امریکہ کی شہریت اختیار کرنے پر امریکن بن جاتے ہیں۔ میں امریکی لوگوں کو جانتا ہوں لیکن جرمن امریکنوں کو نہیں جانتا''۔ ایک فرد کی حیثیت سے میں ''آدم میں تھا''۔ اب وہی خود ''مسیح میں'' ہے۔ اس کے متعلق یہ غلطی نہ رہے کہ میں ایک ہی وقت میں ''آدم میں بھی ہوں'' اور ''مسیح میں بھی''۔ جب میں آدم میں تھا۔ تو میں جسم میں تھا۔ میں کھو یا جا چکا تھا۔ میں لعنتی تھا اور ہر گز مسیحی نہ تھا۔

لیکن جب میں آدم سے کاٹ ڈالا گیا تو صلیب پر میرا خداوند مسیح سے ملاپ ہو گیا۔ ''میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں''۔ میں اس لئے مصلوب ہوا کیونکہ میرا مرض لا علاج تھا۔ مسیح کے ساتھ ملاپ کی وجہ سے میں جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہوں۔ ہم اس بات پر پھر زور دیتے ہیں کہ جو نئے سرے سے پیدا ہوئے ہیں وہ آدم اور مسیح دونوں کے ماننے والے نہیں ہیں۔ اس طرح سے تو مجھے اپنے بادشاہ سے ملاقات کی اجازت نہیں مل سکتی۔ پُرانے عہد نامہ میں ذکر ہے کہ ایک مجرم سزا سے بچنے کی غرض سے ''خُداوند کے خیمہ کو بھاگ گیا اور مذبح کے سینگ پکڑ لئے''۔ وہ کیفر کردار (بُرے کام کا بدلہ) کو پہنچایا گیا۔ ''تُو اسے میری قربانگاہ سے جدا کر دینا تا کہ وہ مارا جائے'' (خروج ۲۱: ۱۴)۔ اسی طرح سے جسم پر لعنت ہے۔ ہماری پُرانی انسانیت اس کے ساتھ مصلوب ہو چکی ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ بہت سے ایمان داروں میں دو فطرتیں ہیں اور اس لئے اُن کی بادشاہ کے ساتھ ملاقات نہیں ہو سکتی۔ ہم کس اساس اور تخت تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں؟ جسم پر رحم نہیں ہو سکتا، اُسے پاک مقام تک آنے کی جرات نہیں ہونی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا

کہہ دے ''اُسے میری قُربان گاہ سے جداہ کر دیناتا کہ وہ مارا جائے''۔ ہم مصلوب ہو کر ہی اس کے قریب جا سکتے ہیں۔اس کے بغیر اس کے قریب نہیں جا سکتے۔صلیب نے ہماری پُرانی انسانیت اور نئی زندگی کے درمیان ابدی جدائی کی دیوار کھڑی کر دی ہے۔ زندگی بھر میرا یہی شعار ہونا چاہیے۔ صرف اسی وجہ سے ہم خداوند یسوع مسیح کے خون کے وسیلہ سے کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اس کی وضاحت یوں ہے۔اگر کوئی یہودی یا ہندو مشرف بہ مسیحیت ہو تو اس کے رشتہ دار اس سے بالکل قطع تعلق کرنے کی غرض سے اس کا جنازہ نکالتے ہیں۔یعنی اس نفرت انگیز کام کے بعد وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مر چکا ہے۔ ہم نے ایک یہودی مسیحی کے متعلق سُنا جس نے اسی طرح اپنی تجہیز و تدفین کا اہتمام کیا۔اس جنازے کی رسم کے بعد اس یہودی مسیحی کے باپ نے ایسا ظاہر کیا۔ جیسے وہ اپنے بیٹے کا بوسہ لے کر الوداع کہنے کو ہے۔ لیکن اس بیٹے کی ماں ان دونوں کے درمیان کھڑی ہو گئی۔اور کہنے لگی ''کیا تم اس مردہ کتّے کا بوسہ لو گے''؟ جب مسیح نے میری صورت اختیار کی تو اس نے مجھے اپنے ساتھ باندھ لیا اور مجھے اس لعنتی صلیب پر لے گیا اور پھر مجھے لے کر قبر میں اُتر گیا تا کہ ہمیشہ کے لئے میری ''پُرانی انسانیت'' کے ساتھ رشتہ منقطع کر دے۔اس کے بعد دفن ہو چکنے کے بعد میرا کسی اور سے نکاح ہو چکا ہے۔ جو مردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ کیا کبھی مجھ پر یہ حقیقت کھلی ہے کہ میں اپنی روح کی دُلہن کا اخلاقی طور پر کیسا مخالف ہوں جب میں ''اس مردہ کتّے'' کا بوسہ لینے کے لئے آگے بڑھتا ہوں؟آؤ پھر سنجیدگی سے اپنی موت کے حکم پر دستخط کر دُوں اور ابد تک اپنی موت کی یاد مناتا رہوں۔

تھوڑا عرصہ ہوا ہم اسی خیال کے متعلق وعظ و نصیحت کر رہے تھے تو ایک بانکے چھبیلے جوان نے وعظ پر یوں تبصرہ کیا۔ ''جو وعظ وہ کر رہا تھا میں اسے نہیں جانتا ہوں۔ میں ایسا بُرا تو نہیں ہوں''۔ ایک دوست نے کہا ''کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ تم حسد، کینا اور غرور سے پریشان تو نہیں ہو؟ (ایسی چیزیں تو صاف ظاہر ہیں)۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں بے شک میں پریشان تو ہوتا ہوں''۔ اُس کے دوست نے کہا ان باتوں کے متعلق تم کیا کرتے ہو؟ تو اس جوان نے فوراً جواب دیا۔ ''اُس کا خون ان ساری چیزوں کی فکر کرتا ہے''۔ اس خود کفیل نوجوان مسیحی کے نزدیک گناہ ابھی تک ''گناہ عظیم'' نہیں بنا تھا۔ خداوند مسیح جہنم سے نکلے ہوؤں کی آرام گاہ ہے۔ اس کا خون شفا بخشنے والا ہے۔ جو اس قسم کے مصنوعی مسیحی کو تمام ذمہ داریوں سے آزاد کر دیتا ہے۔

پھر (رومیوں پانچویں باب) کی ''راست بازی'' اور (رومیوں چھٹے باب) میں جو ربط ہے اسے بغور ملاحظہ کریں یہ ایک دوسرے کی اساس ہے ۔اور پھر اسی میں مل جاتی ہے۔ راستبازی کے متعلق پولس رسول کہتا ہے۔ ''جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اس سے بھی نہایت زیادہ ہوا ہے''۔ پاکیزگی کے متعلق وہ پوچھتا ہے۔ ''پس ہم کیا کہیں؟ کیا گناہ کرتے رہیں تا کہ فضل زیادہ ہو؟ ہرگز نہیں۔ ہم جو گناہ کے اعتبار سے مر گئے۔ کیونکہ اس میں آئندہ کو زندگی گزاریں'' (رومیوں ۵: ۲۰، ۶: ۱۔ ۲)۔ پھر رسول اس کی یوں وضاحت کرتا ہے کہ جب ہم مسیح میں راستباز ٹھہرے تو اس میں شامل ہوئے۔ ہم نے ''اس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا''۔ اب آدم اور گناہ کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہ رہا۔ ہیوگل ؔنے کہا ہے۔ کہ مسیح نے اپنی موت کے ذریعہ سے میری پُرانی اور نئی انسانیت کے درمیان کلوری کی اتھاہ گہرائیوں کی ابدی ہلاکت حائل کر دی۔ میری زِندگی مسیح مصلوب کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے میں اُس کی موت میں شامل ہوں۔ یہ میری قانونی حیثیت ہے۔ اِسی سے وہ زندگی صادر ہوتی ہے۔ جو میں بسر کر رہا ہوں۔ یہ زندگی گناہ کے اعتبار سے موت ہے۔ ہم خدا کے ساتھ ایک ہوئے جُونہی میں مسیح ہو جاتا ہوں میری یہی حیثیت ہوتی ہے۔

اگرچہ خُدا کے کلام کی رو سے کوئی وجہ موجود نہیں ہے کہ کیوں وہ ایماندار جو راستباز ٹھہر چکا ہے۔ اپنی تبدیلی پر اپنے آپ کو ''گناہ کے اعتبار سے مردہ مگر خدا کے اعتبار سے مسیح یسوع میں زندہ''۔ سمجھے پھر بھی حقیقت یہ ہے۔ اور ہم میں سے بہت سے لوگ پولُس رسول کی طرح حیران ہو کر کہتے ہیں کہ ''میرے جسم میں کوئی نیکی بسی ہوئی نہیں''(رومیوں ۷ باب)۔ لیکن جب مایوس ہو کر ہم کہتے ہیں کہ ''ہائے میں کیسا کم بخت آدمی ہوں! اس موت کے بدن سے مجھے کون چُھڑائے گا''؟ تو اس کے بعد ہم پھل دار فرمانبرداری کی مُبارک کشمکش کی سرزمین میں داخل ہوتے ہیں۔ ہاتھ یہ کشمکش (رومیوں ۸ باب) تک موجود ہے۔ لیکن یہ کیسی مختلف ہے۔ (رومیوں ۷ باب) میں پولس ایسی کشمکش کا ذکر کرتا ہے۔ جسے زبردست شکست ہوئی۔ یہ باب ''میں'' اور ''مجھے'' سے بھرا ہوا ہے۔ (رومیوں ۸ باب) میں بھی کشمکش جاری ہے۔ لیکن یہاں پولُس فتح مند ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''زندگی کے روح کی شریعت نے خداوند مسیح یسوع میں مجھے گناہ اور موت کی شریعت سے آزاد کر دیا''۔

لیکن غور فرمایئے کہ (رومیوں ۸ باب) میں پولس دو سڑکوں کے موڑ پر کھڑا ہے۔ بائیں ہاتھ ''جسم کے مطابق'' اور دائیں ہاتھ ''روح کے مطابق'' راستہ ہے۔ یہ دونوں راستے بڑے بڑے فتح مند مسیحیوں کے سامنے بھی رہتے ہیں ان راستوں میں سے ایک کو چننا ہمارا کام۔ (رومیوں ۸ باب) میں ایک ایمان دار آزاد ہے کہ وہ ''روح کے مطابق'' چلے یا نہ چلے۔ وہ آزادی جو خود بخود غیر شعوری طور پر کام کرنے والی ہو آزادی نہیں ہوتی۔ بلکہ ہمیں انتخاب کرنا ہوتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ ''ہم قرضدار تو ہیں مگر جسم کے نہیں کہ جسم کے مطابق زندگی گزاریں''۔ یہ حوصلہ افزائی کیسی شان دار ہے۔ ہمارے پُرانے قرض منسوخ ہو چکے ہیں۔ پھر (رومیوں ۸: ۱۳آیت) میں پولس اس حوصلہ افزائی کے ساتھ تنبیہ بھی کرتا ہے۔ ''کیونکہ اگر تم جسم کے مطابق زندگی گزارو گے تو ضرور مرو گے''۔ ''ضرور مرو گے''۔ کے محاورے کے مختلف معانی بیان کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ''مرنے کے قریب'' ''مرنے لگا ہو'' اور جس پر ''موت کا حکم صادر ہو چکا ہو''۔ یعقوب رسول جب اُن لوگوں کو تنبیہ کرتا ہے۔ جو اپنی ہی نفسانی خواہشات میں مست ہیں تو کیا اس کا یہی مطلب ہے کہ، خواہش حاملہ ہو کر گناہ کو جنتی ہے۔ اور گناہ جب بڑھ چُکا تو موت پیدا کرتا ہے''۔ کلام مقدس کے بیشتر مفسرین اس آیت میں ان لوگوں کے لئے بڑی خوفناک تنبیہ پاتے ہیں جو ''جسم کے مطابق'' زندگی بسر کرتے ہیں۔

ایک مشہور و معروف مفسر میتھیو ہنری کہتا ہے۔

''ایک طرح سے ہم گومگو کے عالم میں ہوتے ہیں۔ کہ یا تو جسم کو ناخوش کریں یا روح کو تباہ کرلیں''۔

جیمی سن، فاسٹ اور براؤن اپنی بہترین تفسیر میں کہتے ہیں۔

''اگر تم گناہ کو فنا نہ کرو تو وہ تمہیں فنا کردے گا''۔

ایک لامتناہی کشمکش جاری ہے۔ رسول اسے یک یکی سے تشبیہ دیتا ہے۔ جس ایک یک یکی باز دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جس وقت بنی اسرائیل دریائے یردن کو عبور کر کے پھل اور لڑائی کی سرزمین میں داخل ہوئے تو وہ ایک گومگو کے عالم میں تھے۔ ''اگر تم کنعانیوں کو قتل نہ کرو تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے''۔ اس تشبیہ میں جسم اور روح کے درمیان لڑائی ہے۔ ہم ان تنبیہات کے تاریک پہلو کو یونہی نہیں سمجھتے اور روشن پہلو کے لئے خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ''اگر تم روح کے وسیلہ سے جسم کے کاموں کو (کنعانیوں کو) فنا کر دو، تو زندہ رہو گے''۔

نورالہدیٰ

باب یازدہم

صلیب اور فطرتیں

گذشتہ سے پیوستہ

اس باب میں ہم (۱۔یوحنا۳: ۶۔۹) کا بغور مطالعہ کریں گے۔ یہ حصہ بڑا ہی مشکل ہے۔اور اس پر بڑی بحث ہوتی رہتی ہے

"جو کوئی اس میں قائم رہتا ہے۔وہ گناہ نہیں کرتا۔جو کوئی گناہ کرتا ہے نہ اس نے اسے دیکھا ہے اور نہ جانا ہے"۔اے بچو! کسی کے فریب میں نہ آنا۔جو راست بازی کے کام کرتا ہے۔وہی اس کی طرح راستباز ہے۔جو شخص گناہ کرتا ہے۔وہ ابلیس سے ہے کیونکہ شروع ہی سے گناہ کرتا رہا ہے۔خدا کا بیٹا اسی لئے ظاہر ہوا تھا کہ ابلیس کے کاموں کو مٹائے۔"جو کوئی خدا سے پیدا ہوا ہے وہ گناہ نہیں کرتا کیونکہ اس کا تخم اس میں بنا رہتا ہے بلکہ وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ خدا سے پیدا ہوا ہے"۔

مندرجہ بالا آیات کی جو کھینچ تان کر تفسیر کی جاتی ہے۔ہم اس سے مطمئن نہیں ہیں۔بعض مفسرین اپنے عقائد میں ایسے سرشار ہیں کہ وہ اس خط کا مقصد نہیں سمجھتے۔یوحنا رسول نے یہ خط اس لئے لکھا تا کہ خدا کے فرزندوں کی "شرکت باپ کے ساتھ اور اس کے بیٹے یسوع مسیح کے ساتھ"ہو۔اس قسم کی شراکت کی شرائط قابل عمل بھی ہیں اور سخت بھی۔اور ان کا مرکز صحیح ایمان اور مسیحی کردار ہے۔یوحنا رسول کہتا ہے "اے میرے بچّو! میں تمہیں اس لئے لکھتا ہوں کہ تم گناہ نہ کرو اور اگر کوئی گناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک مددگار موجود ہے۔یعنی یسوع مسیح راستباز" (۱۔یوحنا۲: ۱)۔ نیک اور پاک اِنسان اس آیت کے پہلے حصے پر زیادہ زور دیتے ہیں۔مگر ہم اس آیت آخری حصہ پر۔دوسروں پر الزام لگانے سے پہلے ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے ۔ڈاکٹر اے۔جے گارڈن کے دانشمندانہ الفاظ ہم دُہراتے ہیں۔الٰہی سچائی جو مقدس کتاب میں بیان کی گئی وہ اکثر دو انتہائی حدود کے درمیان ہوتی ہے۔اگر ہم بے گناہ کاملیت کے عقیدہ کو بدعت خیال کریں تو گناہ آلود ناکاملیت کے ساتھ مطمئن ہونا اس سے بھی بڑی بدعت ہے۔اور ہم کو اندیشہ ہے کہ بہت سے مسیحی رسول کے ان الفاظ کو غیر شعوری طور پر ادنیٰ درجے کی مسیحی زندگی بسر کرنے کا جواز ٹھہراتے ہیں۔کہ "اگر ہم کہیں کہ ہم بے گناہ ہیں تو اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں"۔

یوحنا رسول کہتا ہے کہ "اے بچّو! کسی کے فریب میں نہ آنا۔جو راست بازی کے کام کرتا ہے وہی اس کی طرح راست باز ہے"۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا رسول ان ایمان داروں کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔جو مسیح میں راست باز ہونے کی شیخی بھگارتے ہیں لیکن ابھی تک وہ گناہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔"مسیح میں ہونا" اور "گناہ میں زندگی بسر کرنا" دونوں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔مقدس یوحنا کہتا ہے۔"اُس کی ذات میں گناہ نہیں"۔اور اس لئے

اس میں قائم رہنا گناہ سے دُور رہنا ہے۔ پھر وہ اس دلیل کو انتہائی کمال تک پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ ''جو کوئی خدا سے پیدا ہوا ہے وہ گناہ نہیں کرتا کیونکہ اس کا تخم اس میں بنا رہتا ہے۔ بلکہ وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ خدا سے پیدا ہوا ہے''۔ کیا مقدس یوحنا رسول کو ہماری اس وضاحت سے تسلّی ہو جاتی ہے کہ مسیحی زندگی کا عام رُحجان نیکی کی طرف ہے؟ یہ عام سچائی ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی اچھا مسیحی ہو لیکن اس کی خدا سے وہ شراکت نہیں ہے۔ جس کا تصور یوحنا رسول کے ذہین میں ہے۔ اس قسم کی وضاحت اس خط کے مقصد کو پورا نہیں کرتی یعنی وہ نئے مخلوق کی خدا کے ساتھ ہمیشہ کی شراکت نہیں پیدا کرتی۔ پھر کیا مقدس یوحنا رسول اس خیال کے متعلق سوچ رہا تھا کہ ایمان دار اپنی نئی زندگی کے ساتھ گناہ نہیں کرتا بلکہ پُرانی زندگی کے ساتھ گناہ کرتا ہے۔ ہمارا یہ ایمان نہیں ہے۔ آخر میں بات یہ ہے کہ کیا یوحنا رسول ان لوگوں کا خیال کرتا ہے جو ایسے پاک ہو گئے ہیں کہ گناہ کر ہی نہیں سکتے؟ یقیناً نہیں۔

پہلے غور کیجئے کہ ''پیدا ہوا ہے'' کے الفاظ انگریزی زبان کے مطابق فعل حال مکمل ہے۔ مقدس یوحنا رسول ایمان دار کی گذشتہ تبدیلی کا ذکر نہیں کرتا ہے۔ رسول یہ نہیں کہتا کہ ''وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ خدا سے پیدا ہوا تھا''۔ بلکہ وہ ''پیدا ہوا ہے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول یہ شرط پیش کرتا ہے کہ نیا مخلوق خدا سے شراکت کا تجربہ رکھتا ہے۔ لیکن اس کا عملی پہلو یہ ہے کہ جب میرے سامنے کوئی اخلاقی انتخاب ہوتا ہے۔ تو اگر میں اُس میں ''پیدا ہوا ہوں''۔ تو میں ''گناہ کر ہی نہیں سکتا''۔ اس کی مکمل وضاحت (پیدائش ۳۹ باب) میں دی گئی ہے۔ جب حضرت یوسف کے سامنے انتخاب کرنے کا مسئلہ در پیش تھا کہ آیا وہ جسم کے مطابق چلے یا روح کے مطابق تو حضرت یوسف نے کہا ''میں کیوں ایسی بدی کروں اور خدا کا گنہگار بنوں''۔ حضرت یوسف نے خُدا کے وعدے کے کلام کو اپنے دل میں چُھپائے رکھا یعنی اس کا تخم اس میں بنا رہا۔ اور وہ ''بھاگا اور باہر نکل گیا۔ اُس نے اُس پوشاک سے بھی نفرت کی جو جسم کے سبب سے داغی ہو گئی تھی''۔ اس مثال میں حضرت یوسف نے ''گناہ نہ کیا''۔ حضرت یوسف نے یوں کہا ''میں پیدا ہوا ہوں۔ میں گناہ کر ہی نہیں سکتا''۔

زندگی بھر ہم اس قسم کی دو سڑکوں کے درمیان موڑوں پر کھڑے ہیں۔ جہاں ہمیں ہر روز جسم اور روح، پُرانی اور نئی انسانیت میں سے انتخاب کرنا ہو گا۔ اس موڑ پر ''ہر روز'' ہماری صلیب ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس نئے فرض کے لئے نئی موت اور نئی قیامت کی ضرورت ہے۔ یعنی یہ ایسا راستہ ہے جس پر ایمان دار کو ''نئی زندگی میں'' چلنا ہے۔ وہ اسی لئے ''پیدا ہوا ہے''۔ نئی روشنی اس راستے کو منور کر دے گی تاکہ ایمان دار سے فرمانبرداری کا مطالبہ کرتی رہے۔

کیا اب ہم پھر کنعان یعنی پھل اور لڑائی کی سرزمین کا ذکر چھیڑیں؟ جب اسرائیلی اُس فرمانبرداری کی مبارک سرزمین میں داخل ہوئے تو کیا وہ سرزمین وراثت کی رو سے ان کی نہ تھی؟ اسی طرح سے ایمان داروں کو خُداوند مسیح میں تمام رُوحانی برکات حاصل ہیں۔ لیکن یشوع کی طرح ہمارے ساتھ بھی وعدہ کیا گیا ہے ''جہاں تمہارے پاؤں کا تلوا ٹکے وہ جگہ تمہاری ہو جائے گی''۔ یشوع کو اپنے دشمن کی گردنوں پر اپنے پاؤں کے تلوے ٹکانے چاہئیں، اور ایمان داروں کو اپنے اعضاء سے نیست و نابود کر دینے چاہئیں۔ ''بدن کے کاموں کو نیست و نابود کر دو''۔

لیکن کیا خدا نے اسرائیلیوں کو فوراً اس سرزمین پر قبضہ کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا؟ نہیں۔ خدا نے فرمایا تھا "میں اُن کو ایک ہی سال میں تیرے آگے سے دُور نہیں کروں گا۔ تا نہ ہو کہ زمین ویران ہو جائے اور جنگلی درندے زیادہ ہو کر تجھ ستانے لگیں۔ بلکہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے اُن کو تیرے سامنے سے دور کرتا رہوں گا۔ جب تک تو شمار میں بڑھ کر ملک کا وارث نہ ہو جائے" (خروج ۲۳: ۲۹۔۳۰)۔ ہمارا بھی یہی حال ہے۔ ہمیں عمر بھر نئے نئے علاقوں کو فتح کرتے رہنا چاہیے۔ پہلے اپنی ہی زندگی کے علاقے کو اور اس کے بعد "غیر کے علاقہ" کو فتح کرنا چاہیے۔ بنی اسرائیل کو سات قوموں کا مقابلہ کرنا پڑا جو اُن سے کہیں بڑی اور زور آور تھیں۔ وہ قادرِ مطلق خدا کی طاقت کے بغیر ان قوموں پر کس طرح غالب آسکتی تھیں۔ ہمارا بھی یہی حال ہے۔ پُرانی زندگی ہم سے زیادہ طاقتور ہے۔ لیکن وعدہ یہ ہے کہ "اگر تم روح میں مضبوط ہوتے جاؤ اور بدن کے کاموں کو نیست و نابود کر دو تو تم زندہ رہو گے"۔ خدا بنی اسرائیل سے اور ہم سے بھی یہی کہتا ہے کہ اس طرح سے ہم اپنی میراث کو حاصل کریں گے۔

آیئے آگے بڑھیں۔ پہلا قلعہ بند شہر یریحو تھا۔ بنی اسرائیل کو اس کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن "ایمان ہی سے یریحو کی شہر پناہ جب سات دن تک اس کے گرد پھر چکے تو گر پڑی"۔ اور یشوع نے سب کو تلوار کی دھار بالکل نیست کر دیا۔ اب ایک موزوں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا بنی اسرائیل کو ہر دوسرے دن اس شہر کے کچھ حصے پر قبضہ کرنا تھا؟ نہیں۔ ہر گز نہیں۔ اُنہیں غالب آنے کے بعد تھوڑی دیر تک انتظار کرنا تھا۔ اُنہیں اس فتح میں قائم رہنا تھا جو اُنہوں نے ابھی ابھی حاصل کی تھی۔ اُنہوں نے اس حکم کی تعمیل میں گناہ نہ کیا۔ اس طرح سے ہمیں بھی کوئی نہ کوئی قلعہ لے لینا چاہیے۔ (مثلاً سُستی۔ حسد۔ لالچ۔ آرام طلبی اور تساہل پسندی)۔ اور پُرانی انسانیت کے اس حصہ پر صلیب گاڑ دینی چاہیے۔ جو چیز ہم نے اپنے قبضے میں کر لی ہے۔ ہم اس میں قائم رہیں۔ اگر ہم چند اُونچے مقامات ہی لعنتی کنعانیوں سے لے لیں۔ اور اُن سے صلح کر لیں تو یہ عہد جُھوٹا ہے کیونکہ ان ہی اونچے مقاموں میں شیطان اپنے لوہے کے رتھوں سے حکومت کرتا ہے۔

ایک دفعہ یبوسیوں نے داؤد اور اُس کے آدمیوں کی نافرمانی کی اور اُن کا مضحکہ اُڑایا۔ لیکن داؤد نے صیّون کا قلعہ لے لیا۔ یہ اُس کا دارالسلطنت ہوا۔ اس مقام سے وہ اس سرزمین پر حکومت کرنے لگا۔ کیا اس کتاب کے قاری کا کوئی ایسا مقام ہے۔ جو ابن داؤد کو داخل نہیں ہونے دیتا۔ ابن داؤد کے ساتھ ان تمام بلندیوں کو سر کرو۔ اور دشمنوں کو مار بھگاؤ اور اپنی زندگی میں خداوند یسوع مسیح کے ساتھ بادشاہی کرو۔ یوحنا رسول کہتا ہے "جو کوئی خدا سے پیدا ہوا ہے۔ وہ دنیا پر غالب آتا ہے" (۱۔یوحنا ۵: ۴)۔ تمہاری دُنیا میں اور کونسا مقام ہے جس پر ابھی تمہارا غلبہ نہیں ہے؟ وہ جو تمہاری زندگی کی سرزمین میں "پیدا ہوا" وہ غالب آئے گا۔

ایماندار ہر روز صلیب اُٹھاتا ہے۔ موت کو مردوں میں سے جی اُٹھنے کے عمل سے وہ نئی زندگی میں "پھل اور لڑائی" کے لئے "پیدا ہوا ہے"۔ وہ روشنی میں چلتا ہے۔ ہر نئی مشکل پر قابو پاتا ہے اور وہ قائم رہنا سیکھتا ہے۔ خُدا اسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ مقدس رسول اور یوحنا رسول یہی کہتے ہیں۔ "روح کے موافق چلو تو جسم کی خواہش کو ہر گز پورا نہ کرو گے" (گلیتوں ۵: ۱۶)۔ عزیزو! کیا ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ نافرمان بنی اسرائیل جب بیابان کی سختیاں جھیل رہے تھے۔ تو وہ اس بات کی شیخی مارتے تھے کہ اُنہیں کنعان میں سب کچھ میسر ہے؟ دو دِلے ایماندار کے لئے کس قسم کا یہ فخر ہے کہ وہ بدن اور روح کی رغبتوں میں گھرا ہوا ہے۔ اور وہ ہر وقت شیخی مارتا ہے کہ اُسے "مسیح میں آسمانی مقاموں میں" سب کچھ میسر ہے؟ وہ مسیح کے لئے

کوئی علاقے فتح نہیں کرتا۔ اُسے دودھ شہد اور انگور کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔اور اپنے منجی کی خاطر اس نے کسی دشمن کا مقابلہ نہیں کیا۔ اگرانسان میں دو فطرتیں ہوں اور ان میں باہمی جنگ نہ ہو تو وہ کلامِ مقدس کے معیار پر پورا نہیں اُترتیں۔ تُم "آدم اور مسیح" دونوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ کیا تم اپنی خواہشات کو دبائے رکھتے ہو؟ خدا نے یہ نہیں کہا تھا کہ کنعانیوں کو باجگذار بنالو یا انہیں اسیر کو لو۔ خدا نے کہا کہ کنعانیوں کو قتل کردو۔ کیا تم اِس قسم کے نیست و نابود کرنے والے ہو کہ پھل بھی نہ رہے اور اس کے بعد جنگ وجدل بھی نہ ہو؟ تمہاری یہ حالت کلام مقدس اور تجربہ کے خلاف ہے۔ یہ دونوں حالتیں قرینِ عقل نہیں ہیں۔ صلیب اس کا حل ہے۔ ہم مسیح کے ساتھ مصلوب ہو چکے ہیں اور ہم نے پُرانی انسانیت کو اپنے میں سے دور کر دیا ہے۔ اب اسے نکال دو یعنی اس کے کاموں کو نیست و نابود کر دو۔ اس کی موت کی کو اپنے پر وارد کرو۔ اگر تم ناپاک اور ریاکار ہو تو صلیب تمہیں شرمندہ کرے اور مصلوب کرے۔ "اے دودِلو! اپنے دِلوں کو پاک کرو"۔ صلیب اس حق میں نہیں ہے کہ ہم رسولوں اور ولیوں کی سی زندگی بسر کریں جو تنگ و دوسے خالی ہو۔ ہلیلویاہ! آؤ ہم اپنے بلند مقام کو حاصل کریں۔ ہم "روح سے" سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس آدمی کے لئے یہ حوصلہ افزائی کا کلام ہے جو آزمائش میں گر چکا ہے یا جس سے کوئی لغزش (غلطی) سرزد ہو گئی۔ اور وہ کون سا آدمی ہے جس سے کبھی کوئی لغزش نہیں ہوتی؟ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ فوراً اپنے گناہوں کا اقرار کریں۔ کفارا ہمارا ہے یہ بھی یاد رکھیں کہ اس کا خون بھول چوک کے گناہوں کا بھی کفارہ ہے۔ لیکن یوحنا رسول کی طرح ہمارا وطیرہ یہ ہو کہ ہم "گناہ نہ کریں"۔

اے ایمان دار ساتھیو! "قبضہ کرنے کو ابھی بہت سا ملک باقی ہے"۔ آؤ ہم اپنی آنکھیں اوپر اُٹھائیں اور کھیتوں پر نظر کریں کہ فصل پکنے کو ہے۔ ہم ان سرزمینوں پر بھی رہ رہے ہیں جو ہماری زندگی میں فتح نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن ہم بُری طرح سے خدا کے اس پروگرام کو پورا کرنے سے قاصر رہیں گے۔ اگر ہم دنیا کے اُن علاقوں کا خیال نہ کریں۔ جہاں ابھی انجیل مقدس کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ آیئے ہم اندرونی خانہ جنگی سے نپٹ لیں تاکہ ہم ساری دُنیا میں جا کر منادی کریں اور برّے کے لئے دُنیا کو جیت لیں۔ "بھیڑوں" کا وہ بڑا چرواہا جس نے ہمیں حکم دیا کہ "میرے آنے تک لین دین کرنا" اُسے "اور بھیڑوں" کی بھی فکر ہے جن کے متعلق اُس نے فرمایا "مجھے ان کو بھی لانا ضرور ہے"۔ مِشنوں یا رسالت کا عنوان کچھ ایسا ہے۔ کہ کوئی اس کے سوا اور ایسا نکتہ نہیں ہے جس کے متعلق خداوند یسوع مسیح کی کلیسیاء مصلوب کے احکام کی فرمانبرداری کر رہی ہے۔ حرص اور سُستی کے کنعانی ترکِ فعل کے گناہ بعض اوقات ارتکاب فعل کے گناہوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ان ہی چیزوں نے کلیسیاء کی ترقی کو روک دیا ہے۔ کلیسیاء مجموعی طور پر جسم کے مطابق زندگی گذار رہی ہے۔ کلیسیاء گھلتی جاتی اور مر رہی ہے۔ ایک مشہور مشنری لیڈر ریورنڈ آر۔ واٹس ڈی۔ ڈی پریذیڈنٹ امریکن یونیورسٹی قاہرہ نے ڈاکٹر گلوور کی کتاب **"پروگریس آف ورلڈ وائڈ مشنز"** میں سے مندرجہ ذیل اقتباس نقل کیا ہے:۔

اس بشارتی زمانے کا سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ مقامات جہاں ابھی انجیل مقدس کی منادی نہیں کی گئی وہاں انجیل کا پیغام سُنایا جائے اگر کلیسیائیں اس چیلنج کو قبول کر لیں تو اس سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً مسیحی کلیسیاء کی زندگی، کروڑہا ہم جنس انسانوں کی بہتری و بہبودی، قوموں کی زندگی پر شرائط کرنا اور وہ مسائل کہ خدا نے خود اپنے ازلی مقصد کو خداوند یسوع مسیح میں ظاہر کیا ہے۔ وہ مقامات جو انجیل مقدس کی روشنی سے محروم ہیں وہاں انجیل کی روشنی پھیلائی جائے۔ اور کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کو اس کی کیا قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ ان دُور افتادہ (درماندہ، بغیر جوتی ہوئی

ناکارہ زمین) مقامات کو جو راستہ جاتا ہے۔ وہ ہمارے اپنے دل اور ہماری اپنی زندگیوں کے ایسے حصوں سے ہو کر جائے گا۔ جو ابھی تک خدا کی کامل محبت کی آگ اور تقدیس سے بے بہرہ ہیں۔ وہ حصے ابھی تک خداوند یسوع مسیح کی مرضی کے تابع نہیں ہیں۔ اور اس کے روح نے ابھی تک وہاں اپنا قبضہ نہیں جمایا ۔ اور جب اُسے ہمارے اپنے دِل کے ان علاقوں میں جو بہت ہی قریب ہیں داخل ہونے کی اجازت ہو جائے گی۔ تُو دُنیا کے وہ علاقے جو بہت دُور دراز ہیں وہاں وہ خود بخود داخل ہو جائے گا۔

باب دوازدہم

صلیب اور جسم (خواہشات)

اگر جسم میں قوت گویائی ہوتی تو جب اِس کا صلیب سے سامنا ہوتو وہی زبان استعمال کرتا جو مسٹر ایماایل نے استعمال کی ہے۔ایمی کارؔ میخیل نے ان الفاظ کو یوں بیان کیاہے۔ جب جسم کے متعلق ڈاکٹروں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ بس اب یہ مر چکا ہے تو اس نے کہا ’’جب میں پیدا ہوا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں دیدے پھاڑ پھاڑ کر مستقبل میں جھانک رہا ہوں۔ کیاان تمام چیزوں کا میرے ساتھ ہی تعلق ہے ؟ کیا میری ذلت اور رسوائی بڑھ رہی ہے۔غلامی کی زنجیریں بوجھل ہیں اور میرے عمل کی دُنیاآہستہ آہستہ تنگ ہوتی جارہی ہے ؟ سب سے بڑی نفرت انگیز چیز یہ ہے کہ اب رہائی کی اُمید نہیں ہے۔اب میرے مصائب میں یکے بعد دیگرے (مسلسل)اس طرح سے اضافہ ہوتا جائے گا کہ میرے لئے سانس لینا بھی مشکل ہو جائے گا۔ مستقبل میں میرے لئے کوئی اُمید نہیں ہے۔ میرے راستے مسدود (بند) ہو چکے ہیں اور رہائی کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔

جسم کے لئے صلیب خدا کا فیصلہ یعنی ’’موت کی اسیری‘‘ ہے۔ پولس رسول نے بڑے جان جوکھوں کے بعد اس حقیقت کو سمجھا کہ ’’میرے جسم میں کوئی نیکی بسی ہوئی نہیں ہے‘‘۔ وہ ایمان دار جو بیدار ہو چکا ہے کہتا ہے۔ کہ میرا بھی یہی حال ہے کہ ان باتوں کا مجھ پر بھی اطلاق ہوتا ہے ؟ یہ بات سمجھنے میں بڑا عرصہ لگتا ہے کہ ’’جسمانی نیت خدا کی دشمنی ہے‘‘۔اس لئے یہ ’’نہ تو خدا کی شریعت کے تابع ہے نہ ہو سکتی ہے‘‘۔ فیصلہ ہو چکا ہے اور سزا کا حکم سنایا جا چکا ہے۔اس کا واحد علاج ذلت، مصلوبیت اور مسیح کے ساتھ مرنا ہے۔ جسم کی تمام بُری خواہشیں مصلوب کے ساتھ صلیب پر کھینچی گئی ہے۔ اس لعنتی صلیب پر مسیح نے جسم کی تمام ’’رغبتوں اور خواہشوں کو‘‘ میخوں سے ٹھونک دیا۔

صلیب پر مسیح نے نظام قدرت کو تبدیل کر دیا۔ پُرانی انسانیت کا خاتمہ ہوا تا کہ وہ نئی زندگی کے لئے جگہ تیار کردے کیونکہ موت زندگی کی وارث نہیں ہوسکتی۔اور ’’جسمانی نیت خدا کی دشمنی ہے‘‘۔ جس میں بُری خواہشات کی بدبو آتی ہے۔ یہ عفونت انگیز ہے، کیونکہ جسم کی نیت موت ہے اس لئے خدا نے اسے صلیب پر چڑھادیا۔

’’جسم‘‘ کو ’’روح‘‘ کے مخالف کہا گیا ہے کلام مقدس ’’جسم‘‘ اور ’’روح‘‘ کا استعارہ استعمال کرتے وقت انسانی فطرت کی گری ہوئی حالت کو مدِ نظر رکھتا ہے۔ ہم کلام مقدس میں جسم کے ارادے، جسمانی خواہش، جسمانی نیت، جسمانی حکمت، جسمانی مقصود، جسم کے بھروسے جسم کی ناپاکی جسم کے کاموں جسم کی لڑائی اور جسم کے فخر کے متعلق پڑھتے ہیں۔ انجیل مقدس جسم کے موافق زندگی بسر کرے والوں کا ذکر کرتی ہے۔انسان کے جذبات واحساسات ، عقل، قوت، خیالات اور ارادے جسم کے ماتحت ہیں۔اس جسم کو ضرور صلیب دینا چاہیے۔ جسم کو اس حقیقت کا سامنا کرنا چاہیے کہ رہائی کی کوئی اُمید

نہیں رہی۔ میرے لئے تو سانس لینا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ صلیب آدمی کی جسمانی خواہشات کو اپنے قبضہ میں کر لیتی ہے۔ اور اس پر سزا کا حکم لگاتی ہے، اور یہ سزا کا حکم موت ہے۔

ایمی ایل نے یہ محسوس کیا کہ انسانی جسم کے لئے صلیب سے بچنا مشکل ہے۔ یہ مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ لیکن خدا کے نزدیک ناممکن ممکن ہو جاتا ہے۔ وہ نئے سرے سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ خداوند مسیح کی شخصیت میں اس سزا سے گزر چکے ہیں۔ خدا ایمان نہ لانے والے سے کہتا ہے ''جو جسمانی ہیں وہ خدا کو خوش نہیں کر سکتے''۔ لیکن خدا ہم سے کہتا ہے۔ ''لیکن تم جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہو''۔ اور چونکہ ہم اس کے ہیں ہمیں یقین دلایا جاتا ہے کہ ''جو مسیح یسوع کے ہیں اُنہوں نے جسم کو اس کی رغبتوں اور خواہشوں سمیت صلیب پر کھینچ دیا ہے''۔ اور چونکہ ہم خدا کے سامنے اپنے آپ کو اُن آدمیوں کی طرح جھکاتے ہیں جو مرؤدوں میں سے جی اُٹھے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح نے ہمیں آزاد کر دیا ہے۔ اور تسلی کے الفاظ یہ ہیں۔ ''اور اگر اُسی کا روح تم میں بسا ہوا ہے جس نے یسوع کو مرؤدوں میں سے جلایا تو جس نے مسیح یسوع کو مرؤدوں میں سے جلایا وہ تمہارے فانی بدنوں کو بھی اپنے اُس روح کے وسیلہ سے زندہ کرے گا۔ جو تم میں بسا ہوا ہے۔ پس اے بھائیو! ہم قرضدار تو ہیں مگر جسم کے نہیں کہ جسم کے مطابق زندگی گُذاریں'' (رومیوں ۸: ۱۱۔ ۱۲)۔ پولس رسول کے کہنے کے مطابق اگرچہ ایماندار (رومیوں ۷ باب) ذکر کی گئی اُلجھنوں سے نکل چکا ہے کہ ''تم بھی مسیح کے بدن کے وسیلہ سے شریعت کے اعتبار سے اس لئے مرُدہ بن گئے کہ اُس دُوسرے کے ہو جاؤ جو مرؤدوں میں سے جلایا گیا''۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جسم اپنی خواہشات پوری کرنا چاہتا ہے۔ (رومیوں ۸ باب) میں ذکر ہے کہ کس طرح بدن کے کاموں کو نیست کیا جا سکتا ہے۔ فتح مند ایماندار کو بدن کی کئی ایسی حالتیں بھی معلوم ہو جائیں گے۔ جن سے نپٹنا باقی ہے۔ ہم مندرجہ ذیل باتیں معلوم کریں گے۔ مسیح کی بشارت کا پیغام سُنانے میں ہم میں خود اعتمادی اور خودداری پیدا ہو گی۔ دُکھ اُٹھانے میں اپنے آپ کو اپنے آپ پر رحم آئے گا۔ سمجھ بوجھ میں ذاتی بچاؤ اور نخوت پرستی، زندگی کے مقصد میں خود پرستی اور جاہ طلبی، چھوٹی چھوٹی آزمائشوں میں خود بینی و الزام تراشی۔ روزمرہ کے کاروبار میں نفع پرستی اور خود انتخابی اپنے تعلقات میں خود ادعائی، اور خودداری، اپنی تعلیم میں لاف زنی اور خودستائی، اپنی خواہشات میں تن پروری اور اطمینان یا لذات، اپنی کامیابی میں خود آرائی اور ستائش پسندی، اپنی ناکامیوں میں بہانہ تراشی اور اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنا۔ اپنی روحانی متاع میں راست بازی اور دلجمعی۔ خادم دین ہونے کی صورت میں ظاہریت اور بے جا فخر اور اپنی مجموعی زندگی میں ہم اپنی ذات کو پیار کرنے والے اور حریص (لالچی) ہیں۔ جسم میں ''میں'' ہی ''میں'' ہے۔

جسم کی خواہشات کی یہ چند صورتیں ہیں۔ ان ہی کو صلیب پر کھینچتا ہے۔ مسٹر مینٹل نے لکھا ہے کہ

> **''ورٹزنگ کے محل میں ایک شیشے کا معلق ہال ہے۔ اُسے ایک ہزار آئینوں کا ہال کہتے ہیں۔ جب آپ اُس میں داخل ہوتے ہیں تو ایک ہزار ہاتھ آپ کا استقبال کرنے کے لئے آپ کی طرف بڑھتے ہیں۔ ایک ہزار مسکراہٹیں آپ کی مسکراہٹ کا جواب دیتی ہیں۔ اگر آپ اشک فشاں ہوں تو ایک ہزار آنکھیں آپ کے ساتھ اشک فشانی کرتی ہیں۔ لیکن وہ ہاتھ تمہارے اپنے ہاتھ ہیں۔ وہ مسکراہٹیں تمہاری اپنی اور وہ اشک بھی تمہارے ہی ہیں۔ یہ حریص آدمی کی تصویر ہے۔ وہ آدمی سراسر جسمانی ہے اور فریب خُوردہ ہے''۔**

یہ خدا کی حکمت ہے کہ ہم فوراً جسمانی زندگی کی ان لاتعداد صورتوں سے زیر بار (بوجھ سے دبا ہوا، احسان سے دبا ہوا) نہ ہوں۔ اگرچہ ہم نے اپنے مخلصی دینے والے کے ذریعہ مخلصی حاصل کر لی ہے۔ پھر بھی ہم میں کش مکش جاری ہے۔ لیکن ہم کامران ہوتے ہیں۔ جسم کے وسیع و عریض علاقوں کو ابھی صلیب پر کھینچنا ہے۔ ہمیں خداوند مسیح کے ہم شکل بننا چاہیے۔ افریقہ کے ایک حبشی مسیحی نے کہا ہے۔ ''مسیح کی صلیب مجھے مقدس اور ولی بننے سے روکتی ہے''۔ ہم نے مصر چھوڑنے میں ''جلدی کی''۔ مصری بڑے انتقام کے ساتھ ہمیں جانے کی اجازت دے دیں۔ اس طرح مت دیکھو۔ اس طرف تو موت ہے مخلصی نہیں ہے۔ ''اُن کے گھوڑے گوشت ہیں روح نہیں''۔ دودِلے نہ بنو۔ کلوری کے موت کے طوفان ہمارے اور اس دُنیا کے درمیان ہیں۔ ہم خداوند مسیح کے ساتھ مصلوب ہو چکے ہیں۔ یہی ہمارا موقف ہے۔ مستقل مزاج رہو۔ ہم دو نظریوں کے درمیان کیوں ڈانواں ڈول رہیں؟ ہم دودِلے کیوں بنیں۔ ہم جسم کو موقع کیوں دیں؟ ہم جس کو ہمیشہ کے لئے کیوں سلام نہیں کہہ دیتے؟ خدا کا شُکر ہے کہ ہم جسم کے قرضدار نہیں ہیں کہ ''جسم کے مطابق ''زندگی گزاریں'' بلکہ آپ خدا کے ہیں۔ ہم خدا کی ملکیت بنیں۔ اور علانیہ اُس کے ہو کر رہیں۔ خدا کا حکم مانیں۔ بُری باتوں کو نکال پھینکیں۔ اپنے ضمیر کو دُعا کے ذریعہ لیپ پوت (پلستر کیا ہوا) کرنے کی کوشش نہ کریں۔ جب خدا کہتا ہے کہ ''کاٹ ڈالو''، تو ہمیں اس وقت چیخنے چلانے کی ضرورت نہیں۔

ہم زیادہ تر عادت کے غلام ہیں۔ ہم اپنی پیدائش سے ہی حریص (لالچی) ہیں، اور ہمیں اپنی خوشنودی مقصود ہے۔ ہم کسی نہ کسی جسمانی رُجحان کے قرضدار ہیں۔ ہمارے دل میں یہی خیال سما چکا ہے۔ کہ حال اسی طرح سے رہے گا۔ کچھ کنعانی ایسے ہیں جو اس سرزمین میں ''رہیں گے''۔ اُن کے پاس لوہے کے رتھ ہیں۔ آیئے جسم کی تمام صورتوں میں سے چند ایک کا ذکر کریں۔ جو بعض مسیحیوں میں رونما ہیں۔

شائد آپ بڑبڑانے والے مسیحی ہیں۔ آپ اپنی ذات کے لئے بڑے ہی فکر مند رہے ہیں۔ لیکن آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ''اگر اُسی کا رُوح تم میں بسا ہوا ہے جس نے یسوع کو مردوں میں سے جلایا تو جس نے خُداوند مسیح یسوع کو مردوں میں سے جلایا وہ تمہارے فانی بدنوں کو بھی اپنے اُس روح کے وسیلہ سے زندہ کرے گا۔ جو تم میں بسا ہوا ہے۔ اگر خدا کا روح تم میں ہے تو تمہاری بڑبڑانے والی روح جاتی رہے گی۔ اس میں ایک نکتہ ہے کہ یہ فتح خود بخود حاصل نہیں ہو گی۔ یہ فتح اُسی وقت حاصل ہو گی۔ جب ''روح سے بدن کے کاموں کو نیست و نابود کرو گے''۔ (رومیوں ۸:۱۳)۔

کیا آپ حساس (زیادہ محسوس کرنے والا) اور زود رنج ہیں؟ آپ سے اسے گناہ آلود فکر کیوں نہیں کہتے؟ اگر کوئی تمہیں بُرا بھلا کہے تو اُسے کہیے '' آپ حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ اگر آپ کو علم ہوتا تو آپ مجھے اس سے بھی بہت بُرے القاب سے یاد کرتے''۔ ایسے رویے سے آپ صلیب سے ہم آہنگ ہو سکتے ہیں۔ کم از کم یہی حقیقت ہے۔

جسم یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر آپ کے حالات ذرا مختلف ہوتے تو فتح آپ کے قدم چُومتی۔ لیکن حالات صحیح تصور پیش کرتے ہیں۔ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں۔ کہ ''کسی چیز کا اصلی جوہر اُس چیز میں نہیں ہوتا بلکہ اُس چیز کی طرف ہمارے ردعمل کی کیفیت پر منحصر ہے''۔ اگر مشکل کے وقت

ہم اپنی نفرت کا اظہار کرنے سے معذور رہے تو ہمارے لبوں پر مہر خاموشی لگی رہی اور ہم شستہ مزاج (پاکیزہ) نظر آتے رہے۔ تو یہی بات قابل غور ہے۔ ہمارے مغموم (غم زدہ) لمحے اسی طرح سے گزر جائیں گے جیسے ہوا گزر جاتی ہے۔ لیکن سب سے اہم یہ بات ہے کہ جب طوفان کی زد میں تھے تو اس وقت ہماری کیا کیفیت (حالت) تھی۔ (ایمی۔کار۔ میخیل)۔

ہو سکتا ہے کہ آپ غیور مسیحی ہوں۔ لیکن کیا آپ نے طاقت حاصل کرنے والے بپتسمہ کی خلش پر قابو پالیا ہے؟ کیا ایمان لانے سے پیشتر آپ نشان اور عجیب کام دیکھنا چاہتے ہیں؟ جسم خدا کے حضور بھی اپنی شان و شوکت کا اظہار کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ وہ لوگ جو خدا سے اس قسم کے تحکمانہ مطالبات پیش کرتے ہیں۔ ان میں جسم کی خواہشات اور لالچ موجود ہے۔ لیکن انہیں تو صلیب پر کھینچنے کی ضرورت ہے۔ پُرانے عہد نامہ کی رسومات میں خون جو موت کو ظاہر کرتا ہے۔ ہمیشہ تیل سے مسح ہونے سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ تیل روح کو ظاہر کرتا ہے۔ کیا ہم اس بات کو بھول چکے ہیں کہ روح مسیح مصلوب سے صادر ہوتا ہے جو آسمان میں ہے؟ مسیح کے جسم پر پانچ زخم ہیں۔ یہ زخم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جسم کو اس کی تمام رغبتوں اور خواہشوں سمیت صلیب پر کھینچا جا چکا ہے۔ ندب اور ابیہو دنے ایک مرتبہ خدا کے حضور اُوپری آگ نذر گذرانی اور وہ مذبح کی آتش میں جل کر بھسم ہو گئے۔

کیا آپ گپ بازی کے عادی ہیں؟ تجسّس کا اصُول تلاطم خیز (لہروں سے بھرپُور) سمندر کی طرح ہے، جس میں موجیں اُٹھتی رہتی ہیں۔ کیا آپ کی زبان بے سروپا باتیں کہتی ہے؟ ہمیں ایک وزیر کے مُتعلق معلوم ہے۔ کہ وہ اپنی زبان پر قابو پانے کے لئے ایک لوہے کی گرم سلاخ سے اُسے داغتا تھا۔ لیکن مصیبت کچھ اور تھی۔ بے سرپا باتیں تو دل سے نکلتی ہیں۔ اس کے بعد اُسے معلوم ہوا کہ کس طرح "روح کے ذریعہ" زبان کے کاموں کو نیست و نابود کیا جا سکتا ہے۔ ایک شعلہ بیان مبشر کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ کہ اس کی بیوی اپنی ہی بات منوانے والی تھی۔ ایک معاملے میں غلطی اُسی کی تھی۔ لیکن مبشر نے اپنی ہی بیوی کی طرفداری کی۔ اُس نے جسم کے ساتھ مصالحت کرلی۔ اب بات یوں ہے کہ گھر میں امن و امان اور صلح و آشتی خدا کی نعمت ہے لیکن انہیں بڑی قیمت دے کر حاصل کرنا نہیں چاہیے۔ اب روح نے اس مبشر سے کام لینا بند کر دیا ہے۔ ایسی باتوں کے متعلق خدا سخت تادیبی قدم اُٹھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ "اگر تیرا بھائی یا تیری ماں کا بیٹا یا تیرا بیٹا یا بیٹی یا تیری ہم آغوش بیوی یا تیرا دوست جس کو تو اپنی جان کے برابر عزیز رکھتا ہے۔ تجھ کو چپکے چپکے پھسلا کر کہے کہ چلو ہم اور دیوتاؤں کی پوجا کریں۔ جن سے تو اور تیرے باپ دادا واقف بھی نہیں یعنی اُن لوگوں کے دیوتا جو تمہارے گرداگرد تیرے نزدیک رہتے ہیں۔ یا تجھ سے دُور زمین کے اس سرے سے اس سرے تک بسے ہوئے ہیں تو تُو اس پر اُس کے ساتھ رضامند نہ ہونا اور نہ اس کی بات سننا۔ تو اُس پر ترس بھی نہ کھانا اور نہ اُس کی رعایت کرنا اور نہ اُسے چھپانا، بلکہ تو اُس کو ضرور قتل کرنا اور اس کو قتل کرتے وقت پہلے تیرا ہاتھ اُس پر پڑے۔ اس کے بعد سب قوم کا ہاتھ۔ اور تو اُسے سنگسار کرنا تاکہ وہ مر جائے کیونکہ اُس نے تجھ کو خداوند تیرے خدا سے جو تجھ کو ملک مصر یعنی غلامی کے گھر سے نکال لایا برگشتہ کرنا چاہا" (استثنا ۱۳: ۶-۱۰)۔

موجودہ نسل روحانی نرمی اور موت کی خوگر (گدیلا) ہے۔ ہمیں اپنے باپ دادا کی طرح ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں موسیٰ کی سی سختی کی ضرورت ہے۔ کیا اس کتاب کے پڑھنے والے نے اس بات پر غور کیا ہے۔ کہ جب ہم خود غلطی کرتے ہیں تو دوسرے غلطی کرنے والوں سے نرمی کا رویہ اختیار کرتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ لیکن اِس قسم کے نرم رویے سے روحانی سالمیت پیدا نہیں ہو سکتی۔

اور اگرچہ یہ رویہ اُس محبت کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ جو ایمان اور اُمید سے افضل ہے اور بہت سے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں لیکن یہ ہر گز قابل تعریف نہیں ہے۔ یہ گناہ ہے۔(ایمی کارمیخیل)۔

کیا وہ مبشرِ انجیل اس وجہ سے اپنی خدمت سے ہاتھ دھو بیٹھا کہ وہ جسم کے کاموں کی طرح سے محتاط نہیں تھا؟ کیا اُس کی بیوی نے وہی خود پرستی اُس کے سامنے پیش نہ کر دی۔ جس کی وہ تلاش میں تھا؟ جسم نے شیطان کو موقع دیا۔ شیطان اپنے خلاف خود صف آرا (لڑائی یا جنگ کے لیے تیار) نہیں ہو تا۔ جسم ہمیشہ جسم کے خلاف یارانہ گانٹھتا (جوڑنا) ہے۔

آج کل کلیسیاء میں ضبط کا کیوں فقدان ہے؟ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل غلط کار لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا جاتا ہے؟ کبھی کبھی ڈیکن تک یوں کہتے ہیں۔ ''اس معاملے میں میرا نام نہ لینا''۔ لیکن وہ شخص جو صلیب نہیں اُٹھا سکتا وہ راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ صلیب پر خدا نے گناہ کو دُور کر دیا۔ ''پس اُس شریر آدمی کو اپنے درمیان میں سے نکال دو'' (ا۔ کرنتھیوں ۵: ۱۳)۔

خاندانی تعلق جسم کی خواہشات کی بہت سی صورتوں میں سے ایک ہے۔ خاندانی شک رنجیاں اور عداوتیں چھوڑ یئے، اور اس کی نازک صورت ملاحظہ فرمایئے۔ زیادہ لاڈ پیار ہی والدین کی کمزوریوں کی غمازی کرتا ہے۔ وہ اپنے جسمانی تعلقات کی بنا پر اپنے بچوں کو صلیب کی راہ پر نہیں چلاتے۔ کیا اس کی یہ وجہ ہے کہ والدین نے خود صلیب کا راستہ اختیار نہیں کیا؟ چند سال ہوئے راقم الحروف کی ایک عزیز دوست اس جہان سے رحلت کر (وفات پانا) گئیں۔ اس خاتون کی پرورش ہی کچھ اس طرح سے ہوئی تھی۔ کہ خوراک اور لباس کے متعلق اس کا یہ خیال تھا کہ اس کے جسم کے یہ تقاضے ہیں۔ وہ فضول خرچ نہ تھی۔ اس کی زندگی کا محور اس کی پسند اور مذاق اور ترجیحات تھیں۔ وہ ان جسمانی تقاضوں کے سامنے سر تسلیم خم رہتی تھی۔ وہ سرخ بھڑکیلا رنگ پسند کرتی تھی۔ وہ مٹھائیوں کی دلدادہ اور مرغن اشیاء کی بہت شیدا (شوقین) تھی۔ وہ ان اشیاء سے اسی طرح چمٹی ہوئی تھی۔ جیسے گھریلو بلی گھر پہ فریفتہ ہوتی ہے۔ اس کی زندگی ان ہی اشیاء سے عبارت تھی۔ لیکن منجی کا فرمان ہے ''جو اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے وہ اسے کھو دیتا ہے''۔ یہ بات دینیات سے بھی بڑی معلوم ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ زندگی کا اصول ایک اٹل قانون ہے۔ اور یہ بات اس دُنیا میں بھی سچ ہے۔ وہی چیزیں جن کو حاصل کرنے کے ہم بڑے خواہشمند ہوتے ہیں اُن سے ہم کسی قیمت پر جُدا نہیں ہوتے اور اُنہیں اپنے لئے جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہی چیزیں ہم کھو دیتے ہیں ۔ ہمیں معلوم ہونے لگتا ہے کہ ان چیزوں میں کوئی چاشنی (مٹھاس) نہیں رہی۔ اور حالت چند ہی دنوں کے بعد خراب ہو جاتی ہے۔ اپنی موت سے چند مہینے پہلے اس خاتون کو رنگ سے کوئی اُنس نہ رہا۔ جسم کہ کسی سُرخ لباس کی ضرورت نہ رہی۔ اب اس کے جسم کا رواں رواں مرغن اشیاء سے بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ مٹھائیوں کا یہ حال ہوا کہ تھوڑی سی مٹھاس سے بھی طبعیت بیزار ہونے لگی۔ مٹھاس تو اس کی زندگی تھی۔ لیکن اب وہ اس سے نفرت کرنے لگی۔ وہ اپنی زندگی کو عزیز رکھتی تھی۔ اُس نے اس کبھی کھویا نہیں اور نہ ہی اسے کھونے کے لئے تیار تھی۔ لیکن اب وہ اس سے نفرت کرتی تھی۔

ہمارے منجی نے فرمایا۔ ''لوط کی بیوی کو یاد رکھو۔ جو کوئی اپنی جان کو بچانے کی کوشش کرے وہ اُسے کھوئے گا اور جو کوئی اُسے کھوئے وہ اُس کو زندہ رکھے گا''۔ کیا لوط کی بیوی سدوم سے نہ نکلی؟ ہاں۔ وہ نکلی تھی۔ لیکن اُس کا جسم سدوم کی مٹھائیوں کا دلدادہ تھا۔ اس لئے اُس نے اُسے نہیں چھوڑا تھا

۔یعنی اُسے کھو یا نہیں تھا۔ خدا سدوم کو بھسم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن لوط کی بیوی خیال کرتی تھی۔ کہ یہ شہر اس قابل ہے کہ اُسے بچایا جائے۔ وہ آسمان سے نازل ہونے والی آگ سے اپنے آپ کو نہیں بلکہ اپنی مرغوب چیزیں بچانا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ شہر سے باہر تھی۔ جب اُس نے پیچھے مڑ کر شہر کی طرف دیکھا ۔سدوم کے شہر میں اس کی پسندیدہ چیزیں موجود تھیں۔ وہ ابھی تک اپنی جان بچانا چاہتی تھی۔ اس کی یہی آرزو تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور اُسے کھو دیا۔ اس نے سدوم میں ہی اپنا سب کچھ کھو دیا یعنی اپنی جسمانی زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی۔ وہ نمک کا کھمبا بن گئی۔ وہ ان لوگوں کے لئے جائےِ عبرت (عبرت کی جگہ) ہے جو جسم کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔

میرے عزیز دوستو! خداوند مسیح کی آمد نزدیک ہے۔آپ کی زندگی کس قسم کی ہے؟ کیا آپ اسے رُوح کے مطابق گزار رہے ہیں؟ صلیب کی قوت یہ ہے کہ وہ ان تمام رشتوں کو توڑ دیتی ہے جو ہمیں جسم سے باندھے ہوئے ہیں۔ ہم صرف روح کے قرضدار ہیں۔اپنی زندگی میں صلیب کو پورا پورا کام کرنے دو۔اپنے آپ کو مصلوب کے سہارے پر چھوڑ دو کیونکہ اُس کی مصلوب زندگی پر جسم کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ صلیب کو اپنے آپ پر قبضہ جمانے دو تاکہ وہ تمہیں جسم کی غلامی سے آزاد کر دے۔ جب کسی چیز کا یقین کُلّی (کامل بھروسہ) ہم پر قبضہ جما لیتا ہے۔ تو پھر وہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ یقین ہم پر غالب آکر ہمیں اپنے میں جذب کر لیتا ہے۔ اور دُنیا کی دوسری چیزوں سے ہمارے تعلقات منقطع (الگ) کر دیتا ہے۔ کیا صلیب نے اسی طرح سے تم پر قبضہ جما لیا ہے۔ اگر اس کا جواب اثبات (ہاں) میں ہے۔ تو آپ جسم کے مطابق زندگی نہیں بسر کر سکتے۔آپ پُرانے زمانے کے ایک مقدس کی طرح پکار اُٹھیں گے۔

> **"اے خدا! اس کی فریاد پر کان لگا جس پر تو نے رحم فرمایا اور میرے دل کو تیار کر کہ جو کچھ خداوند مسیح نے اپنی جان دے کر میرے لئے خریدا ہے میں اس کو حاصل کر سکوں۔ خُداوند! ان نعمتوں سے میں محروم نہ رہ جاؤں۔ میری اُن خوشیوں میں کانٹے ڈال دے۔ اور اُس راحت کو رنج میں بدل دے جو مجھے تیرا ہونے سے روکتی ہے یا کسی نہ کسی طرح سے میری روحانی زندگی کی ترقی میں حائل ہیں" (ٹی۔ سی۔ اوپم)۔**

اس باب کو مِس ایمی کارمیخیل کے ایک اقتباس سے ختم کرنا بہتر ہوگا۔ مس صاحبہ بڑی ہی نیک دل خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بڑے دُکھ اُٹھائے۔ اُن کے جسم پر خداوند یسوع کے داغ تھے۔ وہ کہتی ہیں۔

ہم جو مسیح مصلوب کے پیروکار ہیں زندگی کی دُنیاوی خوشیوں کے لئے نہیں بلائے گئے۔ ہم اس گنہگار دُنیا میں دُکھ اُٹھانے کے لئے زندہ ہیں۔ خداوند ہمیں معاف کرے کہ ہم مصائب سے گھبراتے ہیں۔ اور دُکھوں سے پہلوتہی (جان چھوڑانا) کرتے ہیں۔ اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا۔ کیا ہم اپنے سر پر تاج رکھنے کے لئے گلاب کے پھول تلاش کرتے ہیں؟ اُس کے ہاتھوں میں کیل ٹھونک گئے۔ کیا ہمارے ہاتھوں میں قیمتی زیور نہیں ہیں؟ اُس سے پاؤں ننگے تھے۔ اور انہیں صلیب کے ساتھ جڑ دیا گیا۔ کیا ہم خراماں خراماں چلتے ہیں۔ ہمیں رنج والم کا کیا اندازہ ہے؟ ہم اُن آنسوؤں کو نہیں جانتے جو چر کا (زخم) لگنے سے آنکھوں سے نکلتے ہیں۔ کیا ہم دل کے ٹوٹ جانے سے واقف ہیں؟ کیا ہم لعن طعن کو جانتے ہیں؟ خدا معاف کرے کہ ہم عیش و عشرت

کے رسیا(شوقین) ہیں۔خدا معاف کرے کہ ہم ایسی زندگی بسر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔جو خداوند یسوع مسیح کو زندگی کے متشابہ (کی مانند) بھی نہیں ہوتی۔خدا ہمیں معاف کرے کہ ہم آرام طلبی کے خواہاں ہیں۔ہم اپنے خویش واقارب (عزیز، رشتہ دار) میں خوش رہنا پسند کرتے ہیں۔ہم دُنیا کی دولت اور مال کے خواہشمند ہیں۔ہم نے کبھی ایسی دُعا کا خیال تک نہیں کیا جس میں ہم یہ کہہ سکیں۔کہ ہم صلیبی زندگی بسر کرنے یا کلوری یا گتسمنی کے دُکھوں کو برداشت کرنے کے آرزومند ہیں۔شاید اس کی وجہ یہ ہے۔کہ ہم ایسی زندگی بسر نہیں کرنا چاہتے۔

سن رواں ۱۹۴۴ء ہے۔ہمارے چاروں طرف جنگ چھڑی ہوئی ہے۔جسم کی آسائش کی کون برداشت کر سکتا ہے۔افسوس ہے کہ جنگ کے اس زمانہ میں مسیحی گواہی کا فقدان (کمی) ہے۔لوگ عیش وطرب کے دلدادہ ہیں۔یہ کیسے دُکھ اور شرم کا مقام ہے۔

خداوند بلاؤں نے ہے گھیرا　　　ہوا بار گراں فرماں تیرا

میرے دل میں نہیں شوق بشارت　　　شہادت کی نہیں مجھ میں جسارت

تو اپنے زخمی ہاتھوں کو دکھادے

سبق بھولا ہوا ہے جو سکھادے

خداوند! روش میری بُری ہے　　　میری دُنیا میں ہر سُو ابتری ہے

ہوا میں آبلہ پائی سے نالاں　　　پریشان حال میرا قلب بریاں

تو اپنے زخمی پاؤں کو دکھادے

سبق بھولا ہوا ہے جو سکھادے

مجھے بھی ہاتھ زخمی تو عطا کر　　　میرے پاؤں کو تو درد آشنا کر

میرے دل میں رہے شوق شہادت　　　بشارت کی میسر ہو سعادت

تجھے میں اپنے زخموں کو دکھاؤں

تیرے لطف کرم کے گیت گاؤں

باب سیز دہم

صلیب اور خویش واقارب

کرائی سوسسٹم سے روائت ہے کہ جب سینٹ لوسینؔ سے اس کے جلاؤوں نے پوچھا" تمہارا ملک کونسا ہے"؟ تو اس نے جواب دیا۔" میں مسیحی ہوں"۔

"تمہارا پیشہ کیا ہے"؟" میں مسیحی ہوں"۔

"تمہارا خاندان کونسا ہے"؟" میں مسیحی ہوں"

سینٹ لوسینؔ کے نزدیک مسیح ہی سب کچھ تھا۔ وہی اس کا ملک، پیشہ اور خاندان تھا۔

صلیب کتنی انقلاب انگیز ہے۔ صلیب خدا کے ساتھ ہماری ذات کے ساتھ، دوسروں کے ساتھ اور سب لوگوں کے ساتھ ہمارے رشتوں میں انقلاب برپا کردیتی ہے۔ جب صلیب کسی مسیحی پر قبضہ جمالیتی ہے۔ تو اس کا اس دُنیا سے سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔ پُرانی زندگی، پُرانی دُنیا، پُرانے رسم و رواج اور پُرانے رشتے ناطے سب قصہ پارینہ (پرانی داستان) بن جاتے ہیں۔ دیکھو! سب چیزیں نئی ہوگئیں۔" اگر کوئی مسیح میں ہے۔ تو وہ نیا مخلوق ہے۔ پُرانی چیزیں جاتی رہیں۔ دیکھو۔ وہ نئی ہوگئیں"۔ صلیب کی خاصیت یہی ہے۔ جب صلیب ہم پر قبضہ جمالیتی ہے۔ تو وہ ہم پر غالب آکر ہمیں اپنے میں جذب کرلیتی ہے۔ اور دُنیا کی دوسری چیزوں سے ہمارے تعلقات منقطع کردیتی ہے۔ صلیب ہماری زندگی کا مقصد اولیٰ بن جاتا ہے۔ دُنیا کی کوئی خارجی چیز ہم پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ وہ جو صلیب کی ماہیت کو نہیں سمجھتے وہ ہمارے لئے اجنبی ہیں۔ وہ جو صلیب پر رکیک حملے کرتے ہیں۔ وہ ہمارے دشمن ہیں۔ وہ جو صلیب سے محبت کرتے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ مل کر اُس کی خوشخبری سناتے ہیں۔ حقیقت میں وہی ہمارا خاندان ہے۔

خداوند مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا" کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں صلیب پر صلح کرانے آیا ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے۔ کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے۔ دو سے تین اور تین سے دو۔ باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا۔ اور بیٹا باپ سے ۔ماں بیٹی اور بیٹی ماں سے۔ ساس بہو سے اور بہو ساس سے"(لوقا ۱۲: ۵۱۔ ۵۳)۔ خُداوند مسیح سے زیادہ کوئی جُدائی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔ وُہ ہے وہ رشتہ داروں کو کس طرح ایک دوسرے سے جدا کردیتا ہے۔ وہ" صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا"(متی ۱۰: ۳۴)۔ اُس کی صلیب زمین کے تمام محبوب رشتوں کو توڑ دیتی ہے۔ ہمارے گہرے تعلقات کو ختم کردیتی ہے۔ ہمیں اپنی ذات کے لئے فولاد کا دل عطا کرتی ہے۔ مگر دوسروں کے لئے بڑا نرم ونازک دل دیتی ہے۔ ایمان میں کرنتھی مسیحی پولس کے بچے تھے۔ جب انہوں نے پولس پر الزام لگایا کہ اب وہ اُن سے محبت نہیں کرتا تو رسول نے اُن سے کہا" ہم کو اپنے دل میں جگہ دو۔ ہم نے کسی سے بے انصافی نہیں کی۔ کسی کو نہیں بگاڑا۔ کسی سے دغا نہیں کیا۔ میں تمہیں مجرم ٹھہرانے کے لئے یہ

نہیں کہتا کیونکہ پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم ہمارے دِلوں میں ایسے بس گئے ہو کہ ہم تم ایک ساتھ مریں اور جئیں" (۲۔کرنتھیوں ۷: ۲۔۳)۔ غور کیجئے کہ پولس رسول "جسم کے خلاف" بات کرتا ہے۔۔پیار کرنے والے والدین فطرتاً یہ چاہتے ہیں۔ کہ اُن کے بچے اُن کے نزدیک ہی رہیں۔اُن کا مرنا اور جینا ایک ساتھ ہو۔ لیکن پولس نے اپنے کرنتھی بچوں سے کہا "پس ہم کسی کو جسم کی حیثیت سے نہ پہچانیں گے۔ اس کے بعد وہ یہ دلیل پیش کرتا ہے۔

"جب ایک سب کے واسطے مؤا تو سب مر گئے" (۲۔کرنتھیوں ۵: ۱۴)۔ پولُس کرنتھی بچوں کو اپنے دل میں اس لئے نہیں رکھتا کہ وہ اُن کے ساتھ جئے اور مرے بلکہ میرے اور جیئے۔ وہ اُنہیں خداوند مسیح کا ہونے کی حیثیت سے پہچانتا ہے۔ اور اگر وہ مسیح یسوع کے ہیں تو وہ مصلوب ہو کر جی اُٹھے ہیں۔ اور اب نئے مخلوق ہیں۔ پولس کرنتھیوں سے محبت کرتا ہے۔ لیکن جسم کی "حیثیت سے نہیں" وہ اُن سے صلیب کی حیثیت سے محبت کرتا ہے۔ وہ "کسی کو جسم کی حیثیت سے نہیں پہچانتا"۔ کوئی مسیحی والدین صلیب کے ان اُصولوں پر عمل نہیں کرتے۔ ہم ہمیشہ اچھے مسیحی گھروں کا خیال کرتے رہتے ہیں۔ والدین اپنے بچوں کی محبت میں ایسے مستغرق (ڈوبے) ہوتے ہیں۔ کہ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ اُن کے بچے صلیبی شعار (راہ) اختیار کریں۔ وہ اُنہیں یہ دُکھ بھرا راستہ اختیار کرنے سے روکتے ہیں۔ مسیحی نوجوان اکثر اوقات مسیح کی خاطر دُنیا کی سرحدوں تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ لیکن اُن کے والدین ایسا قدم اُٹھانے سے روکتے ہیں۔ "کبھی کسی نے اپنے جسم سے دشمنی نہیں کی"۔ لیکن مسیح کے شاگرد ہونے کا سب سے پہلا اصول یہی ہے۔ کہ انسان جسم سے نفرت کرے۔ خداوند مسیح نے فرمایا "اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا" (لوقا ۱۴: ۲۶)۔ خون ضرور جوش مارتا ہے۔ مسیحی والدین جنہوں نے اپنی زندگی کو اُس کو خاطر مخصوص اور تقدیس کرنے میں اپنے انتہائی خلوص کا ثبوت دیا ہے اور جو دل سے مسیح کے پیروکار اور اُس کی خاطر دُکھ اُٹھانے کے لئے ہر وقت تیار نظر آتے ہیں۔ وہ بھی اس بات کے امتحان میں پورے نہیں اُترتے۔ اُن کے جسمانی جذبات شاید غیر شعوری طور پر انہیں مسیح کی صلیب کا دشمن بنا دیتے ہیں۔ صلیب بیٹے یا بیٹی پر اپنا حق جماتی ہے۔ اور ماں چلا اُٹھتی ہے۔ خدا نہ کرے۔ یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا۔ اپنے آپ پر رحم کر۔ اپنے آپ کو بچا۔ صلیب سے نیچے اُتر آ اور ہمیں اور اپنے آپ کو بچا۔ وہ نوجوان کتنا خوش نصیب ہے جو ایسے خوفناک لمحے میں سانپ یعنی شیطان کے بہکانے میں نہ آئے اور یہ کہہ سکے۔ "اے شیطان۔ میرے سامنے سے دُور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔ کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے" (متی ۱۶: ۲۳)۔

ہمیں ایک نوجوان مسیحی خاتون کے متعلق معلوم ہے جو چین میں مشنری خدمت پر مامور تھی۔ اس کی ماں نے اُس سے کہا "اگر چین میں مسیح کی خدمت کے لئے جاؤں گی تو میری لاش پر سے گزر کر جا سکوں گی"۔ اور اُس نے ایسا ہی کیا۔ اس مشنری خاتون کی ماں نے بسترِ مرگ پر یہ اعتراف کیا۔ "میری بیٹی راہ راست پر ہے میں غلطی پر ہوں"۔ اپنے بسترِ مرگ پر الٰہی احکام کے سامنے بڑے ہی افسوس کی بات ہے۔ ماں نے رحلت فرمائی اور بیٹی چین روانہ ہو گی۔

چاندی کو پاک وصاف کرنے والا اُس ماں کے بسترِ مرگ کی کُٹھالی کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس کے حرص وہوا کی تمام میل کچیل سے اُسے صاف کر دیا۔ اب وہ ماں مزاحمت کرنے سے رہی۔ یعنی وہ پنی نیند سو گئی۔ اب وہ ایسی حالت میں تھی کہ اپنی بیٹی کی چین کی طرف بلاہٹ کا انکار نہیں کر سکتی تھی۔ ایسے والدین کے بارے میں ایمی کارمیخیل نے کہا اور اس نے مندرجہ ذیل اشعار میں یہ خیال بیان کیا ہے۔

خداوند! میری امداد کر فریاد کرتاہوں

تیرے ذکرِ مبارک سے میں دل کو شاد کرتاہوں

صلیبی ذلتیں سہہ کر میں تاج زندگی لے لوں

ضرور ہو تو تیری راہ میں جان تک دے دُوں

ایک اور خاتون کو ہندوستان جانے کی بلاہٹ ہوئی۔اس کی ماں نجات یافتہ مسیحی نہ تھی۔اوراس لئے وہ گھر کے کام کاج میں اُس کی مدد کی محتاج تھی۔لیکن خُدا کی بلاہٹ کو مقدم رکھنا چاہیے تھا۔ کیونکہ خدا کی بلاہٹ برحق ہوتی ہے۔اس خاتون کے مسیحی دوستوں نے اُسے جسم کے مطابق مشورہ دیا اور کہا کہ اگر وہ حقیقی مسیحی ہے۔ تواُسے گھر میں رہ کراپنی ماں کی خدمت کرنی چاہیے۔اُس خاتون نے اپنے دوستوں کے مشورہ کو ترجیح دی۔آخر کار وہ مرگئی یعنی وہ اپنے دوستوں اور ننگ وناموس (عزت) کے اعتبار سے مرگئی۔ دوستوں نے اسے ظالم اور محبت نہ کرنے والوں میں شمار کیا۔ وہ خطاکاروں میں گنی گئی۔اس نے موت کا راستہ اختیار کیالیکن مسیح مصلوب کے حکم کے مطابق وہ ہندوستان روانہ ہوئی۔اس کی ماں ابھی تک صلیب کی دوسری طرف تھی۔وہ اپنے گناہوں میں مردہ تھی۔ کلوری ماں اور بیٹی کے درمیان آن وارد ہوئی۔ لیکن یہ خدا کا حکم ہے۔ کلوری نہ ہی صرف جدائی پیدا کرتی ہے۔بلکہ یہ انسانوں کواپنی طرف بھی کھینچتی ہے۔اس ماں نے مسیح کو صلیب پر دیکھا۔ کلوری کے متعلق خداوند یسوع نے کہااور میں اگر زمین سے اونچے پر چڑھایاجاؤں گا۔تو سب کو اپنے پاس کھینچوں گا۔ عملی صورت میں خداوند مسیح اُس بیٹی میں اونچے پر چڑھایا گیااور پھر اس ماں میں بھی اونچے پر چڑھایا گیا۔پولس رسول کہتا ہے۔

''تمہاری تو گویاآنکھوں کے سامنے یسوع مسیح صلیب پر دکھایا گیا''۔اس ماں نے مسیح مصلوب کو دیکھا کیونکہ اس کی بیٹی کے ساتھ مصلوب ہو چکی تھی۔بیٹی کے دِل میں ماں کی یاد تھی۔اس لئے نہیں کہ وہ ایک ساتھ جئیں اور مریں بلکہ اس لئے کہ وہ ''مریں اور جئیں''۔خدااُن لوگوں کو عزت دیتاہے جواس کی عزت کی خاطر مرتے ہیں۔کچھ عرصہ کے بعد یہ مشنری خاتون اپنی پہلی رُخصت پراپنے گھر واپس آئی۔اوراس نے اپنی ماں کو مسیحی بنالیا۔ اس کی ماں مسیح میں ابدی نیند سوگئی۔بیٹی نے اُسے دفن کیااور خدا کی مرضی سے پھر ہندوستان آگئی۔

ایک اور قصہ سنیئے۔ایک مسرف بیٹااپنی من مانی کرنے پر تُلا ہوا تھا۔اس کی ماں بڑی دُعاگو عورت تھی۔ بیٹے نے اپنی ماں کی دُعاؤں سے یہ اطمینان حاصل کیا کہ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے دُور دراز نہیں جاسکتا تھا۔آخر کار ماں نے معلوم کیا کہ اُس کی دُعاؤں میں ایک خطرناک خامی ہے۔ اس ماں کے جذبات اپنے بیٹے کو شریروں کی راہ پر چلنے سے بچاسکیں گے۔ لیکن یہ بڑی مشکل بات ہے۔اس کی صلیب کی روح سے مشابہت نہ تھی۔آخر کاراس نے اپنے بیٹے کواپنے دل میں ایسے جگہ دی کہ وہ ایک ساتھ مریں اور جئیں۔ماں نے اپنے بیٹے کو متنبہ کر دیا۔میرے بیٹے! میں اب یہ دعا نہیں کرتی کہ خدا تمہیں مصائب سے محفوظ رکھے بلکہ یہ دُعا کرتی ہوں۔کہ وہ تمہیں مردہ یازندہ اپنابنالے۔مسٹر آسولڈ چمبیرز نے کہاہے۔''جب کبھی ہم دوسرے کی طرف اپنی ہمدردی کااظہار نہیں کرتے اور خدا کی محبت کی ہم میں مشابہت پیدا نہیں ہوتی تو خدا کے ساتھ ہمارا کوئی رشتہ نہیں رہتا۔ہم نے دوسروں

کے لئے اپنی ہمدردی اور پیار کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور یہ صریحاً (صاف) خدا کو لعن طعن کرنا ہے۔ آج کل وہ بیٹا افریقہ میں مشنری ہے۔ اُسے اپنی ماں کی دُعاؤں سے ڈر لگتا تھا۔ کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ ماں اپنے جسم کے تعلقات کی بنا پر مر گئی"؟ اُس کے بیٹے نے صلیب کی مردوں میں سے جی اُٹھنے، زندگی اور منادی تک پیروی کی۔

سکاٹ لینڈ میں فرقہ متعہد بن کے پیرو تھے۔ اُن کے عقائد میں ابھی تک کمزوری واقع نہیں ہوئی تھی۔ جان ناکس کی معزز بیٹی جین ویلش کو جیل کے ارباب اختیار نے کہا کہ اگر جاؔن ویلش پروٹسٹنٹ مذہب کو ترک کردے تو اُس کے خاوند مسٹر جان ویلش کو آزاد کر دیا جائے گا۔۔۔۔ لیکن جینؔ ویلش نے بڑی دلجمعی سے کہا، حضور والا! میں یہ پسند کروں گی۔ کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ آج کل کے زمانہ میں جینؔ ویلش کے جذبات و احساسات کو غیر روادارانہ، اداعائی، اور بے مروتانہ کہا جائے گا۔ لیکن سچ تو یہ ہے۔ کہ وہ خدا کو پیار کرتی تھی۔ اور اپنے خاوند سے اپنی مانند محبت کرتی تھی۔ اپنے خاوند کی قید کی وجہ سے ایمان کے سبب اُسے بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ابھی تک اس کے دل میں یہ خیال موجود تھا۔ کہ اُسے اس کے ساتھ مرنا اور جینا ہے۔

صلیب سے زیادہ کوئی اور چیز اتنی خوفناک اور انقلاب انگیز نہیں ہے۔ ہمارے لئے اور ہمارے رشتہ داروں کے لئے صلیب فتح کا مقام ہے۔ ہم مرتے ہوؤں کی مانند ہیں۔ مگر دیکھو جیتے ہیں۔

نور الھدیٰ

باب چہاردہم

صلیب اور خدا کی مرضی

مجھے ایک ننھی سی بچی کا خیال آرہا ہے۔ اس کا نام میمّو سا تھا۔ اُس نے ایک مرتبہ قادر مطلق خالق خدا کے متعلق ایک وعظ سنا چونکہ وقت قلیل تھا۔ لہٰذا اُسے کفارہ کے ذریعہ خدا کی محبت کے ظہور کے بارے میں زیادہ کچھ نہ بتایا گیا۔ اُس کا باپ ظالم تھا۔ وہ ایک مشن سکول میں زیرِ تعلیم تھی۔ اس کے باپ کو ڈر تھا۔ کہ کہیں اس کی یہ بچی بھی اپنی بہن ستّار کی طرح نہ ہو جائے۔ لہذا وہ اُسے سکول سے اپنے گھر لے گیا۔ پورے بائیس (۲۲) سال تک اس نے کسی مشنری کی صورت تک نہ دیکھی۔ کیا اُس ننھی بچی سے صغر سنی (بچپن) کے عالم میں سُنے ہوئے خوشخبری کے پیغام سے زیادہ کسی چیز کی توقع کی جاسکتی تھی؟ لیکن یہ قدرت کا اعجاز ہے کہ اُس کی روح پر کلامِ مقدس کا غلبہ ہو چکا تھا۔ جب وہ گھر پہنچی تو اُس پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اُسے فریب دیا گیا۔ آخر کار اُس کی شادی ہوئی لیکن یہ شادی خانہ آبادی کا باعث نہ ہوئی۔ بلکہ خانہ بربادی کا موجب بن گئی۔ اپنے خاوند کا قرض چکانے کی غرض سے اُس کو غلاموں کی طرح کھیتوں میں کام کرنا پڑا۔ آخر کار وہ اس زندگی سے اُکتا گئی۔ اُس نے اُس سے فریاد کی جس کے متعلق اُس نے اپنے بچپن کے زمانہ میں سنا تھا۔ اس نے کہا "اے خداوند! میرے خاوند نے اور میرے دیور نے مجھے فریب دیا ہے۔ یہاں تک کہ میری ماں نے بھی مجھ سے دغا کیا ہے۔ لیکن تو مجھے فریب نہیں دے گا"۔ پھر تھوڑے سے توقف کے بعد اُس نے آسمان کی طرف اپنی آنکھیں اُٹھائیں اور اپنے ہاتھ پھیلا کر کہنے لگی۔ "ہاں سب نے مجھے فریب دیا ہے۔ لیکن میں نے تیرے نام کی تکفیر نہیں کی۔ جو کچھ تو کرے گا۔ وہی بہتر ہوگا"۔ اُس کی تربیت اچھی طرح سے نہیں ہوئی تھی۔ وہ دعا کرنے کے عام اُصولوں سے ناواقف تھی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس کے بت پرست بھائی نے اُس کی برملا (سرِعام) بے عزتی کی۔ ہندوستانی نقطہ نگاہ سے یہ ذلت آمیز سلوک ناقابلِ فراموش اور ناقابل معافی تھا۔ یہ توہین ایسی خوفناک تھی کہ اس کی نظیر ناممکن ہے۔ اس واقعہ سے چند دن پیشتر ایک نیم گرم اور نیم سرد مسیحی نے اسے وعظ و نصیحت کی۔ اس نے کچھ اس طرح سے کہا "ہر ایک بات میں وہ عجیب طرح سے تمہاری رہنمائی کرے گا"۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ وہ اُسی نفرت انگیز اور ہتک آمیز سلوک کو برداشت کرے اور اُسی گھر میں زندگی کے دن گزارتی رہے۔ جب اُس نے اس معاملہ پر غور کیا تو شرم و حیا کی سُرخی اُس کے چہرے پر دوڑ گئی۔ اُس کے اپنے بھائی کے گھر میں ہی اُس کی بے عزتی ہوئی تھی۔ لیکن ذات الٰہی نے میمّو سا کی حوصلہ افزائی کی۔ اُس نے اپنے بھائی کو معاف کر دیا۔ وہ اسی چھت تلے زندگی کی گھڑیاں گزارتی رہی۔ اُس نے سمجھا کہ یہ سب کچھ اوپر سے ہے۔ وہ سمجھتی تھی کہ جو کچھ وہ کرتا ہے بہتر ہے۔

ایمی کار میخیل نے ایک نظم میں بیان کیا ہے کہ کس طرح سے ہم اپنے غموں کو برداشت کرتے ہیں۔ سب سے پہلا غم سے نجات حاصل کرنے کا قدرتی طریقہ یہ ہے۔ کہ ہم اُسے بھولنے کی کوشش کریں۔

میں سب کچھ بھول جاؤں گا   نئی دُنیا بساؤں گا

عزیزوں نے دغا دی ہے کسی نے کب وفا کی ہے؟

میرا دل غم کا مسکن ہے میرا ویران گلشن ہے

علاج غم نہیں لیکن

خیال غم بھلانے میں

جب غم کو ''بھول جانا'' غم کا علاج نہیں ہوتا اور ہمیں کسی طرح سے چین نہیں ملتا تو ہم شبانہ روز انواع و اقسام کے کاموں میں منہمک (کسی کام میں بہت مصروف) رہتے ہیں تاکہ غم کا مداوا ہو سکے۔

عمل ہے زندگی میری عمل تابندگی میری

عمل کی شمع جلتی ہے میری بگڑی سنورتی ہے

جوانی سُرخرُو ہوگی جہاں میں آبرُو ہوگی

علاج غم نہیں لیکن

غم محنت اُٹھانے میں

اور جب یہ حربہ (طریقہ) بھی کارگر نہیں ہوتا تو ہم اس کے برعکس قدم اُٹھاتے ہیں۔ (اس معاملہ میں دُنیاوی حکمت ہمارے کام آتی ہے)۔ ہم گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر دُنیا کے ہنگاموں سے بالکل بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

میری گوشہ نشینی سے میری اس پیش بینی سے

ملا ہے درد کا درماں ہوئے آرام کے ساماں

تمنا نقش حیرانی بلا وقف پریشانی

علاج غم نہیں لیکن

جہاں کا غم نہ کھانے میں

اس کے بعد چارہ کار یہ ہے کہ انسان یوں کہہ دے ”میں گرفتار بلا ہوں لیکن میں ناگزیر حالات کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں“۔ طوعاً و کرہاً (خواہ مخواہ، جبراً) یہ تلخ جام نوش کرنا پڑتا ہے۔

سر تسلیم خم میرا رہا نہ بیش و کم میرا

کہاں ہیں عیش کے ساماں کہاں وہ محفل یاراں

ہزیمت خوردہ ہوں یارب گناہ میں مردہ ہوں یارب

علاج غم نہیں لیکن

یونہی سر کو جھکانے میں

اور آخر کار یہ ہوتا ہے کہ تمام جسمانی چارہ سازیاں ناکام ثابت ہوتی ہیں۔ جسم کے تمام تقاضے مر جاتے ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں ”میں خدا کی مرضی کے سامنے سر نیاز جھکاتا ہوں۔ اُس کی مرضی اعلیٰ، مکمل اور قابل قبول ہے۔ اُس کی مرضی میں ہی میرا نفع ہے۔

الم سے آشنا ہوں گا میں راضی بر رضا ہوں گا

خدا مجھ کو سکھائے گا نہ غم مجھ کو ستائے گا

رہوں گا شادماں ہر دم رہے دردِ زباں ہر دم

علاج غم ہوا لیکن

تجھے اپنا بنانے میں

کسی آئندہ باب میں ہم یہ بتائیں گے کہ شیطان کا مقابلہ کرنے سے پیشتر خدا کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگ دُکھ بیماری یا رنج والم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اُنہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بیماریاں اور دُکھ خدا کی طرف سے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کہ تمام مصائب کا ذمہ دار شیطان ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے کیونکہ اُن کو معلوم نہیں ہے کہ فتح اور امن وامان کا راستہ یہی ہے۔ اور ہم یہ سمجھ لیں کہ تمام مشکلات خدا کی طرف سے ہیں۔ یقیناً اگر وہ لوگ خدا کے لوگ ہیں تو ان مصیبت آنے سے پیشتر خدا کے بیٹے پر آتی ہے اور جب تک مصائب صریحاً شیطان کی طرف سے نہ ہوں اُن کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ لیکن خدا کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آقا خداوند مسیح کی طرح دُکھوں کو برداشت کیا جائے۔ ”جو پیالہ باپ نے مجھ کو دیا کیا میں اُسے نہ پیوں“؟ مِس کارمیچیل کہتی ہیں:۔

""خونخوار شیر ببر کا کون مقابلہ کر سکتا ہے جو کسی نہ کسی کو نگلنے کے لئے گھاتے میں بیٹھا ہے۔ جب تک ہم اپنی زندگی اُس کی مرضی کے مطابق نہ ڈھال لیں ہم اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے""۔

اگر ہم منجی کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ ""تیری مرضی پوری ہو""۔ تو یہ سب سے اچھی بات ہے۔ راضی برضا ہونا یعنی یہ کہنا کہ ""تیری مرضی پوری ہو"" نا گزیر حالات کے سامنے سر جھکانا نہیں ہے۔ بلکہ خداوند کے ساتھ تعاون کی روح کے ذریعہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ""جو کچھ تو چاہتا ہے"" وہ کر۔

کچھ عرصہ ہوا میں ایسے مسیحی عزیز دوستوں کے ساتھ منسلک رہا جو بیماروں کے لئے۔ ""تیری مرضی پوری ہو""۔ کا محاورہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ جس طرح گناہ کے لئے کفارہ ہے اُسی طرح شفاء کے لئے بھی کفارہ ہے۔ اس لئے وہ بیمار کے لئے دُعا کرتے وقت یہ نہیں کہتے تھے۔

""تیری مرضی پوری ہو""۔ کیا شفا دنیا خدا کی مرضی نہیں ہے؟ خدا کی مرضی یہ بھی نہیں ہے کہ کوئی مر جائے۔ اس قسم کی دُعا اعصاب اور دل پر بار گراں ہے۔ اس طرح کی کھینچا تانی سے انسان پاگل ہو جاتا ہے ایک دفعہ غریب میمّو سا بھی بیمار ہوئی۔ اس کی تربیت کچھ ایسے طریقے سے نہ ہوئی تھی۔ لیکن روح نے اُس کی تربیت کر رکھی تھی۔ اُسے تجربہ ہوا کہ اگرچہ افاقہ (فائدہ) تو نہیں ہوتا لیکن ایک قسم کا سکون میسر ہو جاتا ہے۔ اُس نے یہ بات تسلیم کر لی کہ خدا شفاء تو بخش سکتا ہے۔ لیکن اُس کی مرضی قبول کرنے میں ہی حقیقی سکون ملتا ہے۔ اور میمّو سا نے معصومانہ انداز سے کہا کیا سکوں زیادہ اہم نہیں ہے؟۔

ہم اکثر سوچتے ہیں کہ اگر ایوب نبی کو شیطان کے بارے میں سب کچھ معلوم ہوتا تو وہ اس تباہ کار پر فوراً فتح حاصل کر لیتا۔ ایوب نبی کی مایوس بیوی نے جب کہا۔ ""خدا کی تکفیر کر اور مر جا""۔ تو ایوب نے جواب دیا۔ ""خداوند نے دیا اور خداوند نے لیا خداوند کا نام مبارک ہو۔ بہت سے غیر تربیت یافتہ مقدسین اس طرح سے کہیں گے۔ خداوند نے دیا اور شیطان نے لے لیا۔ اس لئے اب میں شیطان کا مقابلہ کروں گا۔ لیکن ایوب نے تمام مصائب کا مقابلہ کیا۔ اس کے تمام جسم پر پھوڑے نکلے ہوئے تھے۔ لیکن اُس نے اُف تک نہ کی۔ وہ اپنے نفس کا شکار نہ ہوا۔ اُس بزرگ نے کہا۔ مجھے اپنے آپ سے نفرت ہے۔ اُس نے مکمل طور پر اپنے آپ کو خدا کے حوالہ کر دیا۔ شیطان کو نیچا دکھانے کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہ تھا۔ شیطان نے ایوب نبی کی بار بار آزمائش کی لیکن اُسے رتی بھر بھی کامیابی نہ ہوئی بلکہ شکست ہوئی۔ مسٹر ہڈسن ٹیلر نے کہا ہے۔ اس لئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایوب نے غلطی نہیں کی اور اگر ہم بھی اُس کی تقلید کرتے ہوئے اپنے آپ کو خدا کو مرضی کے تابع کر دیں۔ تو ہم کوئی غلطی نہیں کریں گے۔ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ سب کچھ اُس کی طرف سے ہے۔ اور ہمیں اُمید ہے کہ یہ مشکلات ہمارے لئے بھلائی کا باعث بنیں گی۔ کیونکہ خدا آخر خدا ہے۔ اور ہم کو معلوم ہے کہ سب چیزیں مل کر خدا سے محبت رکھنے والوں کے لئے بھلائی پیدا کرتی ہیں۔ آیئے فیبر کا یہ گیت گائیں۔

خدا کے ساتھ کامیابی کی ضمانت ہے

خداوند کا کلام پاک سینوں میں امانت ہے

خداوند کی رضا کے سامنے سر کو جھکاتا ہوں

اُسی کی مہربانی سے بدی پر فتح پاتا ہوں

میں گرداب بلا میں بھی اُسی کا شکر کرتا ہوں

اگر میں ڈوب جاؤں اُس کی رحمت سے اُبھرتا ہوں

رضا ہو اُس کی تو پھر ہر بُرائی میں بھلائی ہے

گنہگاروں پہ رحمت اُس کی شان کبریائی ہے

پولس رسول بڑی آسانی سے یہ دلیل پیش کر سکتا تھا کہ اُس کا قید میں پڑنا شیطان کی طرف سے ہے۔ ہاں۔ یقیناً نیرو شیطان کی طرف سے تھا لیکن پولس رسول کبھی اشارہ نہیں کرتا کہ نیرو اُسے قید میں ڈالنے والا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ پولس یسوع مسیح کا قیدی اور پولس نے نیرو کے زمانہ میں ہی لکھا تھا۔ کوئی حکومت ایسی نہیں جو خدا کی طرف سے نہ ہو۔ اس سے ہمیں سموائیل رتھر فورڈ کی کہانی یاد آتی ہے جس نے خوشی خوشی تمام دُکھوں کو برداشت کیا اور اُس نے کہا میں بہت جلدی ایبرڈین میں بادشاہ کے محل میں پہنچ جاؤں گا۔ ایبرڈین میں اُسے قید میں ڈال دیا گیا۔ اُس نے قید خانہ سے ایک دوست کو خط لکھا۔ خدا میرے ساتھ ہے اس لئے مجھے کسی آدمی سے کچھ ڈر نہیں ہے۔ کوئی شخص مجھ سے زیادہ خوشحال نہیں ہے۔ میری زنجیریں بھو سونے کی ہیں۔ قلم اور الفاظ سے مسیح خداوند کی خوبصورتی کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ شخص جس نے اپنا سب کچھ خدا کے ہاتھ میں دے دیا ہو اس کے ساتھ شیطان کیا کر سکتا ہے؟ یقیناً وہ اُس کے ساتھ وہی سلوک کرے گا۔ جیسے کوئی دہکتے ہوئے انگارے کو پھینک دیتا ہے۔ دشمن پر فتح پانے کا یہی الٰہی طریقہ ہے کہ خداوند مسیح خداوندوں کے خداوند کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔

اس قسم کی تمام چیزوں پر فتح حاصل کرنے کے لئے مجھے اپنا سب کچھ اپنے مالک خداوند مسیح کے ہاتھ میں سونپ دینا چاہیے۔ میرے کان اُس کا آواز کی طرف لگے رہیں۔ میں یہ کہوں گا۔ پر اگر وہ غلام صاف کہہ دے کہ میں اپنے آقا سے اور اپنی بیوی اور بچوں سے محبت رکھتا ہوں۔ میں آزاد ہو کر نہیں جاؤں گا۔ حقیقی تقدیس امتحان میں پوری اُترتی ہے۔

قرون وسطیٰ کی عارف میڈم گائی آن نے یوں کہا ہے۔ جب تک کوئی شخص مکمل طور پر اپنے آپ کی خداوند کے لئے تقدیس نہیں کر دیتا وہ خدا کا نہیں ہو سکتا ،اور دُکھ اُٹھانے کے بغیر کسی شخص کی تقدیس کا علم نہیں ہو سکتا۔ دُکھ اُٹھانا ہی تقدیس کا امتحان ہے۔ خدا کی مرضی میں خوش رہنا (جب یہ مرضی خوشی عطا فرماتی ہے) ہر آدمی کے لئے آسان ہے لیکن صرف وہی شخص جو نئی پیدائش حاصل کر چکا ہے۔ اُس کی رضا جوئی میں خوش رہ سکتا ہے۔ کبھی کبھی خدا کی مرضی پر چلنے سے مایوسی اور غم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے آزمائش سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ ان آزمائشوں کا خیر مقدس کرنا چاہیے کیونکہ ہماری تقدیس کا

یہی سچا امتحان ہے۔ میرے عزیز دوستو! ایسی خوشیاں ہیں جو چند روزہ ہیں لیکن اُس مرضی پر عمل کرنے اور صلیب سے محبت کرنے میں ہی حقیقی خوشی نصیب ہو سکتی ہے۔ وہ شخص جو صلیب کا خیر مقدم نہیں کرتا خدا کا مقدم نہیں کرتا۔

یہ محاورہ وہ شخص جو صلیب کا خیر مقدم نہیں کرتا خدا کا خیر مقدم نہیں کرتا۔ ہمیں خداوند مسیح کے دُکھوں کے راز سے آگاہ کرتا ہے۔ جب آدم شہنشاہ دوسرا سے باغی ہو کر اپنی مرضی کے تابع فرمان ہوا تو خدا نے اُس کی نجات کے لئے مرد غمناک کو پیش کر دیا تاکہ وہ مارا کوٹا اُس گناہوں کی تباہی سے بچائے۔ گناہ کیا ہے؟ اپنے نفس کو اپنے جسم میں اعلیٰ طاقت سے سرفراز کرنا گناہ ہے، اور نفسانی خواہشات حکمران رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ اُن سے ایک زبردست طاقت اس تخت پر جلوہ فگن ہوتی ہے۔ جسے اُس نے غصب کرر کھا ہے۔ ایک آدمی نے کہا ہے۔ اگر خداوند مسیح مجھے اپنا وزیر اعظم بنالے تو میں اُسے بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن جسم کی خواہش اپنی فطرت میں لا تبدیلی قانون ہے۔ یہ اپنے آپ کو تباہ کرنے والی ہے۔ کلیر واکس کے برنارڈ نے کہا ہے۔ کہ وہ شخص جو خدا کی مرضی کے تابع فرمان نہیں ہے۔ وہ اپنے جسم کے ماتحت ہے اور اُس پر سزا کا حکم رہتا ہے۔ اور وہ آدمی جو محبت کے ملائم اور ہلکے جوئے کو اُتار پھینکتا ہے۔ وہ جسم کی مرضی کے ناقابل برداشت بوجھ کو اُٹھاتا ہے۔

جب قادرِ مطلق کو تخت سے اُتار دیا گیا۔ اور جسم کی خواہشات کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ تو خدا نے نئے آدم سے کام شروع کیا تاکہ وہ ایک نئی نسل کا نیا سردار ہو۔ آدم ثانی پہلے آدم کے کاموں کو تباہ کرنے اور سانپ کے سر کو کچلنے کے لئے آیا۔ کیا پہلے آدم نے اپنے آپ کو سربلند کیا؟ آخری آدم نے اپنے آپ کو خالی کر دیا۔ کیا غرور اور تکبر نے خدا کو پہلے آدم کے دل سے نکال دیا؟ خداوند مسیح نے اپنی جائے پیدائش کے لئے کسی سلیمان کے محل کو نہیں بلکہ ایک اصطبل کو چن لیا۔ ناصرت کا حقیر گاؤں اُس کی زمینی زندگی کے لئے منتخب ہوا۔ کیا پہلے آدم کی اُس بہشت میں آزمائش ہوئی جس میں سب نعمتیں میسر تھیں۔ اور انکار کی ضرورت نہ تھی؟ آخری آدم نے تمام باتوں میں اپنے بھائیوں کی طرح بیابان میں آزمایا جانا پسند کیا۔ وہ چالیس دن اور رات بیابان میں رہا۔ اس بیابان میں جنگلی درندے عام تھے۔ چالیس (۴۰) دن تک اُس نے کچھ کھایا نہ پیا۔ اور آزمانے والے نے پاس آکر اُس سے کہا۔ خداوند مسیح کی ساری زندگی خود انکاری کی زندگی تھی۔ اُس کے پاس سر دھرنے کو بھی جگہ نہ تھی۔ اگرچہ وہ بیٹا تھا لیکن اس نے دُکھ اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی۔ آخر کار تین مرتبہ یہ کہنے کے بعد کہ میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو۔ اُس نے صلیبی موت گوارا کی۔ اُس کی زندگی مکمل طور پر خود انکاری کی زندگی تھی۔ لیکن کسی آدمی نے اس سے اُس کی زندگی نہ چھینی۔ وہ خود بخود اس سزا کو برداشت کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس بات پر رضامند تھا کہ اُس کے منہ پر تھوکا جائے۔ وہ ٹھٹھوں میں اُڑائے جانے کے لئے تیار تھا۔ وہ اس بات پر رضامند تھا۔ کہ اُسے بدکاروں میں شمار کیا جائے۔ وہ اُس بات کے لئے تیار تھا۔ کہ بڑی ذلت کے ساتھ ٹھٹھوں میں اُڑانے والی بھیڑ کے سامنے صلیب کا دُکھ اُٹھائے۔ دیکھو! خدا کا برّہ جو جہان کے گناہ اُٹھا کر لے جاتا ہے۔ (یوحنا ۱: ۲۹)۔ کیا وہ دوسروں کو بچانے کے لئے آیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بچا نہ سکا۔ (وہ بچانا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کے دوستوں نے اُسے چھوڑ دیا۔ اُس کے دشمنوں نے اس کی بے عزتی کی۔ ہم نے اُس کی نافرمانی کی لیکن وہ موت تک وفادار رہا۔ وہ رضامند تھا۔ آخری آدم اپنی مرضی کرنے والے پہلے کے کاموں کو برباد کرنے والا تھا۔ اور یہ ابدی سچائی ہے۔ کہ وہ جو صلیب کا خیر مقدم نہیں کرتا وہ خدا کا خیر مقدس نہیں کرتا۔

صلیبی ذلت اُٹھائی ہے اُس نے میرے واسطے مار کھائی ہے اُس نے

جو بگڑی ہوئی تھی بنائی ہے اُس نے میں علم وعرفاں پلائی ہے اُس نے

فدائے رضائے خدا ہے مسیحا

بلاریب راہ ہدی ہے مسیحا

کوہ کلوری پر وہ قرباں ہوا ہے ہماری شفاعت کا ساماں ہوا ہے

وہی درد عصیاں کا درماں ہوا ہے اندھیرے گھروں میں چراغان ہوا ہے

اُسی نے گناہوں کا فدیہ دیا ہے اُسی نے مصیبت کا سر کہ پیا ہے

باب پانزدہم

صلیب اور خدا کی مرضی

(گذشتہ سے پیوستہ)

خدا کی فرمانبرداری اور دُکھ اُٹھانا دونوں نفس کے خلاف ہیں۔ ہر ایک انسان اپنے آپ سے زیادہ کسی چیز کو پیار نہیں کرتا۔ ہر ایک انسان اپنی من مانی کرنا چاہتا ہے۔ وہ خوش وخرم رہنے کا متمنی ہے۔ جہاں نفس زندہ ہے۔ وہاں دُکھ ہمیشہ انسان کے درپے آزار رہتا ہے۔ ان حالات میں نفس بغاوت پر اُتر آتا ہے۔ اور حکم ماننے سے انکار رتا ہے۔ جسم یا نفس دُکھوں سے نفرت کرتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی مرضی کو کلی طور پر اپنے تابع رکھتا ہے۔ اس چیز سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ اگرچہ خداوند بے گناہ اور معصوم تھا پھر بھی اُس نے دکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی۔ گناہوں سے نجات دلانے والا بننے کی غرض سے خداوند مسیح نے خود انکاری اور سخت آزمائش کے ذریعہ خدا کی مرضی کو افضل ترین مقام دینا سیکھا۔ اس نے ذلت اُٹھائی یہاں تک کہ صلیبی موت تک گوارا کی۔ انتہائی دُکھ اور درد میں اس کی فرماداری کی انتہا نہ تھی۔

جب میتّیمو سا اپنی بہن سٹاؔر سے مشن اسکول میں ملی تو اس کو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا۔ اُس نے بڑے ادب سے بائبل مقدس اور دوسری کتابوں کو دیکھا اور کہا "تم مطالعہ کرنے سے خدا کو جانتی ہو لیکن میں دکھ اُٹھانے سے اُسے جانتی ہوں"۔

گناہ کی خرابی اور تباہ کاری کی وجہ یہ ہے کہ انسان نے خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنی مرضی پوری کرنی چاہی۔ انڈریو مرؔے کہتا ہے کہ "خداوند مسیح کے مخلصی دلانے میں نہ کوئی دلیل ہے۔ اور نہ ہی کوئی مقصد اور کامیابی کا امکان ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ انسان کو خدا کی مرضی پر عمل کرنے کی

طرف راغب کرتی ہے۔ خداوند مسیح اسی واسطے موا تھا۔ اُس نے اپنی مرضی کو خدا کے سپرد کر دیا۔ اُس نے اپنی جان دینا گوارا کیا لیکن اپنی مرضی نہ کی"۔ جب آخر کار خداوند مسیح نے سر جھکا کر جان دے دی تو ایک چیز تھی جسے دُکھ، مصیبت اور موت اس چھین نہیں سکتے تھے۔ یہ خدا کی مرضی کے لئے محبت تھی۔ وہ خدا کی مرضی کو پورا کرتا ہوا مر گیا۔ آپ اس خیال پر غور کریں کہ صرف خدا کی مرضی ہی باقی رہی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اُس کی مرضی ہی باقی رہی۔ "جو خدا کی مرضی پر چلتا ہے۔ وہ ابد تک قائم رہے گا"۔ خداوند یسوع نے انسان ہونے کی حیثیت سے ابدی زندگی کا انعام حاصل کیا۔ اُس کے پاک نام کی ستائش ابد الآباد تک ہوتی رہے۔ زمانہ گزرتا جا رہا ہے۔ اُسے گزرنے دو۔ "پر تو اے خداوند! ابد تک قائم ہے"۔

کیا اس کتاب کے پڑھنے والے نے غور کیا ہے۔ کہ جب خداوند مسیح اس دُنیا میں تھا۔ تو وہ متواتر انسان کا ناممکن باتوں سے سامنا کراتا رہتا تھا۔ اس نے آدمیوں کے سامنے ایسے احکام پیش کئے جو جسم اور انسانی عقل و فہم کے بالکل خلاف تھے۔ اُن پر عمل کرنے سے جسمانی نیت سے بے انصافی ہوتی ہے۔ اور جسم کی خواہشات سے ناشکر گزاری کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ مطالبہ کرنا کتنا فطرت انسانی کے خلاف ہے کہ انسانی فطرت اپنے دشمنوں سے پیار کرے۔ اپنا دُوسرا گال بھی پھیر دے۔ دُکھوں سے لعن طعن اور صلیبی موت سے اور اسی قسم کی ناممکن چیزوں سے خوش نظر آئے۔ اور ان باتوں سے سوائے اس کے اور کیا ضرورت تھی کہ انسان اپنے آپ کا، خدا کا اور اس کے فضل کا سامنا کریں تاکہ وہ ناممکن کو سرانجام دے سکیں۔ منجی انسانی مرضی کے قلعہ پر حملہ کر رہا تھا۔ اس لئے وہ اس مرضی کو رد کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس ک مخالفت کرنا چاہتا تھا۔ اور بنی نوع انسان کو خدا کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والا بنانا چاہتا تھا۔ سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ کہ خداوند مسیح کیوں صلیب پر زور دیا کرتا تھا۔ اس نے اصول فرمان الٰہی اور تمثیل کے ذریعہ صلیب کی تعلیم دی۔ کسی آدمی کا قول ہے۔ خدا اکثر اوقات ان آزمائشوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ جو ہمیں بہت عزیز ہیں۔ خداوند مسیح نے حکم دیا کہ اگر تیرا دایاں ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اُسے کاٹ ڈال، اور اگر تیری دہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اُسے نکال دے۔ یعنی اگر وہ آرام وآسائش کے سامان جس سے ہم بڑی خوشی حاصل کرتے ہیں۔ ہماری روحانی ترقی کے راستے میں حائل ہوں اور خدا کی آواز کے سننے میں مخل (رکاوٹ) ہوں اور ہم اُس کی پاک مرضی کے مطابق عمل نہ کریں تو ہم پر یہ حکم لازم آتا ہے۔ کہ ہم اس آرام وآسائش کے سامان کو اپنے سے دُور کر دیں۔ ممکن ہے کہ یہ اقتباس بڑا ہی سخت معلوم ہو۔ لیکن خداوند مسیح نے کبھی کوئی نرم کلمہ استعمال نہیں کیا۔ اور چونکہ خدا کی الٰہی قدرت نے ہم میں جنم لیا ہے۔ اس لئے وہ ہمارا خدا ہے۔ خداوند مسیح نے ہر قدم پر جسم کی مخالفت کی۔ صلیب مخالفت کے متشابہ ہے۔ جس طرح خداوند مسیح کی اپنی صلیب اُس کی مکمل فرمانبرداری کا اظہار ہے اسی طرح سے خداوند یسوع مسیح اپنے ہر ایک شاگرد کو صلیب اُٹھانے کے ذریعہ سے خدا کی مرضی بجالانے کی طرف لے آتا ہے۔ اس وقت شاگرد کی اپنی مرضی ہو جاتی ہے۔ ہم اس سے پیشتر بھی کہا ہے کہ خداوند مسیح ہماری جسمانی زندگی تصحیح کرنے نہیں بلکہ صلیب پر چڑھانے کے لئے آیا۔

اس آدمی کی مثال پر غور کیجئے جس کا ہاتھ سوکھا ہوا تھا۔ وہ ہاتھ ٹیڑھا اور ناکارہ تھا۔ وہ آدمی اُس ہاتھ کے ساتھ نہ کوئی چیز پکڑ سکتا تھا اور نہ کوئی کام کاج کر سکتا تھا۔ لیکن ایک بڑی بھیڑ کے سامنے خداوند مسیح نے اُس آدمی کو حکم دیا۔ "اپنا ہاتھ بڑھا"۔ یہ کام ناممکن اور قرین عقل (وہ بات جسے عقل قبول کرئے) نہیں تھا کہ وہ آدمی اپنے ہاتھ کو بڑھاتا۔ اس قسم کے ناممکن اور ناواجب حکم کی بجاآوری کے لئے اس آدمی کو خداوند یسوع مسیح کے ذریعہ خدا کی مکمل

طور پر فرمانبرداری اور اپنی مرضی کا خاتمہ کرنا تھا۔ وہ خداوند یسوع مسیح کے تابع فرمان ہو گیا۔ یہی اُس کے ایمان کا مقصد تھا۔ اُس سوکھے ہوئے ہاتھ میں خون زندگی دوڑنے لگا۔ اس نے وہ کر دکھایا جو وہ کر نہیں سکتا تھا۔

ہمارا بھی یہی حال ہے۔ ہمارے منجی کا فرمان ہے۔ اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے۔ تو اپنی خودی کا انکار کرے اور اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہولے"۔ ہم یہی شکایت کرتے ہیں کہ ہم سے یہ نہیں بن پڑتا۔ لیکن ساری مصیبت یہ نہیں ہے کہ ہم سے یہ ہو نہیں سکتا۔ بلکہ مصیبت یہ ہے کہ ہم ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ اس فرمان الٰہی میں اس مصیبت کی اصل جڑ کے متعلق بتایا گیا ہے۔ صلیب نفس کو چھوتی ہے۔ اور یہ بتاتی ہے کہ ہم ایسا نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم الٰہی قوت اور طاقت سے معمور ہوں تو ہم اُس کے فرمان سے ناممکن بھی کر دکھائیں گے۔

کیا آپ کا ہاتھ سوکھا ہوا ہے کہ آپ اس کی خوشخبری کے متعلق کوئی ٹریکٹ نہیں تقسیم کر سکتے؟ کیا آپ کی حقیقی مصیبت یہ نہیں ہے کہ آپ خداوند مسیح کا نام لینے سے شرماتے ہیں۔ خداوند مسیح کا فرمان ہے۔ "اپنا ہاتھ بڑھا"۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں کوئی آزار نہیں ہے۔ آپ کے ہاتھ کے ذریعہ سے خدا آپ کے دل کو چھونا چاہتا ہے۔ آپ کے لئے یہ موت ہے یعنی یہ خُودی کی موت ہے۔ لیکن آپ کا منجی کوئی مصلحت آمیز سمجھوتا نہیں چاہتا۔ وہ کہتا ہے۔ "یہی کر تو تُو جئے گا"۔ آپ یہ کریں تو آپ معلوم کریں گے کہ آپ کے سوکھے ہوئے ہاتھ میں وہ بڑی زبردست طاقت بھر دے گا۔ بعض لوگ اس بات سے حیران ہوں گے کہ ہم عہد جدید کا پُرانے عہد عتیق کی شریعت کے اصولات پر اطلاق کر رہے ہیں۔ خداوند کے کلام کی یہ آیت کہ یہی کر تو تُو جئے گا"۔ کا یہ مطلب ہے۔ کہ "یہ موت برداشت کر تو تو جئے گا"۔ ایمان لانے والوں کے لئے مسیح پاکیزگی کی رو سے شریعت کی انتہا ہے۔ لیکن طوالت (لمبائی) کے خوف سے اس مضمون کو یہیں چھوڑا جاتا ہے۔ کیا آپ کسی انسان سے یا کسی انسانی مجلس میں اُس کی گواہی دینے سے قاصر ہیں۔ خداوند مسیح فرماتا ہے۔ "یہ کر تو تو جئے گا"۔ آپ کی سوکھی زبان گواہی دینے کے لئے ہلنی چاہیے۔ آپ کہتے ہیں۔ "میں مرنا گوارا کروں گا۔ لیکن ایسا نہیں کروں گا"۔ آپ دونوں کام کریں موت کے بعد پھر آپ جیئیں گے۔ اپنی سوکھی ہوئی زبان کے ساتھ ہی بشارت کے لئے نکلیں۔ اور اپنے لبوں سے خداوند مسیح کا اقرار کریں۔ آپ اپنے ہی منہ کی گواہی سے شیطان پر غالب آئیں گے۔ لیکن سب سے اعلیٰ برکت یہ ہے کہ اس عمل کے دوران آپ کا نفس مر جائے۔ جونہی نفس صلیب سے ہم آغوش ہو گا۔ شیطان کا قبضہ ختم ہو جائے گا۔ کیا آپ کا پاؤں لنگڑا ہے اور آپ خداوند مسیح کے فرمان کے مطابق چل نہیں سکتے؟ کیا آپ اُس جگہ نہیں جا سکتے جہاں خداوند آپ کو جانے کے لئے کہتا ہے۔ آپ کہتے ہیں "خداوند کسی اور جگہ بھیج دے پھر اُس جگہ نہ بھیج۔ لیکن خدا آپ سے کام لینا چاہتا ہے۔ آپ کا نفس دوسری جگہوں پر جا سکتا ہے۔ اسی لئے تو آپ کہتے ہیں کہ اس جگہ نہیں لیکن کسی دوسری جگہ بھیج دے۔ خداوند مسیح آپ کے نفس کو تخت سے اُتار دے گا۔ اُس کے سامنے ذاتی کمزوری کا اظہار کرنا حکم عدولی ہے۔ وہ آپ کے پاؤں کے ذریعہ آپ کے ارادے کو صلیب پر چڑھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے "اپنے پاؤں پر کھڑا ہو"۔

عرصہ دراز کی بات ہے کہ آپ سے زیادہ ایک لنگڑا آدمی تھا۔ لیکن وہ کود کر کھڑا ہو گیا اور چلنے پھرنے لگا اور چلتا اور کودتا اور خدا کی حمد کرتا ہوا اُن کے ساتھ ہیکل میں گیا اُس نے ایک ناممکن العمل حکم کی تعمیل کی۔ جب آپ خداوند مسیح کے زیر فرمان ہو جائیں گے۔ تو آپ کا لنگڑا پن جاتا رہے گا۔ جب تک آپ اُس کے حکام کو بجا نہیں لاتے آپ اُسے خداوند نہ کہیئے۔ اپنے آپ کو اُس کے تابع فرمان بنا لیں۔ اور پولس رسول کے ساتھ یوں کہیں جو مجھے

طاقت بخشتا ہے۔اس میں میں سب کچھ کرا سکتا ہوں۔آپ اُچھلتے کودتے اور خوشی مناتے ہوئے یہ کہیں گے کہ خدا کی مرضی پسندیدہ ہے۔ گونگے کی زبان گیت گائے گی۔اس سے بھی زیادہ یوں ہوگا۔ کہ لنگڑے ہرن کی مانند چوکڑیاں بھریں گے۔

ان صلیبی اُصولوں کے ہوتے ہوئے یہ بڑے دُکھ کی بات ہے کہ ایک راسخ الاعتقاد شخص خُداوند مسیح کی خوبیوں کو اس کی ہزار رسالہ بادشاہی منسوب کردے ،تاکہ وہ تمام چیزیں جو جسم اور نفس کے تقاضوں کے خلاف ہیں اُن سے چھٹکارا حاصل ہو۔"کیا جب اِس زمین کی حالت بدل جائے گی۔ تو پہاڑی وعظ کے بلند مطالبات پورے نہ ہو جائیں گے"۔کم از کم یہ سوال دُکھ پیدا کرتا ہے۔کیا ابتدائی زمانہ کے مسیحیوں نے خداوند مسیح کا انکار کردیا تھا۔ جب کہ لوگوں کے سامنے خداوند مسیح کے اقرار کرنے کا مطالبہ بڑی آسانی سے پورا کیا جا سکتا تھا۔کیا وہ شیر ببر سے پھاڑے گئے ؟ شاید انہوں نے ہزار رسالہ بادشاہی تک صبر کیا ہو جب تک کہ"شیر ببر بیل کی طرح بھوسا کھائے گا"۔ہمارا منجی جانتا تھا کہ وہ ان ناممکن العمل احکام کے ذریعہ سے ہی انسان کی حریص خواہشات کو صلیب پر چڑھا سکتا ہے۔اور خدا کی مرضی اسی طرح سے زمین پر پوری ہو سکتی ہے۔ جیسے آسمان پر پوری ہوتی ہے۔ کیا خداوند کی مبارک بادیوں کی فہرست میں یہ خیال کار فرما نہیں ہے"جو مجھ سے اے خداوند! کہتے ہیں اُن میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے"۔خداوند مسیح کی صلیب اور اس کی تعلیم کا یہ مقصد تھا کہ نفس کو نکال کر ہمارے دلوں کو خدا کی مرضی کے مطابق بنایا جائے۔ مخلصی یہی ہے کہ انسان کو اس کے اپنے آپ اور غرور اور تکبر سے رہائی دلائی جائے۔صلیب کی طاقت ہم میں خُدا کی مرضی کو پورا کرتی ہے۔ہیوگلؔ نے کیا خوب کہا ہے"صلیب ہمارے دلوں سے ایسا مطالبہ کروانا چاہتی ہے۔کہ اگرچہ ہمارے تعلقات منقطع ہو جائیں اور اس دُنیا میں وہ چیز جسے ہم سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔یعنی نفس بھی مصلوب ہو جائے۔تو بھی ہم اس بات پر رضا مند ہو جاتے ہیں۔ہم یہ پکار اُٹھتے ہیں۔"اے خداوند مجھ میں ایسی کوئی چیز نہ رہے جو مجھے تیرے ساتھ محبت کے ابدی رشتہ کو استوار کرنے کے راستہ میں حائل ہو"۔اسی میں صلیب کی عظمت ہے،اور خیال کے متعلق کہ صلیب کی عظمت اس میں کیوں ہے مقدس پولس رسول اس کے متعلق یوں کہتا ہے۔"مسیح خدا کی قدرت اور خدا کی حکمت ہے"۔ صلیب ہم سے مخاطب ہو کر یہ کہتی ہے کہ ہم جسم کے اعتبار سے مر جائیں اور اسی لئے تو صلیب انسان کی مخلصی کا سبب بنتی ہے۔ صلیب ہماری مرضی کو اپنے تابع کر لیتی ہے اور ہم اپنے آپ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور یوں خدا سے ہمارا ملاپ ہو جاتا ہے۔کسی اور قسم کی نجات محض افسانہ ہے۔

زندگی کی تمام مشکلات کے دوران میں آپ مرنے کے موقعہ کی تلاش میں رہیے ، کیونکہ خدا کے اعتبار سے زندہ رہنے کی خاطر آپ کو اپنے آپ کے اعتبار سے مرنا پڑے گا۔ کیا آپ کی تمام خواہشات مصلوب ہو چکی ہیں ؟ کیا آپ کی پسند اور ناپسند سے لاپروائی کی جا چکی ہے ؟ کیا آپ کی دانائی بیکار ہے ؟ کیا آپ کی سمجھ کو طیش دلایا گیا ہے اور آپ کی رائے کا مضحکہ اُڑایا گیا ہے ؟ کیا آپ پر جھوٹی تہمت لگی ہے اور آپ کو بُرا سمجھ کر رد کر دیا گیا ہے ؟ان میں سے ہر ایک بات کو اپنی صلیب سمجھو۔اور ان میں سے ہر ایک میں غرور اور جھوٹے رُکے اعتبار سے مرنے کا موقع ہے۔آپ آہستہ آہستہ یہ سمجھ جائیں گے۔ کہ آپ برّے کی طرح مذبح کی طرف پہنچائے جا رہے ہیں۔آپ کی مرضی آپ کو راستباز ثابت کرنا اور اپنی مدافعت آپ کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ کسی شخص نے کہا ہے۔"ہر اس چیز کو خوش آمدید کہو جو آپ کو اپنی اصلی حالت سے آگاہ کرتی ہے۔آپ کو مسیح کے ساتھ مصلوب ہونا ہے۔ پھر آپ اس جلالی حقیقت کا تجربہ کریں گے کہ مسیح مجھ میں زندہ ہے"۔

خداوند مسیح ہمیں مصلوب زندگی عطا فرماتا ہے۔اس زندگی کا مرکز خدا ہے۔اور اس کا خدا پروردگار ہے۔یہ زندگی خدا کی مرضی کے مطابق بسر کی جاتی ہے۔آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خداوند مسیح کی زندگی اُس کی زندگی ہے۔ جس نے اپنے دُکھ اور موت کے موقعہ پر اپنی زمینی خدمت کے دوران سب سے پہلی مرتبہ فرمایا "اپنا اطمینان" "اپنی خوشی" تم کو دیتا ہوں۔اور پھر اس نے اپنے عزیزوں کی خاطر دُعا کرتے ہوئے فرمایا "میری خوشی تم میں ہو اور تمہاری خوشی پوری ہو جائے"۔خداوند مسیح نے اپنی زندگی کے انتہائی غمگین لمحوں میں بھی خدا کی مرضی کو پورا کیا۔کسی نے کیا خوب کہا ہے۔" خوشی کوئی طوفان نہیں ہے۔بلکہ خوشی خدا کی مرضی کے سامنے مکمل طور پر سر تسلیم خم کرنا ہے کیونکہ روح خُدا میں خوش رہتی ہے"۔خداوند مسیح نے خدا کو اپنا خدا اور باپ کہا اور اسی وجہ سے آخر کار اس نے کہا۔"میری خوشی اس میں ہے کہ میں تیری مرضی پوری کروں۔خدا کی مرضی پورا کرنا صلیب کا پیالہ پینا ہے۔خداوند مسیح کو وہ دُکھ اُٹھانا پڑا جسے کوئی انسان نہیں اُٹھا سکتا۔خداوند مسیح کو خدا کی مرضی بجالانے میں اپنا خون بہانا پڑا۔آپ اپنے منجی خداوند مسیح ،خدا کے بیٹے میں خدا باپ کی محبت کا مزا چکھیں،اور روح القدس کے ذریعہ خدا کی مرضی بجالانے میں خوشی منائیں۔اپنے سروں اور دلوں کو خدا کے سامنے جھکائیں،اور خدا کی مبارک مرضی پوری ہونے دیں"۔

جارج فاکس نے اپنی قوتِ ارادی اور مسیح کے سامنے اپنے آپ کو جھکانے کا کیا خُوب اظہار کیا ہے۔وہ درخت کی طرح سخت تھا اور اُس گھنٹی کی طرح تھا جو خالص دھات سے بنائی گئی ہو۔اُسے جُھکانا ممکن نہیں تھا۔لیکن جب ایک جھوٹے الزام کی بناء پر اُسے بدمعاشوں کے درمیان ایک خوفناک جیل میں ڈال دیا گیا تو اُس نے کہا "وہ جگہ بڑی ہی غلیظ اور گندی تھی۔اس جیل میں مرد اور عورتیں اکٹھے بند تھے۔جیل کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔اگرچہ وہ جگہ بڑی ہی خراب تھی تاہم وہ قیدی ایک دوسرے سے محبت سے پیش آتے تھے۔وہ میری بات مان لیا کرتے تھے اور بعض قیدی کلام کی سچائی کے قائل ہو گئے"۔

جارج فاکس نے کچھ عرصہ کے بعد کہا

"میں کسی ایسے قید خانہ میں نہیں رہا ہوں جہاں میں سینکڑوں لوگوں کو قید سے چھڑانے کا باعث نہیں بنا"۔

اور یہ خوشی کیسی عملی اور متعدّی ہے۔اُن لوگوں کی خوشی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا جنہیں یہ خوشی میسر ہے۔اُن سے یہ خوشی کوئی شخص نہیں چھین سکتا۔"پس جو خدا کی مرضی کے موافق دُکھ پاتے ہیں۔وہ نیکی کر کے اپنی جانوں کو وفادار خالق کے سپرد کریں" (۱۔پطرس ۴:۱۹)۔اور پولس رسول کہتا ہے "کیونکہ مسیح کی خاطر تم پر فضل ہوا کہ نہ فقط اُس پر ایمان لاؤ بلکہ اُس کی خاطر دُکھ بھی سہو" (فلپیوں ۱:۲۹)۔اس قسم کا کلام اُن لوگوں کے لئے کتنا خوبصورت ہے۔جو راستبازی کی خاطر اور دوسروں کی خاطر دُکھ اُٹھاتے ہیں۔میڈم گآئی اُون اس برکت سے معمور تھی۔اُس نے کہا ہے

"دوسروں کی خاطر میں نے کیا کیا۔دُکھ نہیں اُٹھائے ان دُکھوں نے میری کمر ہمت نہیں توڑی اور نہ ہی میرے جوش و خروش میں کمی آنے دی ہے۔جس خدا نے مجھے اس خدمت کے لئے مامور کیا اور یہ خدمت گنہگاروں اور رد کئے ہوئے لوگوں کے لئے امن اور محبت کا پیغام ہے۔اُس نے مجھے سکھایا کہ میں خداوند مسیح کے دُکھوں میں

شریک ہونے کے لئے تیار ہوں اس خدمت کے لئے خدا جو آزمائشوں کے مطابق توفیق عطا فرماتا ہے۔ اُس نے مجھے نفس کو مصلوب کرنے کے وسیلے تیار کیا ہے"۔

باب شانزدہم

صلیب اور ڈِسپلن (ضابطہ زندگی)

میتھلڈی ریڈ فن لینڈ کے صوبائی گورنر کی بیٹی تھی۔ وہ بڑی باوقار خاتون بھی تھی۔ وہ تعلیم یافتہ، شائستہ اور اعلیٰ پایہ کی مغنیہ (گانے والی عورت) بھی تھی۔ سن بلوغ میں ہی صلیب کی شیدائی ہوگئی۔ اور خداوند مسیح کی غلام بن گئی۔ اس نے اپنی زندگی فن لینڈ کے قیدیوں کے لئے وقف کردی۔ وہ اپنے گھر میں اسی طرح کا کھانا کھایا کرتی تھی۔ جو قید خانہ میں قیدیوں کو میسر تھا۔ اور قیدی اس حقیقت سے آگاہ تھے۔ اس نازونعم (اچھی چیزیں) میں پلی ہوئی خاتون کی زندگی میں عجیب انقلاب پیدا ہوگیا تھا۔ ڈاکٹر ارنسٹ گارڈن کہتا ہے۔ کہ فن لینڈ کے قیدی اُس پر جان چھڑکتے تھے۔ اور یہ کہنا کہ وہ اس کی پرستش کرتے تھے مبالغہ نہ ہوگا۔ ایک مرتبہ قید سے چھوٹے ہوئے ایک قیدی نے اُسے اپنے گھر میں دعوت دی۔ جب میتھلڈی ریڈ سونے لگی تو یہ قیدی اس کے کمرے کے دروازے کے پاس رکھوالی کے لئے ایسے لیٹ گیا جیسے کوئی وفادار کتا لیٹ جاتا ہے۔ تاکہ اُس کی نیند میں خلل نہ ہو۔ ڈاکٹر گارڈن اُس کی خدمت اور تنظیم اور ضبط زندگی کے متعلق رقمطراز ہے کہ

> **"ایک رات وہ بے خوابی کے مرض میں مبتلا تھی۔ اسے اپنا کام کرنے میں تساہل ہوا۔ اس نے اپنے آپ سے کہا، آج مجھے اپنے والد محترم کا کام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ سیڑھیوں کی طرف جاتے ہوئے اس نے کہا۔ اے میرے ناچیز جسم تو کتنا تھکا ہوا ہے۔ ہم پھر اپنا کام شروع کرنے کو ہیں۔ آج تک تم نے فرمانبرداری اور صبر کا ثبوت دیا ہے۔ جب محبت نے تمہیں کام کرنے کو کہا تو تم نے لبیک کہا۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ آج تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے"۔**

یہ کیسی آزادی تھی۔ اور یہ کس قسم کی مخلصی تھی! ہم نے اور کس چیز کو مخلصی دلانا ہے۔ جب ہم ایک ادنیٰ اور حقیر سی شے یعنی نفسانی خواہش سے آزاد نہیں ہوئے؟ اگر ہماری مسیحی فتح ہمیں ہمارے جسم کی رغبتوں سے بہتر نہیں بناسکتی تو پھر خدا ہی ہمارا نگہبان ہے۔ اُن مخلصی یافتہ لوگوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ جن کے دل صاف ہیں اور وہ تمام تفکرات سے آزاد ہیں۔ وہ اپنے کمزور جسم کو میتھلڈی ریڈ کی طرح کام کی طرف راغب کرنے کے لئے حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کا مسرور (خوش) دل ایک دوائی کی طرح شفاء بخشنے والا دل ہوتا ہے۔ کیا اس کتاب کے پڑھنے والے کا دل

جسمانی خواہشات کی طرف مائل ہے اور نفس کا غلام ہے ؟اور کیا یہی دل آپ کی بے عزتی کا باعث ہوا ہے ؟ یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہے کہ آپ ضبطِ نفس کا چھپا ہوا خزانہ حاصل کر سکیں آپ اس ضبط نفس کی اسی طرح سے تلاش کریں جیسے چھپے ہوئے خزانہ کی تلاش کی جاتی ہے۔

ایسے لوگ بھی ہیں جو اس قسم کے معیار پر حیران ہوتے اور آہیں بھرتے ہیں۔آپ کے نزدیک ضبطِ نفس غیر واضح اور نا قابل حصول ہے۔ یہ سچ ہے کہ جب تک جسم کی تمام خواہشات اور رغبتوں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا ضبطِ نفس کے حصول کی ہر کوشش ہماری ذاتی راستبازی کو محفوظ کرنے یا ہمیں دَلدَل میں پھنسانے کا باعث ہو گی۔ جیسا پولُس رسول نے فرمایا ہے ''جس کا میں ارادہ کرتا ہوں وہ نہیں کرتا''(رومیوں ۷ باب)۔سب سے پہلے جسم کو صلیب پر کھینچنا چاہیے۔اس سے نپٹنے کا یہی طریقہ ہے۔اِس کی وضاحت کئے دیتا ہوں۔انڈریو مرے نے بڑی دلسوزی سے دُعا کے متعلق وعظ کیا۔اس کے بعد ایک مشہور و مخلص پادری نے انہیں یوں خط لکھا''جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے۔مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دُعا کی اِس سخت ریاضت کی زندگی کے متعلق آپ کے وعظ سے مجھے کوئی امداد نہیں ملتی۔اس سے مجھے بہت زیادہ تگ ودو کرنی پڑے گی۔اور بڑی مصیبتوں کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔یہ چیزیں میری حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔میں نے کئی مرتبہ ان باتوں کی آزمائش کی ہے۔اور اس کا نتیجہ ہمیشہ مایوسی ہی نکلا ہے''۔

مسٹر مرّے نے اس کا یہ جواب دیا میرا نے سُنا ہے کہ میں نے تگ ودو کا ذکر تک نہیں کیا۔کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ جب تک ہم سادہ ایمان کے ذریعہ خداوند مسیح میں قائم رہوں۔ہماری کوششیں بالکل بے سود ہیں۔اس پادری نے یہ بھی لکھا تھا۔کہ ''مجھے صرف اس پیغام کی ضرورت ہے کہ ہمارا زندہ منجی کے ساتھ وہی تعلق ہونا چاہیے جو لازمی ہے۔ہمیں چاہیے کہ ہم اس کی حضوری میں رہیں اس کی محبت میں خوش رہیں۔اور اس میں اطمینان حاصل کریں۔ مسٹر مرّے نے اس پادری کو یقین دلایا کہ وہ بالکل درست کہتا ہے۔ لیکن اگر اس کا مُنجی کے ساتھ وہی تعلق ہے۔ جس کی ضرورت ہے تو یقیناًاِس سے دُعا کی کامیاب زندگی ممکن ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم جسم کے موافق زندگی بسر کریں اور رُوح سے دُعا مانگیں دُعا کے بغیر زندگی اس زندگی کو ظاہر کرتی ہے۔جو جسم کے موافق گزاری جاتی ہے۔یہ زندگی رُوح کے موافق نہیں ہوتی۔ جسم کی مضمحل (محو ہونے والا، کمزور) زندگی کی جگہ صلیبی زندگی کی ضرورت ہے۔اس کتاب کے لکھنے کا صرف یہی مقصد ہے کہ ہم میں قوت اور قابلیت اور تمنا پیدا ہو کہ ہم خُدا کی مُبارک مرضی کے مطابق زندہ رہیں۔دُعا کریں اور اس کی خوشخبری کا پیغام سناتے رہیں۔

جو لوگ صلیب سے حاسل ہونے والی آزادی کو سمجھ سکتے ہیں صرف ان ہی لوگوں میں صلیب اور ضابطہِ زندگی جیسے مضامین کے سننے کا شوق ہوتا ہے۔لیکن خدا کے ممسوح جنہیں روحانی قیادت کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔وہ اُسی طرح ضابطہ کی تلوار سے نہیں بچ سکتے جیسے کوئی کھیت ہل سے نہیں بچ سکتا یا ایک انگور کا درخت کانٹ چھانٹ سے نہیں بچ سکتا۔ہربرٹ سپینسر کا قول ہے کہ

''ہم اپنے رگ وپا (پٹھا) میں ایک سخت قسم کے ضابطہ کو کام کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔یہ ضابطہ بھی قدرے سخت ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ بڑا مہربان ہو۔

جب کوئی ضبط و نظم کا پابند سپہ سالار اپنے دستے کو میدان کارزار (میدانِ جنگ) کی طرف لے جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی جوش پیدا کرنے والا نظارہ نہیں ہوتا۔ وُہ سپہ سالار اُن کو اپنی قیادت میں اُس جگہ لے جاتا ہے۔ جہاں وہ انہیں کبھی نہیں لے جا سکتا۔ وہ لوگ جو دوسروں کی قیادت کرتے ہیں۔ انہیں کسی ضبط و نظم کے ماتحت رہنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں ایک مقتدار افسر نے عرب کے مشہور رہنما امیر فیصل کو ترغیب دینے کی کوشش کی کہ وہ ایک ناممکن کام کرنے کا بیڑا اُٹھائے وہ کام یہ تھا کہ اگر امیر فیصل کے آدمی بکریوں کی طرح عمودی چٹانوں کو عبور کر کے ملک کے دوسرے حصہ میں پہنچ جائیں اور ریلوے لائن کو تباہ کر دیں تو فوراً جنگ کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ امیر فیصل نے اس چھ (۶) فٹ لمبے خوبصورت جوان کو دیکھا اور کہا کہ کیا اس نے کبھی خود بکری بننے کی کوشش کی ہے۔ وہ شخص جو سنڈے سکول کا استاد خادم الدین یا مشنری ہو کر خدا کے لشکر کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ اُنہیں سب سے پہلے یا مشنری ہو کر خدا کے لشکر کی رہنمائی فرماتے ہیں اُنہیں سب سے پہلے اپنے آپ کو بکری کی طرح بنا لینا چاہیے، تاکہ وہ پولس کے ساتھ کہہ سکیں اور تُم کلام کو بڑی مصیبت میں رُوح القدس کی خوشی کے ساتھ قبول کر کے ہماری اور خداوند کی مانند بنو۔

ہم اپنے اتحادی قائدین کی فکر و تردد کا اندازہ نہیں لگا سکتے جن کے ذمہ لاکھوں نوجوانوں کی تربیت کرنے کا فوق الفطرت کام ہے۔ جنگ عظیم دوم کے ابتدائی ایام میں ایک مشہور لامذہب ادیب نے یوں کہا تھا۔ ''میری رائے میں جمہوریت زندہ رہ سکے گی جب تک وہ اپنے آپ پر نظم و ضبط کی وہی سخت پابندیاں عائد نہیں کریں گی۔ جو آمر (ڈکیٹٹر) کسی اشتراکی (اشتراکیت کا حامی، شرکت، ساجھا) ریاست پر عائد کرتا ہے۔ ہمارے فوجی نوجوان اِس حقیقت سے آگاہ ہیں کی غیر تربیت یافتہ اور نظم وضبط سے عاری سپاہیوں کی ڈکیٹٹروں کی ریاستوں کی تربیت یافتہ اور منظم فوجوں کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں ہے۔ جمہوریت صرف اُسی وقت ہی اشتراکی ممالک کی تربیت یافتہ فوجوں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ جب اس کے پاس بھی اپنے لاکھوں تربیت یافتہ نوجوان موجود ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ موقع ہمیں بھی میسر ہوا کہ ہم اپنے جنگی سپاہیوں کی مناسب تربیت دے سکیں۔ اکثر اوقات چند لیڈروں نے ہمارے موجودہ نظام تعلیم کے کمزور فلسفہ کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کا ایک مشہور و معروف جرنیل جس کا کام عام شہریوں کو جنگی تربیت دینا تھا کہتا ہے:۔

''گذشتہ ایک پشت سے ہمارے پاس زندگی بسر کرنے کے نام نہاد اعلیٰ معیار ہیں۔ اور ہمارے ایک تہائی سپاہی فوجی ملازمت کے بالکل ناقابل ہیں۔ اور وہ نوجوان جو ہمارے جسمانی معائنوں میں فوج میں بھرتی ہونے کے لئے پورے اُترتے ہیں۔ اُنہیں جسمانی طور پر سختیاں برداشت کرنے کے لئے بہت مدت اور صبر کی ضرورت ہے۔ اخلاقی طور پر مضبوط ہونے کے لئے اُنہیں اس سے بھی زیادہ سخت ریاضت درکار ہے۔

فوج میں سب سے بڑا کام یہ ہوتا ہے کہ نوجوان افسروں اور سپاہیوں میں سے آسودہ خاطری کو نکال دیا جائے تاکہ وہ یہ محسوس کر سکیں کہ وہ انتہائی جدوجہد، بے لوث خدمت، تکلیفات برداشت کرنے اور قربانی دینے سے فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمیں سپاہیوں میں جارحانہ حملہ کی روح پھونکنی چاہیے۔

کیاآپ ان الفاظ کا صحیح مطلب جانتے ہیں؟ ہمارے بہت سے نوجوان جو سکولوں اور یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہو کر آتے ہیں۔انہیں انتہائی جدوجد، بے لوث خدمت، تکلیفات برداشت کرنے اور قربانی کے متعلق قطعاً علم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ فوج میں بھرتی ہو کر لڑاکا دستوں کے ساتھ جنگ کی صعوبتیں نہیں جھیلتے۔

اس جنگ عظیم کی سب سے بڑی برکت تب ہو گی۔اگر فوجی نظم وضبط ہم میں سے ''آسودہ خاطری'' کو نکال دے اور ہم محسوس کریں کہ خداوند مسیح کی خاطر انتہائی جدوجہد بے لوث خدمت، تکلیفات برداشت کرنااور قربانی کا کیا مطلب ہے۔

سپارٹا میں مختلف طریقوں سے سپاہیوں کو تربیت دی جاتی تھی۔ نظم وضبط کے معاملہ میں یونانی لوگ ایسے سخت تھے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ لڑکے جنہیں سات (۷) برس کی عمر میں اپنی ماں سے جدا کر دیا جاتا تھا۔ وہ اس کے بعد کبھی بھی اپنی ماں کی آغوش محبت کا خیال نہیں کرتے تھے۔اُنہیں اپنا کھانا خود تیار کرناپڑتا تھا۔وہ گرمی اور سردی میں ایک ہی لباس پہنتے تھے۔وہ سینٹھے کے بستر پر سویا کرتے تھے۔کسی مذہبی تہوار کے موقع پر اُنہیں شاہراہ عام پر کوڑوں سے مارا جاتا تھا کہ اُن کی قوت برداشت کا امتحان کیا جاسکے۔کچھ سپاہی کوڑوں سے مر جاتے تھے۔لیکن اُن کی زبان سے اُف تک نہ نکلتی تھی۔اس سے مقصد ایسی چیز پیدا کرنا تھا۔ جسے یونانی بڑی تعظیم کی نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے۔یعنی ایک مکمل انسانی نمونہ۔ گوڈیٹ نے لکھاہے

''یونان کے کھلاڑی نہ صرف مجرمانہ عیاشیوں سے پرہیز کرتے تھے بلکہ وہ دوسرے جائز سامان تسکین سے بھی پرہیز کیا کرتے تھے۔ بعینہ ہر ایک مسیحی نہ صرف گناہ آلود خوشیوں سے پرہیز کرے بلکہ ضروری ہے کہ وُہ ہر ایک عادت اور خوشی سے گریز کرے جس میں تو ضیع اوقات ہو یا اخلاقی قوت میں کمی واقع ہو''۔

کسی کا قول ہے کہ ''ہماری اپنی ہی خواہشات نے ہمیں کیسا اُلو بنار کھاہے! تقدیر ہمیں دو طرح سے کچلتی ہے۔اوّل ہماری آرزوؤں کو پُورا نہ کر نے سے اَور دوم اُنہیں پورا کرنے سے۔ لیکن جس کی مرضی خُدا کی مرضی ہے وہ ان دونوں تباہیوں سے بچا رہے گا۔ تمام چیزیں اُس کے لئے بھلائی پیدا کر تی ہیں''۔

ایڈ ورڈولسن نے قطب جنوبی کو سر کرنے کی مہم کا اہتمام کیا لیکن صلیب پر جان دینے والے خُداوند مسیح کی شان ایڈورڈ وِلسن سے کہیں بلند تر ہے۔اُس کی قوت کا راز ضبط نفس اور عقل وخرد کی تہذیب میں تھا۔اس کی مرضی خدا کی مرضی کے تابع تھی۔وہ نہ تو اپنے آپ سے بے وفائی کر سکتا تھا اور نہ بنی نوع انسان سے۔ ہم ضابطہ حیات پر کیوں اتنا زور دیتے ہیں؟ کیونکہ اسے شاگردی سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری نجات کے بانی نے خود انکاری کی زندگی بسر کی اور وہ شہید ہوا۔اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ نئے عہد نامہ کی شاگردی کا نشان اچھا سپاہی ہونا ہے۔ ہر ایک جگہ سپاہیانہ زندگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ مقدس پولُس رسول بھاگنے، دوڑنے، کشتی لڑنے، سپاہی بننے اور لڑائی لڑنے کا ذکر کرتا ہے۔ رسُول کہتا ہے کہ زندگی متواتر جدوجہد، مساعی اور کشمکش کا نام ہے۔ بہت سے لوگ خدا کے فضل کو آرام و تسکین کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن خدا کا وہ فضل جو پرہیز گاری، راستبازی اور

دین داری سکھاتا ہے۔ ہم اس سے گریز کرتے ہیں۔ (طیطس ۲: ۱۱۔ ۱۲)۔ مقدس پولُس رسول فرماتا ہے "اے میرے فرزند! تو اُس فضل سے جو مسیح یسوع میں ہے مضبوط بن" (۲۔ تیمتھیس ۲: ۱)۔ اور "مسیح یسوع کے اچھے سپاہی کی طرح میرے ساتھ دُکھ اُٹھا"۔ رسول چاہتا تھا کہ کمزور دل تیمتھیس "خدا کی اُس نعمت کو چمکا دے"۔ لہٰذا اس نے اس کو کہا، خُدا نے ہمیں دہشت کی روح نہیں بلکہ قدرت اور محبت اور تربیت کی روح دی ہے" (۲۔ تیمتھیس ۱: ۷) ضابطہ ڈسپلن! یہ کیسا خوفناک لفظ ہے۔ ہماری موجودہ نسل کے لئے ڈسپلن کا خیال بڑا ہی سوہان روح (جان کو تکلیف دینے والا، ناگوارِ خاطر) ہے۔ لیکن ایک سچا مسیحی ڈسپلن اور جھوٹے خوف سے مبرا ہوتا ہے۔ لیکن یہ سچا مسیحی ڈسپلن جسم کے لئے آسان نہیں ہوتا۔ کیونکہ "صلیب کوئی مخمل کی نہیں ہوا کرتی"۔ ڈسپلن کا مطلب ہے کہ ہم ایک سخت لڑائی کے لئے تیار رہیں۔ ہم میں ضبطِ نفس پیدا ہو۔ اور ہم اپنی مرضی کو ایسا سدھاریں کہ وہ الٰہی اصولوں کے موافق عمل کرے۔ سچا ڈسپلن ہمیں سخت کام چننے کے قابل بناتا ہے تاکہ ہم مسیح کے اچھے سپاہی بن سکیں۔

اسرائیل کی قومی جنگوں میں ایک رات جدعون نے نرسنگا پھونکا۔ بتیس ہزار نوجوان نرسنگے کی آواز سن کر اکٹھے ہوئے لیکن ان ۳۲۰۰۰ میں سے ۲۲۰۰۰، "ترساں اور ہراساں" تھے۔ وہ چپکے چپکے اپنے گھیروں کو لوٹ گئے۔ اور صرف دس ہزار سورما رہ گئے۔ جو بڑے دلیر تھے۔ لیکن دلیر ہی کافی نہیں ہوتی۔ سپاہیوں کا انتخاب کرتے وقت خدا سامنے ایک خاص معیار تھا۔ خدا کے لوگ چاق و چوبند ہونے چاہیں۔ ایک دفعہ کینیڈا میں ایک پُل گر پڑا۔ اور بہت سے کاریگر مر گئے۔ لوہے کے گارڈر اتنا بوجھ سہارنے کے قابل نہ تھے۔ خدا خود جدعون کے لشکر کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ امتحان بڑا سادہ تھا۔ لیکن بڑا مشہور تھا۔ جدعون اُن دس ہزار کو چشمہ پر پانی پینے کے لئے لے گیا۔ ان میں سے (۹۷۰۰) آدمی چپڑ چپڑ کر پانی نہیں پیتے۔ وہ خوب سیر ہو کر پانی پیتے ہیں۔ وہ میدان کارزار میں بھی آرام کے طالب ہوں گے۔ اپنی ساری زندگی میں وہ بڑے آزاد رہے۔ وُہ ایک ہی رات میں کس طرح سے اچھے سپاہی بن سکتے تھے۔ اُنہوں نے فرمانبرداری نہیں سیکھی تھی۔ وہ اپنی ہی من مانی کرنے کے عادی تھے۔ اگرچہ قدرتی طور پر وہ دلیر ناموروں بنا دیا تھا۔ اُن کے جذبات نے انہیں اِس جنگ کے قابل نہ رہنے دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جنگ بوئر کے زمانہ میں جب انگلستان پر مصیبت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں تو سرکار انگلشیہ نے لارڈ رابرٹس کو صورت حالات سے آگاہ کیا اور کہا کہ وہ خود فوجوں کی کمان سنبھال لے۔ لارڈ موصوف نے جواب دیا بہت اچھا۔ صدر نے یہ خیال کیا کہ غالباً لارڈ رابرٹس محاذ جنگ کی صورت حالات کا اندازہ نہیں لگا سکا اس لئے اُس نے دوبارہ لارڈ موصوف سے وہی درخواست کی۔ لیکن فیلڈ مارشل لارڈ رابرٹس نے جواب دیا "میں پچھلے بیس سالوں سے اسی لمحہ کے لئے تربیت حاصل کرتا رہا ہوں۔ کوئی سپاہی خواہ وہ کسی بادشاہ کا ہو یا بادشاہوں کے بادشاہ کا ایک ہی دن میں نہیں بن سکتا۔

لیکن جدعوؔن کے وہ تین سو سورما کتنے مختلف تھے۔ وہ ضبط کے ماتحت تھے۔ وہ لڑائی لئے تیار تھے۔ وہ لڑائی کو جیتنا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے ہاتھوں میں چشمہ سے پانی پیا اور چپڑ چپڑ کرنے لگے۔ جدعوؔن کی فوج تیار تھی۔ یہ فوج لڑائی کے قابل تھی۔ وہ ضبط و نظم کے ماتحت بھی تھی۔ اور دلیر بھی تھی۔ اُن میں جُرات بھی تھی۔ اور اُن کی زندگیوں میں ڈسپلن بھی تھا۔ وہ نرم و گرم چشیدہ (تجربہ کار، چکھا ہوا) تھے۔ اُنہیں جنگ کی سختیاں برداشت کرنا تھیں۔ انہیں تضحیک کا مقابلہ کرنا تھا۔ آپ ان تین سو جوانوں پر غور کریں جن کے پاس گھڑے، مشعلیں اور نرسنگے ہیں۔ انہیں اُس ٹڈی دَل فوج کا مقابلہ کرنا تھا۔ جس کی تعداد ایک لاکھ پنتیس ہزار تھی۔

خدا اُس وقت اپنے سپاہیوں کی آزمائش کرتا ہے۔ جب اُنہیں علم نہیں ہوتا۔ ہمارے کردار کا امتحان بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ سختیاں برداشت کرنے کے لئے ہمیں کیریکٹر (کردار) کی ضرورت ہے۔ خداوند مسیح کے سپاہی اس قسم کے ہونے چاہیں جو چاق و چوبند (ہوشیار) ہوں۔ ضروری ہے کہ وہ ہر ایک سختی اور موجودہ سماجی تکالیف کے بارِ گراں کو سہنے کے قابل ہوں۔ ڈی۔ ایم۔ ٹیپٹن نے کہا ہے۔

"ہمارا جدعون مسیح ہے۔ وہ کلیسیاؤں میں اِدھر اُدھر پھرتا رہتا ہے تاکہ ہمیں دیکھ سکے کہ ہم اپنے آپ کو چن لیں "۔

کیا جس نے ہمیں اچھے سپاہی ہونے کے لئے چُنا ہے ہم اُس کو خوش کریں؟ جب ہماری آزمائش ہو تو ہمیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ بہت سے لوگ بُلائے جاتے ہیں۔ لیکن بہت تھوڑے لوگ چُنے جاتے ہیں۔ کیونکہ سب برگزیدہ نہیں ہوتے۔

ہم جدعون کی طرح شبخون مارنے کے لئے تیار ہیں۔ تاریکی گہری ہوتی جا رہی ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ یہ دن ہے۔ ڈسپلن کا مسئلہ بڑا ہی سخت بن جاتا ہے۔ سوال اب ردِ عمل کا ہے۔ ہمیں الٰہی فرمان کے سامنے کیا جواب دینا چاہیے؟ ترجیحات، پسند و ناپسند، مذاق جذبات اور خُوشیاں ایک سپاہی کی ڈرل میں کس طرح داخل ہو سکتی ہیں۔ بیوقوفوں کی "پرل ہاربر" کے خواب کیوں دیکھتے ہو؟ ہماری نئی روشنی کی سوسائٹی اس قسم کی ہے۔ رات تاریک ہے لیکن ممکن ہے کہ ہم گھر سے بہت دور نہ ہوں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ایک سپاہی دن کو بھی سفر کر سکتا ہے خواہ وہ محاذِ جنگ کی طرف روانہ ہو رہا ہو۔ بہت سے مسیحی اِس فریب میں مبتلا ہیں کہ وہ پھولوں کی سیج پر بیٹھ کر آسمان کی طرف پرواز کریں گے۔ جب کہ دوسرے لوگ اپنا انعام حاصل کرنے کی غرض سے لڑیں گے اور انہیں خونی سمندر عبور کرنے لڑیں گے۔

پائیڈمنٹ کی مہم میں نپولین نے اپنی فوج سے یوں خطاب کیا

"تم نے توپوں کے بغیر میدان مارے ہیں۔ اور پُلوں کے بغیر دریاؤں کو عبور کیا ہے۔ تم ننگے پاؤں چلے ہو۔ تمہیں گرم رکھنے کے لئے شراب بھی درکار نہ تھی۔ لیکن تم سردی میں باہر خیمہ زن ہوتے رہے ہو۔ تم اکثر کھانے سے محروم رہے ہو۔ میں تمہاری مستقل مزاجی کے لئے شکر گزار ہوں۔ لیکن سپاہیو! تم نے کچھ نہیں کیا کیونکہ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے"۔

کلوری پر بہائے ہوئے خون مقدس اور لاکھوں حاجت مندوں کی روحوں کی خاطر اور اس جلال کی خاطر جس سے یہ روحیں محروم رہیں گی۔ آیئے ہم اپنی شکر رنجیوں (معمولی سی رنجش)، چھوٹی موٹی قربانیوں اور مجرمانہ تغافل (بے پروائی) کو بھول جائیں۔ ہمارے نپولین کو اپنے آپ پر قابو پانے والے قربانی کے لئے تیار اور ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جن میں ایمان کا جذبہ ہو کیونکہ "بہت کچھ کرنا باقی ہے"۔

باب ہفدہم

صلیب اور ڈسپلن (گذشتہ سے پیوستہ)

جسمانی دُنیا کلیسیا کو کس قدر کوستی ہے! کلیسیا سب قسم کی عُسرت اور مصائب کو سہتی ہے۔ اور ایسے خطرات میں سے گزرتی ہے جن کو دیکھ کر ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ اس لئے کرتی ہے تاکہ وہ اپنے نصب العین (اصلی مقصد) تک پہنچے۔ ماؤنٹ ایورسٹ کی بلند چوٹی کو سر کرنے کے لئے چند بہادروں نے ایک پارٹی منظم کی۔ وہ سب جسمانی طور سے اس کام کے لئے ہر لحاظ سے موزوں تھے۔ اُنہوں نے اس چوٹی کو سر کر لیا اور ۲۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر قیام کیا۔ اُن کوہ پیماؤں (پہاڑوں چڑھنے والے) نے کہا کہ بہت سے دوسرے لوگ بھی اس چوٹی کو سر کر سکتے تھے۔ بشرطیکہ وہ سر کرنے کا صرف مصمم ارادہ (پختہ ارادہ، مضبوط ارادہ) کرتے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے اسے سر کرنا نہ چاہا۔ کہانی بیان کرنے والا کہتا ہے کہ ان باقی کوہ پیماؤں میں سر کرنے کی ہمت موجود نہ تھی۔ ان میں سے ایک کوہ پیما کے متعلق یوں بیان ہوا ہے۔

جسمانی لحاظ سے بہت سے کوہ پیما اس سے مضبوط تھے۔ لیکن ہمت و سرگرمی کے لحاظ سے وہ سب کو مات کرتا تھا۔ اس کی ہمت نے اُسے انتہائی بلندی پر پہنچا دیا۔ اس کی ہمت و سرگرمی اُسے اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ ہمت ہار کر بیٹھ جائے۔ اُسے ایک آخری بے خوف کوشش کرنا تھا۔ روح جسم کو آگے ہی آگے لئے جاتی ہے اور جسم روح کے فرمان کی تعمیل کرتا ہے۔ ان کوہ پیماؤں نے بے شمار مصیبتیں برداشت کیں۔ ان میں سے بہت سے مر گئے۔ بعض کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ بعض کا دماغ بیکار ہو گیا۔ بعض کے پاؤں شل ہو (ہاتھ پاؤں کا سُن ہو جانا، جسم کے کسی عضو کا بیکار ہو جانا) گئے اور بعض نمونیہ کا شکار ہوئے۔

میرے دوست! کیا آپ نے بلندی پر چڑھنے کی کوشش کی ہے؟ کیا آپ صف بستہ لوگوں شامل ہو گئے ہیں؟ کیا آپ نے اپنے نفس کو اپنے قابو میں کر لیا ہے؟ کیا آپ روح القدس کے وسیلے اُس کانپتے ہوئے سپاہی کی طرح مخاطب ہو کر کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح بلندی پر چڑھتے ہوئے اُس نے کہا تھا۔ "میرے پُرانے بدن، اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہیں کہاں لئے جا رہا ہوں۔ تو تم اس سے بھی زیادہ کانپ اُٹھو گے"۔

کلیسیاؤں میں ہر ایک جگہ یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ایمان دار خواہ بوڑھے ہوں خواہ جوان بجائے اس کے کہ وہ مسیح کی فوج میں بھرتی ہوں اُن کے چاؤ چونچلے (چالاکی) دیکھے جائیں، اور انہیں بچوں کی ہاتھ گاڑی میں بیٹھا کہ اُنہیں مادر کلیسیاء محبت بھری نگاہوں سے آسمان کی طرف لے جائے لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ جونہی خدا کسی روح کو بچاتا ہے۔ وہ نرسنگے کی آواز سے اُسے بلاتا ہے۔ تاکہ وہ مسیح یسوع کا اچھا سپاہی ہونے کی حیثیت سے دُکھ اُٹھائے۔ (نیپئر)

ضبط نفس کے مضمون پر خیال آرائی سے اس بات کا احتمال ہے کہ کوئی مجھے تارک الدنیا یا راہب کہہ کر رُسوا کرنا شروع کر دے۔ تارک الدنیا ہونے کی سرگوشی اُس آدمی کو ڈراتی ہے جو آسانی سے ڈر جائے۔ لیکن اگرچہ پولُس رسول نہ ہی تارک الدنیا تھا اور نہ ہی راہب پھر بھی اُسے معلوم تھا کہ بدن اپنی رغبتوں اور خواہشوں سمیت، اُس کا خطرناک دشمن ہے۔ اُس نے کہا ''میں اُسی طرح مکوں سے لڑتا ہوں یعنی اُس کی مانند نہیں جو ہوا کو مارتا ہے بلکہ میں اپنے بدن کو مارتا، کوٹتا اور اُسے قابو میں رکھتا ہوں''۔ میں اُسے بُری طرح سے مارتا ہوں۔ اور اُسے اپنا اپنا غلام بناتا ہوں۔ پولُس رسول اپنے خطروں سے اچھی طرح آگاہ تھا۔ وہ ہمیشہ بدن سے ڈرتا رہا۔ وہ ہمیشہ چوکنا رہا اور خوش رہا۔ لیکن وہ کانپتا بھی رہا۔ ایک مسیحی کارندے نے ایک مرتبہ اپنی رخصت کے دوران میں یوں لکھا اس جگہ فضا ایسی دلربا اور خوبصورت ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں سپاہیانہ روح مضبوط ہونے کی بجائے کمزور ہی نہ ہو جائے۔ ہر ایک چیز بڑی آرام دہ اور پیاری ہے۔ میں پہلے سے بھی زیادہ باطنی ڈسپلن کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ ضبطِ نفس ہی روح کو تساہل اور کاہل سے بچا سکتا ہے۔

راحت کی زندگی میں تسکین روح نہیں ہے

عشرت پرستیوں میں آرام جاں کہیں ہے؟

میرے لیے مسیحا مصلوب ہو گیا ہے

ہر ایک بات اس کی دلکش و دل نشین ہے

شہیدوں کے خون میں کلیسیاء کی زندگی ہے۔ جب کلیسیاء میں شوق شہادت ختم ہو جاتا ہے۔ تو وہ برکت کا سرچشمہ بھی نہیں رہتی۔ کلیسیاء ایذارسانی کے زمانے میں میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتی ہے۔ لیکن امن وراحت کے زمانہ میں وہ کوئی ترقی نہیں کرتی۔ خداوند مسیح صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا تھا۔ ہم بڑے سہل انگار بن چکے ہیں۔ اب ہم سپاہی نہیں رہے۔ اب ہم قلعوں کو مسمار نہیں کرتے اور ہم میں قربانی کی روح مر چکی ہے۔ ہم روحانی سوسائٹی چاہتے ہیں۔ ہمیں سپاہیانہ زندگی کی ضرورت نہیں۔ ہم عیش و عشرت کے متوالے ہیں۔ اب مجھ میں وہ کس بل نہیں رہا۔ اب میں آرام طلبی کی زندگی بسر کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ ہم نے مذہبی اجلاس منعقد کئے۔ اُن اجلاس کے ہادی ایک پُرانے مناد تھے۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے علاقے جایا کرتے تھے۔ اور اُس جسم پر نشان سے پڑ گئے تھے۔ وہ کہہ سکتا تھا۔ ''میں اپنے جسم پر مسیح کے داغ لئے پھرتا ہوں''۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اُن کی مرغن کھانوں سے تواضع کی گئی۔ انہوں نے خوب سیر ہو کر قسم قسم کے کھانے کھانے اور پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگے ''کھانا کتنا لذیذ اور پُر لطف تھا۔ میں آج بڑا ہی مسرور ہوا ہوں''۔ لیکن اُس غریب واعظ کے وعظ بڑے ہی پھسپھسے اور بے جان ہوا کرتے تھے۔ اُس نے کبھی بائبل کو اُٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ کسی زمانہ میں سپاہی تھا۔ لیکن بڑا ہی آرام طلب تھا۔ اُس نے کبھی مُشقّت کی ذلت نہیں اُٹھائی تھی۔ اس بات س ہمیں رابرٹ مرّے کے الفاظ یاد آتے ہیں کہ ''اگر شیطان کسی حریص (لالچی) خادم الدین کو اپنی ستائش کروانے والا عیش و عشرت کا شیدائی اور لذیذ کھانوں کا رسیا بنا دے۔ تو

بشارت کی خدمت کو تباہ و برباد کردے گا۔ لیکن رابرٹ مرّے خود سپاہی تھا۔ وہ اُس حقیقت کو جانتا تھا کہ مسیحی زندگی کوہ پیمائی ہے۔ایک مستقل جدوجہد یعنی لڑائی کی زندگی ہے۔اور ہماری بشارت کی اس مہم کا کسی مشن کے ساتھ کوی تعلق نہیں ہے۔

مصائب اگر گھیر لیں سٹ پٹائیں　　　اگر عیش دُنیا سے ہم پھول جائیں

تساہل کی چھائی ہوئی ہوں گھٹائیں　　　نگلنے کو ہوں بے کسی کی بائیں

توکندن کی مانند دمکتے رہیں گے

ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے

ترے سر یہ کانٹوں کا تاج اُف خدایا

تجھے ظالموں نے ہے سرکہ پلایا

عدو نے تجھے مارا، پیٹا، ستایا

مصیبت سہی تونے اور دُکھ اُٹھایا

تو مر کے ہمارا کفارہ ہوا ہے

گنہگار کا تو سہارا ہوا ہے

لیکن اس کتاب کے بہت سے پڑھنے والے مشنری خادم دین یا مبشر نہیں ہیں۔ وہ گھریلو کام کاج میں لگے رہتے ہیں۔ان پر ان مندرجہ بالا اشعار کا کس طرح سے اطلاق ہو سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل چند ایک طریقوں سے ڈِسپلن کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

ہمارے بڑے بڑے شہروں میں گئی رات تک ہوٹلوں کی زینت بننے، رت جگا کرنے اور عیش وطرب کی محفلیں منعقد کرنے کا رواج ہے۔ان چیزوں کا بادشاہ کے کام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اِس خاص نقطہ کے متعلق ہم لوگوں کو سرزنش کرنے کی جرات کرتے ہیں۔ چونکہ لوگ ساری ساری رات محفلوں میں گزار دیتے ہیں۔ لٰہذا اگلی صبح خدا کے کلام اور دُعا کے لئے ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ صلیب کو اس قسم کی عادتوں کا خاتمہ کرنے دو۔ پھر صبح سویرے اُٹھنے سے پیشتر یہ دُعا نہ کرو کہ خداوند! میں اُٹھ بیٹھوں بلکہ تم اُٹھ بیٹھو۔

بعض لوگوں کے لئے ناپاک رغبتوں اور جسمانی خواہشات کو ترک کرنا بڑا ہی مشکل ہو گا۔ کیا آپ نے کبھی کسی آدمی کو کچلنے کی کوشش کی ہے؟ خدا کو اس چیز سے کراہت ہے۔آپ اس چیز سے مکر رہے ہیں۔آپ کو اس کی بجائے خود انکاری کرنی چاہیے۔ یہی ڈِسپلن ہے۔

بعض لوگ بڑے زبان دراز ہوتے ہیں۔اس قسم کے لوگوں کو بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔انہیں خدا سے متواتر فریاد کرنی چاہیے۔''اے خداوند ! میرے منہ پر پہرہ بٹھا''۔

کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو اس وقت کسی چیز کی برداشت کرتے ہیں۔جب کوئی ان کا حریف ہوتا کہ کسی اپنے دوست کے ہاں اُن کی توہین نہ ہو۔ آدمی کی زبان ہی اُس کے لئے آگ کی بھٹّی ہے۔وہ اُسی میں جلتے رہتے ہیں۔وہ اس سے نہیں بچ سکتے۔ضبط نفس کے سونے کو حاصل کرنے کا کیسا اچھا موقع ہے۔

کئی لوگ قسم کے ضبط نفس کی مشق کرتے ہیں۔ تا کہ وہ اپنی شکست ، ناکامی ،غلط فہمی اور اپنی جدوجہد کے بے ثمر (پھل کے بغیر، لاحاصل)رہنے صبر سے برداشت کر سکیں۔ کیا خدا نے آپ کو کسی جگہ مقرر کر دیا ہے ؟اُس جگہ وفاداری سے رہنا سیکھو۔ قانع (قناعت کرنے والا، جو مل جائے اس پر راضی رہنے والا) رہو۔ کسی اور جگہ ہونے کی خواہش نہ کرو۔

کیا وہ لوگ فطری طور پر جلد باز، جو شیلے اور غیور ہیں ؟ ہمیں ایک آدمی کے متعلق معلوم ہے۔ جس نے اپنے نفس پر قابو نہ پایا اور وہ کبھی خاموش نہ بیٹھ سکا۔اس کی زندگی بڑی تلخ ہو گئی۔وہ جلنے سے بیزار رہنے لگا،اور آخر کار وہ مر گیا۔

بنی اسرائیل میں ایک بڑی بزرگ ماں تھی۔اُس نے کہا''دُنیا میں کچھ ایسی عورتیں بھی ہیں۔جو کسی چیز سے بھی سُدھر نہیں سکتیں۔اُن کے بارے میں کوئی آدمی نہیں پوچھے گا''۔

کئی والدین اپنے بچوں کو ضبط نفس سکھانے میں باطنی طور پر ایک درد بھری صلیب اُٹھائیں گے۔وہ والدین جنہیں خود نفس پر ضبط نہیں ہے۔ وہ اپنے بچوں کو کس طرح ضبط نفس سکھا سکتے ہیں۔آج کل بچوں کو صحیح اور خدا کی ضبط نفس کی تعلیم نہیں دی جاتی کیونکہ والدین نے اپنی نفسانی خواہشات سے نفرت کرنا نہیں سیکھا ہے۔چونکہ ماں یا باپ نے اپنی کسی خواہش کو صلیب پر نہیں کھینچالہٰذا وہ بچوں کو بھی یہ صلیب اُٹھانے سے منع کرتے ہیں۔''وہ جو اپنی چھڑی کو باز رکھتا ہے اپنے بیٹے سے کینہ رکھتا ہے''۔

کئی لوگ ایسے بھی ہیں۔جو بڑے کمزور اور حساس ہیں۔ایک شخص نے کہا ہے ''کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے۔جب تھوڑی سی شکر رنجی، تھوڑا سا شور، لوگوں کی کھُسر پھُسر یا کسی آدمی کا کسی میز یا چارپائی کے بازو پر طبلہ بجانا، یا چارپائی کو گرانا، یا چیزوں کو زمین سر گرانا، کوئی ٹیڑھی سی تصویر، رنگوں کا امتزاج (ملاوٹ، ہم آہنگی) نہ ہونا، کوئی اُلٹی پڑی ہوئی کتاب یا کوئی کتاب جو کپڑوں میں ہی ادھر اُدھر پڑی ہوئی ہو تو ہم اس سے سیخ پا(غصہ ہونا) ہوں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ عام نیک مزاج کے لئے بھی دُعا کی ضرورت ہے۔نیک مزاجی خود بخود پیدا نہیں ہو گی''۔

تو پھر ڈسپلن کیا ہے ؟ایمی کارمیتچیل جس سے مندرجہ بالا اقتباس لیا گیا ہے۔اُس کا کہنا ہے ''جب میں اپنے پیارے خدا کی محبت کی خاطر کسی آسان بات سے انکار کر دُوں اور اپنے پیارے خدا کی خاطر اُس کی جگہ کسی مشکل کام کو اپنا لوں اور کسی قسم کی گڑ بڑ پیدا نہ کروں اور نہ ہی بُڑ بڑاؤں تو یہ ڈِ

سپلن ہے۔ جب ہر ایک کام بگڑتا ہوا معلوم ہو اور پھر بھی میں حرف شکایت زبان پر نہ لاؤں۔ جب گرمی کی شدت ہو اور میں تھک کر چور ہو چکا ہوں اور میں گلہ نہ کروں لیکن کوئی گیت گاؤں اور سکول اور گھر میں خوشی خوشی کام کروں تو یہ ڈِسپلن ہے۔

جب شیطان میرے کان میں کہے کہ دل لگا کر اپنا کام نہ کرو تو میں اس سے کہوں میں تمہاری بات نہیں مانوں گا۔ جب شیطان کہے کہ سہل انگار بن جاؤ تو اُس سے کہوں کہ میں ایسا نہیں کرُوں گا۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنے اور دوسروں کے کام آنے کا نام ڈِسپلن ہے۔

جب میں اپنی نظریں اُوپر اُٹھاؤں، اور ہر ایک گناہ پر فتح حاصل کروں یعنی بزدلی اور لالچ کی چیزوں (جن کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا) پر کامیابی حاصل کرُوں۔ اور جب دل و جان سے میں اپنے جلالی بادشاہ کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو یہ ڈِسپلن ہے۔

میں اپنے میں ''میں'' کو کچل ڈُوں۔ مجھ میں یہ بڑی عجیب و غریب چیز ہے۔ میں دوسروں کا بھی خیال رکھوں اور اپنی ذات کا کبھی اتنا خیال نہ کروں۔ میں اپنے منجی کے اس حکم پر عمل کروں کہ ''اپنی خودی سے انکار کرو''۔ یہی ڈسپلن ہے۔

ایک مرتبہ حضرت داؤد نے اپنے دشمنوں کے متعلق خدا سے دُعا کی۔ ''اُن کو قتل نہ کر مبادا میرے لوگ بھول جائیں'' کہا جاتا ہے کہ سپارٹا کے رہنے والوں نے اپنے ایک ہمسایہ شہر کو تباہ کرنے سے انکار کر دیا جس نے اکثر اوقات اُن کے خلاف فوج کشی کی تھی۔ اُنہوں نے یوں کہا ''اِس شہر کو تباہ نہ کرو۔ کیونکہ اسی سے تو ہمارے جوانوں میں دلیری اور بلند حوصلہ کی آگ تیز ہوتی ہے''۔ زندگی کی تمام مشکلات ہمیں ڈسپلن سکھاتی ہیں۔

لیکن کلیسیا میں جو ڈسپلن کا فقدان ہے اس کے متعلق ہم کیا کہیں؟ اس ڈسپلن کے فقدان کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کریں تو آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ کئی نرم دِل مسیحی ناراستوں سے اپنے آپ کو علیحدہ نہیں کرتے۔ وہ گناہ کا مقابلہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اور یہ صریحاً خُدا کے حکم کے خلاف ہے۔ جس نے فرمایا ''تو اس پر اس کے ساتھ رضامند نہ ہونا، اور نہ اس کی بات سننا۔ تُو اُس پر ترس بھی نہ کھانا، اور نہ اس کی رعایت کرنا اور نہ اُسے چھپانا''۔

ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ خدا نے ایسے گھرانے بخشے ہیں۔ جہاں والدین عیش و طرب کے اس دور میں تمام قسم کے خطروں اور آزمائشوں سے بخوبی واقف ہیں۔ ہر سال تعلیمی سال کے اختتام پر کئی والدین اپنے بچوں کو بائبل سکولوں میں ٹریننگ کے لئے بھیجتے ہیں۔ والدین اپنے بچوں کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ انہیں اُن کی روحوں ک بہت فکر ہوتی ہے۔ وہ اپنے جوان بچوں کو صلیب کے سپاہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ اُن کے بچے نئی روشنی کے مدرسوں اور نئی روشنی کی تعلیم سے نجات حاصل کریں جس میں زیادہ تر فنون لطیفہ (عجیب ہنر) کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ایسے گھرانے آرہے ہیں۔ اس قسم کے گھروں سے اس موجودہ زمانے میں بھی صلیب کے سپاہی پیدا ہو رہے ہیں۔ جو ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے کمر بستہ ہیں۔ وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ وہ اپنا سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ وہ سختیاں جھیل رہے ہیں، اور جوانی میں بوڑھے نظر آتے ہیں۔ لیکن برّے کی خاطر اُس کے مصائب کا انعام جیت رہے ہیں۔ یعنی نئی کلیسیاء معرض وجود میں آرہی ہے۔

ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ ڈاکٹر جے۔ ہڈسن ٹیلر کے باپ یہ علم تھا کہ خدا کے حکم کے ماتحت وہ کیا کچھ کر دکھائے گا۔ چائنا اِن لینڈ مشن کے بانی کو ضبط و نظم والی زندگی کی حقیقت اور قیادت کے متعلق معلوم ہوا۔ اس کا باپ خود ڈسپلن کا بڑا پابند تھا۔ اس لئے وہ بھی اس قیادت کے ماتحت ہوا۔ ایک کتاب موسومہ روح کی نشوونما سے اُن کے باپ کے بارے میں ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔

جیمس ٹیلر اگرچہ بڑا سخت اور زود رنج تھا لیکن اُس کے بیٹے کی زندگی پر اُس کا بہت اثر ہوا۔ وہ ڈِسپلن کا سخت پابند تھا۔ لیکن اگر اُس کی ابتدائی زندگی میں تربیت نہ کی جاتی تو خدا کے فضل سے ہڈسن کس طرح سے اس قسم کا آدمی ہو سکتا تھا؟ کیا آج کل ہم میں تساہل پسندی اور سہل انگاری کا رُحجان نہیں ہے؟

یہاں تک کہ مسیحی والدین بھی اپنے اپنے بچوں کو ایک حد تک خوش دیکھ کر مطمئن رہتے ہیں۔ لیکن جیمس ٹیلر کے سامنے یہ نقطہ نہیں تھا۔ زندگی بسر کرنا ہی تھی۔ کام کو ختم کرنا تھا۔ ممکن ہے کہ کئی لوگوں کی تقدیس بھی کی جائے۔ اُنہیں خدا کی نعمتیں بھی میسر ہوں، اور انہوں نے خدا کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہو لیکن چونکہ اُن میں ڈسپلن نہیں ہوتا سب کچھ بیکار اور بے سود ہے۔ اُس انسان میں اپنے فرض کا بڑا بلند احساس تھا۔ وہ کام جو کرنا لازمی تھا وہ ہمیشہ اُسے پہلے کیا کرتا تھا۔ آرام، عیش اور اپنی بہتری کو وہ اس کے بعد سمجھتا تھا۔ وہ ایمان دار تھا۔ لیکن اس ایمان اور عمل میں چولی دامن کا ساتھ تھا۔ وہ اسی چیز کو کافی نہیں سمجھتا تھا کہ اس کے بچے خوش ہیں اور اُن کی اچھی طرح سے نگہداشت کی جاتی ہے۔ اور اگر بچے فرمانبردار ہوں تو بھی وہ اِسے بڑی اہمیت نہیں دیا کرتا تھا۔ بچوں کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیے وہ اپنے روزمرہ کے کام کرتے رہیں۔ اور وہ اپنے آپ میں ایسی عادات پیدا کریں جس سے وہ آئندہ زندگی میں قابلِ اعتماد انسان بن سکیں۔

باب ہژدہم

صلیب اور ثمر باری

ہندوستان کی دوہنادر فیلوشپ سے درج ذیل کہانی منسوب ہے۔ایک ہسپتال کی بہت سی نرسیں ایک عورت کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن وہ ہمیشہ بے توجہی کا اظہار کیا کرتی تھی۔اس عورت کا خیال تھا کہ یہ نرسیں محض باتیں کیا کرتی ہیں اور اس لئے اس نے اُن کی کسی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ایک دن اُس نے کو ہیلا نرس کو ایک ننھے بچے کی تیمارداری کرتے ہوئے دیکھا۔کچھ عرصہ وہ عورت خاموش رہی، لیکن ایک دن وہ نرس سے یوں کہنے لگی ''تم یہ کیوں کرتی ہو''؟ کو ہیلا نرس نے جواب دیا'' میں اپنے آپ سے یہ نہیں کرتی ہوں، بلکہ خداوند یسوع کی محبت مجھ سے ایسا کرواتی ہے۔اس نے مجھے اس بچے سے محبت کرنا سکھایا ہے''۔اس عورت نے جواب دیا''میں نے خداوند مسیح کے بارے میں لوگوں کو باتیں کرتے سنا ہے ۔لیکن میرا خیال تھا کہ یہ محض باتیں ہی ہیں۔ لیکن اب میں نے اس کو دیکھ لیا ہے اور میں یہ جانتی ہوں کہ یہ محض باتیں ہی نہیں ہیں''۔اس نے بغور سنا اور دل سے خداوند مسیح کو قبول کر لیا اور اُسے معلوم تھا کہ اُسے اس کی کیا قیمت ادا کرنی پڑے گی۔وہ بڑی دلیر عورت تھی۔ لیکن دو مہینے کے عرصے میں اُس کی پُرانی انسانیت مر گئی۔اُس موت کا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ اُسے اس سے پیشتر معلوم تھا وہ سب ختم ہو جائے گا۔اور اب اُسے اپنے خداوند کی خاطر بڑا دُکھ اُٹھانا پڑے گا۔یعنی خداوند صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہے۔اُس نے دیکھا کہ اب اس کی آنکھوں کے سامنے کو ہیلا نرس کی زندگی میں مسیح مصلوب ہو چکا ہے۔جب ہم صلیب سے ہم آغوش ہوتے ہیں اور صلیب کے مطابق زندگی گزارتے ہیں تو دُنیا مسیح مصلوب کو دیکھ سکتی ہے۔ مسیح کو جسم اور خون کے ساتھ دُنیا کے سامنے ''اونچے پر چڑھایا'' جانا چاہیے۔پس اسی طرح سے وہ آدمیوں کو اپنے پاس کھینچ لے گا۔

مقدس پولُس رسول نے گلیتوں کو انجیل مقدس کی تعلیم دیتے ہوئے کہا''اے نادان گلتیو! کس نے تم پر افسوس کر لیا؟ تمہاری تو گویا آنکھوں کے سامنے یسوع مسیح صلیب پر چڑھایا گیا''۔ایک دفعہ راقم الحروف کے روحانی باپ کو چند نوجوانوں نے بُری طرح سے طعن و تشنیع (بُرا بھلا کہنا) کی۔یہ نوجوان ادب واخلاق سے بالکل کورے (خالی) تھے۔میرے اس روحانی باپ نے خداوند مسیح کے بّرے ہونے کا ایسا مظاہرہ کیا کہ چند تماشائیوں نے دیکھ کر یہ کہا کہ دشمن بہت ہی گندی چال چل رہے ہیں۔اور خدا نے اس مرد خدا کو اُن ہی دشمنوں کے سامنے راستباز ٹھہرایا۔اس وقت اس مردِ حق نے کہا'' اچھا تو ان ہی آدمیوں کی آنکھوں کے سامنے یسوع مسیح مصلوب کو دکھایا گیا''۔وہ لوگ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھا کہ اس نیک مرد پر طعن وتشنیع کی بوچھاڑ کی گئی ہے۔اور اس سے صریحاً بے انصافی اور زیادتی ہو رہی ہے۔وہ نئے سرے سے خداوند مسیح مصلوب منجی عالمین کے قدموں کے پاس آ گئے۔رابرٹ مرّے نے کہا ہے

"دُنیا کے لوگ بار بار اُن آدمیوں کے پاس آتے ہیں۔ جنہوں نے روحانی بھیدوں پر عبور حاصل کر لیا ہے۔ ان لوگوں کی زندگی مسیح کے ساتھ خدا میں پوشیدہ ہے۔ یہ لوگ پُرانے وقتوں کے مذہب کے پیروکار ہیں۔ وہ بھی خداوند کی صلیب کے ساتھ میخوں سے جڑے ہوئے ہیں"۔

ایک معزز خاتون میرؔی کو شمالی سائبیریا میں جلاوطن کر کے بھیج دیا گیا۔ وہ طرح طرح کی صعوبتیں جھیل رہی تھی۔ اس نے اِس جگہ سے تحریر فرمایا" یہاں ایسی سوسائٹی ہے جس میں خدا نہیں ہے۔ ایک ممبر کو مجھ سے ہمدردی پیدا ہوگئی۔ تو میں نے اُس سے کہا کہ مجھے سمجھ آتی کہ تم کس قسم کی خاتون ہو۔ تمہاری بے عزتی کی جاتی ہے اور تمہیں گالیاں دی جاتی ہیں۔ آپ پھر بھی ان سب سے محبت کرتی ہیں۔ اُس نے مجھے بڑا دُکھ دیا لیکن میں اس کے لئے دُعا کرتی رہی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اُس نے مجھ سے کہا کہ کیا میں اُس کو پیار کر سکتی ہوں۔ میں نے اپنے ہاتھ اس کی طرف بڑھائے۔ ہم ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئیں اور رونے لگیں۔ اب ہم دونوں اکٹھی دُعا کرتی ہیں۔ اُس کا نام باؔربرا ہے"۔

چند مہینوں کے بعد میرؔی کی طرف سے ایک اور خط موصول ہوا جس میں اُس نے ذکر کیا تھا کہ باؔربرا نے بڑی دلیری کے ساتھ اس لامذہب معاشرے میں اپنے ایمان کا اقرار کیا ہے۔ اور اسی لئے اُسے جیل میں بھیج دیا گیا ہے۔ میرؔی لکھتی ہیں۔ "کل میں پہلی مرتبہ اپنی پیاری باؔربرا کو جیل میں ملنے کے لئے گئی۔ وہ بڑی کمزور اور پیلی دکھائی دیتی تھی۔ اس کے جسم پر لاسوں کے نشان تھے۔ لیکن اُس کی آنکھوں میں چمک باقی تھی۔ وہ آسمانی اطمینان اور خوشی سے لبریز نظر آتی تھیں۔ وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جنہیں یہ اطمینان میسر ہے۔ یہ چیز دُکھ سہہ کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہمیں کسی طرح کے دُکھ یا تکلیف سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ میں نے جیل کی سلاخوں میں سے اُس سے کہا" باربرا! کیا تم اپنے کئے پر نادم (شرمندہ) تو نہیں ہو"؟ اُس نے اطمینان سے جواب دیا۔ "نہیں۔ اگر وہ آج مجھے جیل سے رہا کر دیں تو میں اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر انہیں بتاؤں گی کہ میرے لئے خداوند مسیح یسوع نے کیسے عجیب کام کئے ہیں۔ میں اُنہیں خداوند مسیح کی محبت کے متعلق خبر دُوں گی۔ مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہے کہ خُداوند مجھے اتنا پیار کرتا ہے اور مجھے اس قابل سمجھتا ہے کہ میں اُس کی خاطر دُکھ اُٹھاؤں"۔ آپ یہ غور کریں کہ خدا کا بّرہ میرؔی میں اس طرح سے زندہ تھا۔ کہ باؔربرا نے ایک ہی نظر میں مافوق الفطرت منجی کو اس میں دیکھ لیا، اور وہ اس کی طرح کھنچی آئی۔ وہ سمجھ تو نہیں سکتی تھی۔ لیکن اُسے یہ محسوس ہوا کہ میرؔی اس روحانی راز سے واقف ہے۔ میرؔی صلیب سے ہم آغوش ہو چکی تھی۔ اُن کا مسیح دیکھا جا چکا تھا۔ میرؔی کی محبت اپنے دشمنوں کے لئے کنجی تھی جس سے باؔربرا کا دل کھولا گیا۔

مسیحا ترا جلوہ دیکھا ہے جس نے　　سمجھتا ہے اپنے نفع کو خسارا

اگر مل گیا تُو، تو ہے ہیچ سب کچھ　　تو ہی بحرِ اُمید کا ہے کنارا

تیرے سایہ عاطفت میں ہمیشہ　　گنہگار کو شادمانی ملی ہے

جو تھے غرق بحرِ فنا اے مسیحا　　انہیں پھر نئی زندگانی ملی ہے

گناہوں کا بار گراں سر پہ ہو گر   تو ہی مشکلوں میں ہے اپنا سہارا

تیرے در پہ سجدے میں ہے سر جُھکایا   ہمارے گناہوں کا تو ہے کفارا

لوگوں کو خداوند مسیح کے پاس لانا کیسا بڑا کام ہے ! ہمیں خداوند مسیح کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ کسی نہ کسی طرح سے ہمیں لوگوں کو خداوند مسیح دینا چاہیے۔ محض اُس کے نام کی بشارت دینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں خداوند مسیح کو دوسروں کے سامنے پیش بھی کرنا چاہیے۔ ہماری خداوند مسیح کے ساتھ ایسی مشابہت ہونی چاہیے کہ ایک معنی میں یہ سچ ہو ''میں جو تجھ سے بول رہا ہوں وہی ہوں''۔ اور خداوند مسیح کو اُس کے ساتھ مرنے سے ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ صلیب میں ہی سب سے بڑی جاذبیت (پُرکشش) ہے۔ سی۔ ایم۔ کلوؔ نے کہا ہے ''مسیحی کلیسیاء کا نشان جلتی ہوئی جھاڑی، کبوتری کھلی ہوئی کتاب، کسی کے مقدس سر پر ہالہ، یا شاندار تاج نہیں ہے، بلکہ مسیحی کلیسیاء کا نشان صلیب ہے''۔ بہت سے لوگ یونہی بغیر سوچے سمجھے یہ گیت گاتے ہیں۔

کاشکہ یسوع کی سیرت مجھ میں ہو   اُس کا جوش محبت ملے مجھ کو

روح الٰہی تو آ اور مجھ کو جِلا   کاشکہ یسوع کی سیرت مجھ میں ہو

لیکن ممکن ہے کہ خوشی کے اظہار سے ہم یسوع کو دوسرے لوگوں کو دکھا نہ سکیں۔ پولُس رسول نے کہا ہے ''پس موت تو ہم میں اثر کرتی ہے اور زندگی تم میں''۔ پولُس نے کبھی یہ خیال نہ کیا خوشی کی زندگی لوگوں کے لئے کشش کا باعث ہو سکتی ہے۔ خدا کو اس سے بھی زیادہ خوش لوگوں کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ لوگ کلام کو ''بڑی مصیبت میں روح القدس کی خوشی کے ساتھ'' قبول کرنے والے ہوں۔ یہ چیز خوشی اور شادمانی سے کہیں زیادہ گہری ہے۔ صرف ایک ہی طریقے سے ہم روحوں کو مسیح کی طرف لا سکتے ہیں۔ اور یہ طریقہ صلیب، قربانی اور موت کا ہے۔ ایک مبشر روح سے معمور تھا۔ وہ بڑی مدت سے انجیل کا پیغام سنا رہا تھا۔ اُس نے لوگوں کی گالی گلوچ کی برداشت کی تھی۔ اس نے اپنی بار آور خدمت کے متعلق کہا ہے۔ ہم ایک چیز کو مشخص (تجویز کیا گیا) کر لیا اور وہی چیز کشش کا باعث تھی۔ میں اس فریب میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا کہ مجھ میں کوئی ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے لوگ میری طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ میں نے خداوند مسیح سے کہا۔ ''اے خداوند ! اگر تو مجھے کنجیاں عطا فرمائے تو میں ہر چیز کی برداشت کروں گا''۔

اور اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ ہماری قوت کا راز کیا تھا۔ تو میں جواب دُوں گا۔ ''پہلی بات محبت، دوسری بات محبت اور تیسری بات محبت''۔ اور اگر آپ کہیں کہ محبت کیسے حاصل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا ''پہلے قربانی سے، دوسرے قربانی سے اور تیسرے قربانی سے''۔ صلیب کا اصول ہی ہماری زندگی کا اصول ہونا چاہیے۔ ہمیں اس کے لئے ایسے ہی پیاسا ہونا چاہیے جیسے ہم زندگی کے پانی کے پیاسے ہیں۔ خداوند مسیح ہمارا شریعت دینے والا ہو اور وہی برّہ بھی ہو، اور قربانی ہماری روزمرہ کی زندگی کا اصول ہونا چاہیے۔

مجھے صلیب کی نعمت سے سرفراز کیا   مجھے علایق دُنیا سے بے نیاز کیا

میں کس طرح تیری رحمت سے دُور ہو جاؤں   میں مر چکا تھا مگر تو نے سر فراز کیا

یقیناً ہماری بہت سی راسخ الاعتقاد کلیسیاؤں میں یہ خامی ہے۔ کہ وہ گندم کے بڑے بڑے ذخیرہ خانوں کی طرح ہیں۔ان میں ایسی گندم بھری ہوئی ہے۔ جو پھل نہیں لا سکتی۔ وہ گندم گل سڑ گئی ہے۔اور حسد اور لالچ کے چوہوں نے اُسے خراب کر دیا ہے۔ اگر اس گندم کے ہر ایک دانے کو خوشوں سے علیحٰدہ کر کے زرخیز اور نمی والی زمین میں بویا جائے اور وہ دانہ زمین میں مر جائے تو ہمیں لہلہاتی ہری بھری کھیتیاں نظر آئیں گی۔

پچھلے چند سالوں سے نوجوانوں کے گاسپل گروپوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ بڑی خوشی کا مقام ہے لیکن اس میں بہت بڑا خطرہ بھی ہے۔اپنے اپنے گروپ کے رنگ میں ہم رنگے جاتے ہیں، یعنی جسم کی تمام رغبتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ یہ رغبتیں احساساتی اور فطری ہوتی ہیں۔اور ہمیں خدا کی ''گندم '' بننے کے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔ حضرت یوسف جس نے اپنی قوم کی امداد فرمائی اور مصر میں تمام مشکلات پر غالب آیا اُس نے اپنے بھائیوں سے علیحدہ ہو کر ہی اتنا بڑا مرتبہ حاصل کیا۔ اُسے شاہی مرتبہ عطا ہوا۔ وہ تیرہ (۱۳) برس تک اپنے بھائیوں سے جُدا رہا۔ وہ گویا غلام تھا۔اُس پر شبہ بھی کیا گیا اور اُس کی توہین بھی کی گئی۔ ہر ایک مسیحی کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیے۔ اپنی مشکلات خود ہی برداشت کرنی چاہئیں۔اور اپنی زندگی کے کوہ موریاہ پر خود چڑھنا چاہیے۔ شہیدوں نے اکیلے ہی جام شہادت نوش کیا تھا اور اسی طرح سے ہمیں بھی سب کچھ اپنی ذات پر برداشت کرنا چاہیے۔

صلیب ہی حیات ہے صلیب ہی نجات ہے

صلیب راز منفعت صلیب کی کیا بات ہے

زمین میں بیج مر گیا تو اُس کو زندگی ملی

جو مر کے جی سکے نہ اُس کس طرح ثبات ہے

ہری بھری یہ کھیتیاں یہ سبزہ زار رفشاں

ہزاروں بیج، مر گئے تو تب ہی یہ بات ہے

مسیح دو جہاں مرے لئے ہے غم کا آشنا

بلند اُس کی شان اور پاک اُس کی ذات ہے

اُسی کا نام صبح و شام ل کے جی رہا ہوں میں

اسی کی مہربانیوں کا جام پی رہا ہوں میں

وہ لوگ جن پر مردنی چھائی ہوئی ہے۔ اور اُس کے تمام کام مردہ ہیں، اُن کی زندگی بے ثمر ہے اور وہ ایسی زندگی سے بیزار ہیں۔ ہم ایسے ہی لوگوں سے اپیل کررہے ہیں۔ اَے بنجر اور بے گیاہ روح خدا کا کلام سُن۔ "تو خود جو کچھ بوتا ہے جب تک وہ نہ مرے زندہ نہیں کیا جاتا"۔ کیا اس کتاب کا پڑھنے والا مسیحی زندگی بسر کرنے کی کوشش کررہا ہے؟ کیا وہ مسیح کے لئے کام کررہا ہے؟ کیا وہ پھل لا رہا ہے؟ جب تک آپ نہ مریں آپ زندہ نہیں رہ سکتے۔ موت زندگی سے پہلے آتی ہے۔ "جب تک گیہوں کا دانہ زمین میں گر کر مر نہیں جاتا اکیلا رہتا ہے لیکن جب مر جاتا ہے تو بہت سا پھل لاتا ہے"۔ چائنا ان لینڈ مشن کے بانی جے۔ ہڈسن ٹیلر نے ایک مرتبہ کہا "ہم جانتے ہیں کہ کس طرح خداوند یسوع مسیح پھل لایا۔ وہ محض اپنی صلیب اُٹھانے سے ہی اس مرتبہ کو نہ پہنچا بلکہ وہ صلیب پر مر گیا۔ کیا اس معاملہ میں ہماری اُس کے ساتھ مشابہت ہے؟ دو مسیح نہیں ہیں کہ ایک تو آرام طلب اور سہل انگار مسیحیوں کے لئے ہو اور دوسرا مسیح دُکھ اُٹھانے والا اور تکالیف برداشت کرنے والا جو خاص ایمان داروں کے لئے ہو۔ صرف ایک ہی مسیح ہے۔ کیا آپ اُس میں قائم رہیں گے۔ اور اس طرح سے بہت سا پھل لائیں گے؟ موت ہی زندگی کا دروازہ ہے۔ یہی وہ زندگی ہے جو مر کر حاصل ہوتی ہے اور یہ کئی گنا پھل لانے والی زندگی ہے۔ اپنی خودی کا انکاری کرنے سے ہی ہم اپنی زندگی کو بچا سکتے ہیں۔ اور اپنی جان کو بچانا اپنی جان کو کھونا ہے۔ اور اپنی جان کھونے سے ہی جان بچ سکتی ہے۔ ہم ابدی اور اٹل شریعت سے کس طرح سے بچ سکتے ہیں۔ جس میں اپنے آپ کی قربانی سے ہی پھل لانے والی زندگی حاصل ہو سکتی ہے۔

زمین پر سمندر میں اور آسمان پر — نظر آرہی ہے بہار جوانی
مگر زندگی موت کو دے رہی ہے — پیام وصال نگار جوانی
اگر بیج مٹی میں مل کر فنا ہو — مہکتا ہے پھر لالہ زار جوانی
یہی موت ہے زندگی کی نشانی — اسی موت میں ہے نئی زندگانی

مسز پین لوئیس کی تحریروں سے بہت سے لوگوں نے استفادہ حاصل کیا ہے۔ گناہ کی محکومیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد وہ اپنی زندگی میں ایک بحران کا ذکر کرتی ہیں۔ انہیں خداوند مسیح کا تجربہ ہوا۔ تو اُن کی زندگی خوشی سے معمور ہو گئی۔ انہوں نے خداوند مسیح کی صلیب کے متعلق ایک کتاب کا مطالعہ کرنا شروع کردیا۔ وہ کہتی ہیں "مطالعہ کے دوران میں میں نے صلیب کا راستہ اور جو کچھ اس سے مراد ہے معلوم کیا۔ پہلے تو میں نے وہ کتاب پرے رکھ دی اور کہنے لگی۔ میں صلیب کا راستہ اختیار نہیں کروں گی۔ مجھے اب تک جو اس کی تجلی کا تجربہ ہوا ہے میں اُسے کھودوں گی۔ لیکن اگلے دن میں نے پھر اس کتاب کو اُٹھایا اور خداوند نے مجھے بڑی نرمی سے فرمایا اگر تم گہری زندگی اور خدا کے ساتھ رفاقت چاہتی ہو تو بس یہی راستہ ہے۔ میں نے خیال کیا کہ کیا میں یہ راستہ اختیار کروں۔ لیکن پھر میں نے یہ راستہ اختیار نہ کرنا چاہا۔ میں نے پھر کتاب کو پرے رکھ دیا۔ تیسرے دن میں نے پھر کتاب کو اُٹھایا۔ خداوند نے مجھ سے کہا۔ "اگر تم پھل کی تمنا رکھتی ہو تو یہی راستہ ہے۔ میں تم سے تمہاری شعوری خُوشی چھین نہیں لوں گا۔ تم اگر چاہو تو اُس خوشی کو بھی اپنے پاس رکھو۔ لیکن یا تو یہ خوشی اپنے پاس رکھو۔۔۔۔۔۔ یا صلیب۔ تُم کون سی چیز لینا چاہتی ہو"؟ تب میں نے اُس کے فضل سے کہا" میں ثمر باری کا راستہ انتخاب کرتی ہوں، اور ہر وہ تجربہ جس کا مجھے علم تھا ختم ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ تک تو میں بڑی تاریکی میں اِدھر اُدھر بھٹکتی رہی۔

اسے ایمان کی تاریکی کہہ لیجئے۔ مجھے ایسا معلوم ہونے لگا۔ جیسے خُدا خدا کا وجود ہی نہیں ہے۔اَور پھر اُس کے فضل سے میں نے کہا" مجھے وہی کچھ ملا ہے جس پر میں رضا مند ہوئی تھی۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اُس کا کیا نتیجہ ہو گا۔اس کے بعد میں دُعائیہ اجلاس میں شریک ہوئی۔اُس وقت مجھے رُوح کے پھل کا علم ہوا۔ مجھ پر یہ بھید کھلا۔ عمل سے نہیں بلکہ اُس کے ساتھ مرنے میں روحانی پھل پیدا ہو سکتا ہے۔ پھلدار زندگی کا مختصر راز یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے۔ دُوسروں کی خدمت کرواور اپنی فکر نہ کرو۔اپنے آپ کو اس کے ہاتھوں میں سپرد کر دو۔اور اس بات کی فکر نہ کرو۔ کہ تمہارے ساتھ کیا بنے گا۔

باب نوزدہم

صلیب اور روزمرہ کی زندگی

مسیحی زندگی کے حقائق کا تجربہ شاہد ہے کہ بہت سے ایمان دار تھوڑے عرصہ کے لئے (رومیوں باب ۷) کے بیابان میں بھٹکتے پھرتے ہیں یعنی وہ ملی جلی اور بٹی ہوئی رغبتوں کی سرزمین میں رہتے ہیں۔اس کے بعد وُہ خُداوند مسیح یعنی فتح مند زندگی میں داخل ہوتے ہیں۔رسول عظیم پولُس اپنی تبدیلی کے بعد اپنی باطنی زندگی کی تباہی کا المیہ بیان کرتا ہے۔ وہ مایوس ہو کر یوں چلا اُٹھتا ہے۔"ہائے میں کیسا کم بخت آدمی ہوں مجھے اس موت کے بدن سے کون چھڑائے گا"(رومیوں ۷: ۲۴)۔تب اس کو اس کا علم ہوا اور اس نے (رومیوں ۶: ۱۱)۔میں لکھا"اسی طرح تُم بھی اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مرُدہ مگر خدا کے اعتبار سے خداوند مسیح یسوع میں زندہ سمجھو"۔اُسے معلوم ہوا کہ اس نفرت انگیز زندگی کی غلامی سے ارادے کے ذریعہ سے نہیں بلکہ مسیح کے ساتھ مصلوب ہونے سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

زیر یا سویر ہم میں سے کئی ایمان لانے والے اپنی گنہگار زندگی سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں بھی خداوند مسیح کے لئے زندہ رہنا چاہیے۔ ہم راستبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ لیکن افسوس کیسے المناک طریقے سے ہماری جسمانی مرضی زندگی کے چشموں کے راستے میں حائل ہوتی ہے۔ ہماری زندگی کی ندی صاف ستھری نہیں بلکہ اُس میں گدلا پانی بہتا ہے۔ ہم لڑتے ہیں، دُعا کرتے اور جدوجہد میں لگے رہتے ہیں۔ ہم اپنے ارادوں کو اور زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں باطنی صلیب کا تجربہ ہونا چاہیے اور صلیب ہر ایک مسیحی کی زندگی کا مرکز چاہیے۔ ہم اپنے آپ کو مصلوب کرتے ہیں لیکن اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ نفس نفس کو نہ ہی صلیب پر چڑھا سکتا ہے اور نہ ہی صلیب پر چڑھائے گا۔اس مایوسی کی حالت میں ہم اپنی ہی موت کے حکم پر دستخط ثبت کرتے ہیں۔ ہم موت کے ذریعہ مسیح کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ہم اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر خدا کے ہو جاتے ہیں۔ ہم اُسی کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ ہم ہمیشہ کے ایمان کے ساتھ وہی صورت قبول کر لیتے ہیں جو خدا ہمیں عطا کرتا ہے۔یعنی مسیح کی موت اور اُس کے مرُدوں میں سے جی اُٹھنے میں ہم شریک ہوتے ہیں۔

فتحمند مسیحی زندگی کا یہی آغاز ہے۔ لیکن یہ حرفِ آغاز ہی ہے۔ یہ موت کی صورت جب قبول کر لی جاتی ہے۔ تو پھر اُسے سیکھا جاتا ہے۔ مصلوب کی زندگی کو لمحہ بہ لمحہ حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ صلیب ہمیشہ کے لئے ہے اور یہی صلیب "ہر روز" اُٹھائی جاتی ہے۔ یہ عمل تازندگی کرنا پڑتا ہے۔ "اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے اور ہر روز اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہو لے" (لوقا ۹: ۲۳)۔ اُس زمانہ کے شاگردوں نے قاتلوں اور مجرموں کا جلوس دیکھا ہوگا۔ جو اپنی صلیبیں اُٹھائے ہوئے مصلوب ہونے کے لئے جاتے ہوں گے۔

یہ ہمیشہ کے لئے صلیب اُٹھانا اور ہر روز صلیب اُٹھانے کا معاملہ ایسا ہے جس کے متعلق بشپ مولے نے کہا ہے کہ

> **"صلیب میں اتنا ہے محال مجسم ہوتا ہے۔ ایک طرف تو مکمل اور صحیح خودانکاری لازمی ہے اور دوسری طرف ہر روز اپنے آپ کو صلیب پر چڑھانے کی ضرورت ہے ہم مسیح مصلوب کے پیروکار ہیں۔ ہمیں ہمیشہ کے لئے اُس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔ اُسی کو مکمل سر تسلیم خم کرنا کہا گیا ہے یعنی ہمارے تمام اعمال پر حادی ہے اور ہماری ساری زندگی میں ہمارا ساتھ دیتی ہے"۔**

صلیب کی زندگی کوئی جوہر یا ہنر نہیں ہے بلکہ زندگی کو شیوہ ہے یہ منزل مقصود نہیں بلکہ شاہراہ ہے۔ کوئی ایسی بنی بنائی پاکیزگی نہیں جسے لباس کی طرح زیب تن کیا جا سکتا ہے۔ خدا ایک ہی مرتبہ ہمیں سب کچھ نہیں دکھا دیتا۔ وہ لوگ جو فتح مند مسیحی زندگی میں داخل ہو چکے ہیں اُن کو اپنی ساری زندگی کی گہرائیوں کا گہرا مکاشفہ ہوتا رہے گا۔ اس کے متعلق کتاب مقدس یوں کہتی ہے۔ "یہ غرض کہ میں پا چکا یا کامل ہو چکا ہوں"۔

"ہر روز" صلیب اُٹھانے کے متعلق بشپ مولے فرماتے ہیں کہ صلیب اُٹھانے میں نہ ہی کسی قسم کی کوتاہی ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی کوئی چھٹی منائی جا سکتی ہے۔ صلیب ہر وقت، ہر لمحہ، ابھی آج اور کل اُٹھانی چاہیے اور یہ ہر روز کی صلیب ذِلت اور اذیت کا سبب ہے اور یہ اذیت کیا ہے؟ ہر وہ چیز جس کے ذریعہ خدا کو اپنے آپ کو دے دینے کا امتحان ہو سکتا ہے یا وہ چیز جو پُرانے مقاصد، تجاویز، ارادوں اور جسم کی پُرانی روح اور زندگی شرمندہ کرتی اور اُنہیں فنا کر دیتی ہے۔

نئے مواقع، تازہ آزمائشیں اور مشکل حالات ہمیں خدا کی نفس کی مرضی کے سامنے لے آتے ہیں۔ اگر ہمارے دِل میں خدا کے ساتھ ساتھ چلنے کی بھوک ہے اور آپ ہر قیمت پر سچائی معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہم صلیب کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ہم میں سے ہر ایک کے راستہ میں ہر روز صلیب ہوتی ہے۔ وہ صلیب ہمارے انتظار میں رہتی ہے۔ قدرتی حالات ہمیں ایسے مواقع بہم پہنچاتے ہیں جو نفس کو صلیب پر کھینچ دیتے ہیں۔ اس سے ہماری اپنی مرضی کی موت واقع ہو گی۔

بشپ ڈرہم ہر روز صلیب کو یوں پیش کرتا ہے۔ روزمرہ کی زندگی کے معمولی واقعات، چھوٹی چھوٹی باتوں میں رنجش، فرائض کا اجتماع، غیر متوقع دخل در معقولات اور ناپسندیدہ چیزیں جو توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ کل ان ہی چیزوں نے آپ کو خوف زدہ کیا تھا۔ اور اندرونی طور پر آپ کو پریشان کر رکھا تھا۔ آج اس کے برعکس آپ ان چیزوں کے خلاف اپنا ہاتھ اُٹھاتے ہیں اور ان چیزوں کو نفس کی پُرانی روح کے خلاف توہین و تذلیل اور

موت کاذریعہ ٹھہراتے ہیں۔آپ نے انہیں ایسے قبول کیا تھا۔ جیسے آپ اُن کی پرستش کریں گے۔ لیکن اب آپ بڑی شکر گزاری کے ساتھ اُنہیں کلوری پر مصلوب کرنے کے لئے لے جارہے ہیں۔اور کل بھی آپ ایسا ہی کریں گے۔

بعض اوقات آپ یوں کہتے ہیں ''خداوند یہ نہیں بلکہ کوئی اور چیز''آپ ڈرتے ہیں کہ کہیں آپ کا اس سے سامنا نہ ہو اور پھر یہ چیز آپ پر آن پڑتی ہے۔ خدا کی فرمانبرداری سے نئی تکلیفات اور رنج و غم کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن خدا کی حکمت کے ذریعہ سے نفس کو کلوری پر چڑھایا جائے گا۔اس لئے اِسے لے لو۔اس کی طرف اپنے ہاتھ بڑھاؤ اور نفس سے از سر نو قطع تعلق کر لو۔اس کی طرف اپنے ہاتھ بڑھاؤ اور نفس سے از سر نو قطع تعلق کر لو۔ جب خداوند مسیح نے صلیب کو کندھوں پر اُٹھایا تو وہ اپنی جان قربان کرنے کے لئے آگے بڑھا۔اس کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے تم بھی یہی کرو گے۔ خداوند مسیح کا یہ مقصد ہے کہ تم اس امتحان میں پورے اُترو۔اسی جگہ تم اپنے نفس چھوڑ کر مسیح کو یاد رکھو گے۔جب آپ کے سامنے اس قسم کا موقع آئے تو یہی آپ کو صلیب ہو گی۔ ہمیں یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ صلیب نہایت ہی ضروری ہے۔اس سے گریز نہیں کیا جا سکتا جس طرح بدنصیبی جسمانی روگ اور آفات سے مفر (بھاگنے کی جگہ، جائے فرار) ممکن نہیں ہوتا، ہماری صلیب یہ ہے کہ ہم رضا کارانہ طور پر ایسا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ جس سے ہمارے نفس کو خود انکاری توہین اور موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اور ہمیں حقیقت میں اپنی جان بھی دینی پڑتی ہے۔ جب ہم صلیب سے ہم کنار ہوتے ہیں تو گلگتا ہماری منزل مقصود ہوتی ہے۔

کیا اس کتاب کا قاری کبھی شک وشبہ ذلت اور بے عزتی کے جال میں پھنسا ہے ؟دِل برداشتہ نہ ہو۔اپنے آپ کو اُس کے سامنے پیش کر دو۔ تمام چیزیں خداوند مسیح کے تابع ہیں اور لوگ جو خُدا سے محبت کرتے ہیں۔ تمام چیزیں مل کر اُن کے لئے بھلائی پیدا کرتی ہیں۔اِس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو ۔اسے اپنی صلیب سمجھو اور اپنی جان کھونے کے لئے آگے بڑھو۔ دُنیا اسے محض معمولی چیز خیال کرتی ہے۔ مگر ہم اس سے ہمکنار ہوتے ہیں کہ یہ ہماری صلیب ہے۔اس کی طرف اپنے ہاتھ بڑھاتے ہیں اور جان قربان کر دیتے ہیں۔اِسی طرح سے ہم بے عزتی کا وہ لباس پہنتے ہیں جو خداوند مسیح نے پہنا تھا۔

ممکن ہے کہ آپ کی صحت خراب ہو۔ اس ہو آپ کا کوئی اختیار نہیں ہے۔اب اسی کمزوری کے ساتھ یوں نباہ کرو اور یوں سمجھو کہ اس کے ذریعہ سے آپ کی پُرانی تمناؤں اور فخر کا خاتمہ ہو گا۔ پولس نے اُس ''کانٹے''کو قبول کر لیا اگرچہ وہ کانٹا شیطان کا ایلچی تھا تاکہ اُسے تکلیف میں مبتلا کرے۔ پولُس رسول نے اس سے یہ بات سیکھی۔ ''جب میں کمزور ہوتا ہوں۔اُسی وقت زور آور ہوتا ہوں''۔

کیا آپ کی نمائندگی اچھی طرح سے نہیں ہوئی، اور آپ کی بھلائی کو بُرائی سمجھا گیا ہے ؟ ہمارا منجی کہتا ہے ''خوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا'' لیکن اس سے پیشتر کہ آپ شادمان ہوں آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے ہاتھ بڑھائیں تاکہ اُن میں کیل ٹھونکے جائیں جیسا کہ خداوند مسیح کے ساتھ ہوا تھا۔ایک نیک مرد تھا۔اس نے مسیح کی خاطر صلیب کا ذلّت آمیز راستہ اختیار کیا۔اُس نے نئی روشنی کی ایک کلیسیاء سے قطع تعلق کر لیا اور وہ اُس گلہ سے باہر چلا گیا۔لوگوں نے اُس پر طعن وتشنیع (گالی گلوچ) کی بوچھاڑ کی۔اُس پر جھوٹے الزام لگائے گئے۔ کہ وہ ''ہمچو ما دیگرے نیست''قسم کا مسیحی ہے۔ اور اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ نیک سمجھتا ہے۔اُس نے اپنی پہلی کلیسیاء سے رشتہ توڑ لیا اور صلیبی ذلتیں برداشت کرتا رہا۔اُس نے اُن کی نکتہ چینی کا

جواب تک نہ دیا۔ خدا کے جلال کی رُوح نے اُس پر حقیقت ظاہر کی ''جب میرے سبب سے لوگ تم کو لعن طعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بُری باتیں تمہاری نسبت ناحق کہیں گے۔ تو تُم مبارک ہو گے۔ خوشی کرنا اور نہایت شادمان ہونا کیونکہ آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے''۔ اُس شخص کی خوشی کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ہم اِسی طرح سے ہر روز مرنا سیکھتے ہیں ''ہم ہر وقت اپنے بدن میں یسوع کی موت لئے پھرتے ہیں تاکہ یسوع کی زندگی بھی ہمارے بدن میں ظاہر ہو''(۲۔ کرنتھیوں ۴: ۱۰)۔

ہمیں اپنی زندگیاں بار بار صلیب کے قالب میں اُنڈیل دینی چاہئیں جو اُس کی موت کے اعتبار سے پُرسکون بن جائیں۔ میڈم گائی آون جو ایک خُدا پرست خاتون تھیں انہوں نے کہا ''اے زندگی جو تو کئی موتوں کے بغیر کھوئی نہیں جا سکتی اور اے موت جو کئی زندگیاں کھو دینے سے حاصل ہوتی ہے''۔

اپنی کتاب بنام **مسیح کی صلیب** میں ایف جے۔ ہیو گل ؔ نے سنڈے سکول ٹائمز کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

''ڈاکٹر جے۔جی۔ فلیمنگ کہتے ہیں کہ چین میں ''باکسر'' کی بغاوت کے زمانہ میں ''باکسرز'' نے ایک مشن سکول پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے تمام دروازے بند کر لئے اور صرف ایک کھلا رہنے دیا۔ اُس کھلے دروازے کے سامنے ایک صلیب رکھ دی اور سکول والوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ جو اس صلیب کو پائمال کرتے ہوئے گزر جائیں گے۔ انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ لیکن وہ جو صلیب کے پاس کھڑے رہیں انہیں گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔ پہلے ساتے آدمیوں نے صلیب کو پائمال کیا۔ آٹھویں ایک لڑکی تھی۔ وہ صلیب کے پاس آئی اور گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔ اُسے گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ باقی سکوں میں ایک سو طالب علم تھے۔ انہوں نے اس لڑکی کی تقلید (پیروی) کی۔ ذلت رسوائی اور رنج اور موت سے بچنے کی خاطر ہم بھی اپنی صلیب کو پائمال کر سکتے ہیں اور جھوٹی آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ یا ہم صلیب کے سامنے سجدہ میں سر جھکا سکتے ہیں، اور بڑی شُکر گزاری کے ساتھ اپنی صلیب کو کلوری تک لے جا سکتے ہیں۔ وہاں ہمیں وہ مخلصی حاصل ہو گی اور خداوند مسیح ہمیں آزاد کر دے گا۔ وہ ہمیں وہ زندگی عطا فرمائے گا'' جو مسیح کے ساتھ خدا میں پوشیدہ ہے''۔ ہمیں وہ خوشی حاصل ہو گی جو بیان سے باہر ہے۔

خُدا نے عطا کی مسیحی طبیعت　　میرے واسطے ہے صلیبی اذیت

مسیحی جوانوں کی ہو نیک نیت　　ہو دل سے پیاری خدا کی شریعت

رہِ حق میں معصوم گردن کٹاؤ　　مسیحا کی اُلفت میں تم بڑھتے جاؤ

کیا اس کتاب کے پڑھنے والے نے آج صلیب کو اپنی آغوش میں لے لیا ہے؟ اور کیا کل بھی آپ ایسا ہی کریں گے؟

باب بیستم

صلیب اور جوہرِ ذاتی

سمتھ فیلڈؔ میں شہیدوں کو جلتے ہوئے دیکھ کر ایک لڑکا گھر آیا۔ ایک آدمی نے اُس سے پوچھا۔ ''میرے بیٹے! تم وہاں کیوں گئے تھے''؟ بڑے کے سچے پیروکاروں کی طرح اس نے جواب دیا ''میں راہِ حق کو سیکھنا چاہتا ہوں جب ''خونی میریؔ'' نے انجیل کو منادی کو ممنوع قرار دے دیا تو لارنسؔ سینڈرز کو خدا کے احکام کی بجاآوری سے روک دیا گیا۔ جب لارڈ چانسلر کے سامنے سینڈرز کو موت کی سزا سنائی گئی تو اُس نے کہا ''خواہ موت ہو یا زندگی میں خدا کی مرضی کے سامنے سر جھکاتا ہوں میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میں نے مرنا سیکھ لیا ہے''۔ اُس نے اُس لوہے کی سلاخ کو اپنے ہاتھ میں لیا جس کے ساتھ باندھ کر اُسے جلایا جانا تھا۔ اُس نے اُسے چوما اور کہا ''اے مسیح کی صلیب میں تجھے خوش آمدید کہتا ہوں۔ اے حیات جاوداں میں تیرا خیر مقدم کرتا ہوں''۔ کیا شہیدوں کی یہ کہانیاں کسی اور دُنیا یا کسی اور طرح کی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں؟ ہماری لئے شرم کا مقام کہ ہم اس قسم کا خیال اپنے دل میں لاتے ہیں۔ اب اگر یہ ازل سے ہمارے دل میں ہے کہ ہم خداوند مسیح کو جاننا چاہتے ہیں تو ہمیں جلدی ہی معلوم ہو جائے گا کہ خداوند مسیح مصلوب کے لئے مصلوب شاگردوں کی ضرورت ہے۔ جس طرح ہم نجات کے لئے صلیب پر فخر کرتے ہیں۔ اُسی طرح ہمیں چاہیے کہ اپنے جسم صلیب پر چڑھانے کے لئے صلیب سے ہمکنار ہوں۔ ہم باطنی صلیب سے خارجی صلیب کو جُدا نہیں کر سکتے۔ میرے لئے یہ شرم کی بات ہے کہ مسیح کے لئے تو صلیب ہو اور میرے لئے صلیب نہ ہو۔ مجھے صلیب کا راستہ اختیار کرنا چاہیے اور مرنا سیکھنا چاہیے۔

جب ہم پہلے پہل خُداوند مسیح کے پاس آئے تھے۔ تو مسیح کی صلیب ہی ہماری دل کشی کا باعث تھی۔ اُس کے خون کے وسیلہ سے ہی خدا کے ساتھ ہمارا ملاپ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد شاید ہمیں اس کی موت کے گہرے معنی معلوم ہوئے یعنی جب وہ ہمارے لئے مر گیا تو ہم بھی کے ساتھ مر گئے۔ ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ''ہم بھی مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے ہیں''۔ ہم نے اُس کے ساتھ اُس کی موت اور اُس کے مرُدوں میں سے جی اُٹھنے میں مشابہت پیدا کی ہے۔ اور یہی گناہ پر فتح پانے کا الٰہی طریقہ ہے پولس رسول کہتا ہے کہ ہم نے شریعت کے اُس نمونے یا عکس کو دل سے مان لیا ہے۔ جس سے خداوند مسیح کے ساتھ ہم گناہ کی غلامی سے آزاد ہوئے۔ ہماری رہائی کا باعث یہی صلیب ہے۔ ہم اس سچائی سے جکڑے ہوئے ہیں۔ اب ہمارا نیا مالک مسیح مصلوب ہے۔ لیکن یہی وہ مقام ہے جہاں بہت سے دیانت دار ایمان دار گر جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ''گناہ کے اعتبار سے مرُدہ مگر خدا کے اعتبار سے مسیح یسوع میں زندہ'' سمجھنے کے بعد یہ محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے وہ چیز حاصل کر لی ہے۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ صلیب اُن کے لئے ختم ہو چکی ہے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اُن کی ساری زندگی کی شراکت کا یہ مطلب ہے کہ وہ مسیح مصلوب کے ساتھ رہیں۔ اور اگر مصلوب کو اُن میں قائم رہنا ہے تو انہیں اُس کے دُکھوں کا تجربہ ہونا چاہیے۔

ہم کس طرح سے ہر روز مسیحی مصلوب میں قائم رہ سکتے ہیں؟اگر ہماری زندگیاں ہر روز بار بار صلیب کے قالب (سانچا) میں نہ ڈھالی جائیں تو صلیب کا الزام کبھی ختم نہیں ہوتا سوائے اُن لوگوں کے جو صلیبی زندگی سے گریز کرتے ہیں۔"جتنے مسیح یسوع میں دینداری کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں وہ سب ستائے جائیں گے"۔جونہی ہم مسیح کی طرح زندگی گزارنے لگتے ہیں تو ہم رسول کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ "ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا"۔اور وہ مزاج کیا تھا؟جب وہ خدا کی صورت پر تھا تو اُس نے اپنے آپ کو خالی کردیا۔اُس نے انسانی شکل اختیار کی۔وہ خادم بن گیا۔اُس نے اپنے آپ کو فروتن کیا۔وہ موت تک وفادار رہا۔یہاں تک کہ اُس نے صلیبی موت بھی گوارا کی۔کیا میں بّرے کا پیروکار ہوں؟اُس کا شعار اپنے آپ کو خالی کرنا اور جن چیزوں سے اُس نے دُکھ اُٹھایا اُنہیں سے فرمانبرداری سیکھنا تھا۔اُستاد کا اصول ہی شاگردوں کا اُصول ہے۔

مسیح نے میرے واسطے دُکھ اُٹھایا اگرچہ اُسے ظالموں نے ستایا

مجھے اطمینان اور آرام بخشا مجھے اُس نے جامِ محبت پلایا

اُسی کی میں نقش قدم پر چلوں گا اُسی کی محبت کا میں دم بھروں گا

خداوند! راہِ حق پہ چلنا سکھادے میرے دل پہ اُلفت کا سکہ بٹھادے

صلیبی اذیت کو میں بھی اُٹھاؤں مجھے اپنی رحمت سے فکر رسادے

تیری موت ہر دم رہے مجھ کو تیری یاد کرتی رہے شاد مجھ کو

کیمبرج کے مشہور واعظ چارلس سائمن کو بار بار صلیب کے قالب میں ڈھلنا پڑا۔وہ دُکھ اور مصیبت میں مبتلا ہوا۔اُس کی ایذارسانی کی داستان سُنیے۔وہ لکھتے ہیں:۔

ایک دن میں باہر مٹرگشتی (آوارہ گھومنا) کے لئے نکلا۔میرے ہاتھ میں کلام پاک تھا۔میں بے حد آزردہ خاطر اور ملول تھا۔میں نے بڑے خلوص سے خدا سے دُعا کی کہ جب میں پڑھنے کے لئے کتاب مقدس کھولوں تو وہ مقام ملے جس کے پڑھنے سے مجھے قرار نصیب ہو۔کتاب مقدس کا پہلا حوالہ یہ تھا۔" اُنہوں نے شمعون نام ایک کرینی آدمی کو پاکر اُسے بیگار میں پکڑا کہ اُس کی صلیب اُٹھائے"۔آپ جانتے ہیں کہ شمعون اور سائمن میں کچھ فرق نہیں۔میری تسلی و تشفی کا اس آیت میں پیغام موجود تھا کہ میں صلیب اُٹھا کر مسیح کے پیچھے پیچھے چلوں۔میرے لئے یہ بڑی ہی سعادت کی بات تھی۔میرے لئے بس اتنا ہی کافی تھا۔اب میں خوشی سے اُچھل کُود سکتا تھا۔کیونکہ اب مسیح نے مجھے اپنے دُکھوں میں شریک ہونے کے ذریعہ سے میری عزت افزائی فرمائی تھی۔اور جب میں نے اس آیت کو پڑھا تو میں نے کہا"اے خداوند! وہ صلیب مجھے پر رکھ دے۔وہ صلیب مجھ پر رکھ دے میں تیری خاطر بڑی خوشی سے وہ صلیب اُٹھاؤں گا۔اس لئے میں نے اُس اذیت کو عزت کے سہرے کی طرح اپنے سر پر باندھ لیا"۔

یہ ہے صلیب کی شاہراہ۔ یہ فتح ہے۔ہاں یہ صلیب کا جلال اور شان ہے۔ہمیں بار بار اپنی خودی کا خاتمہ کرنا چاہیے۔ صلیب کا یہی کام ہے۔ کلوری پر مسیح نے اپنی جان دے دی۔ ہمیں بھی مسیح کی خاطر بخوشی اپنی جان کو قربان کرنا سیکھنا چاہیے۔ ہمیں اپنی زندگی کے ہر ایک موقع کو فتح کا سہرا سمجھنا چاہئے جس سے ہمیں از سر نو اپنا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ ہم تکالیف برداشت کرتے ہیں۔اُس کے سامنے سر جھکاتے اور ہر بُری عادت کو اپنے میں سے دُور کر دیتے ہیں۔ جب ہم اپنی صلیب اُٹھائیں تو ہمیں دلیر ہونا چاہیے۔ ہمیں موت کا کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے۔ ہم بدی کے ساتھ کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کریں۔ ہم شکایت نہ کریں۔اور ہمیں پھر ایمان سے مسیح مصلوب کی طرف تکنا چاہیے تاکہ وہ ہمیں بڑی قوت اور قدرت سے اپنے ساتھ زندہ کرے۔اس کے باوجود جب دُکھ اُٹھانے والے پولُس رسول نے دمشق کی راہ پر خداوند مسیح کو دیکھا تو اُس نے کہا ''اور میں اُس کو اور اس کے جی اُٹھنے کی قدرت کو اور اُس کے ساتھ دُکھوں میں شریک ہونے کو معلوم کروں اور اس کی موت سے مشابہت پیدا کروں'' (فلپیوں ۳: ۱۰)۔

مسٹر گارڈن واٹ کہتے ہیں

> **''ہمیں خداوند مسیح کے متعلق منادی کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ خداوند مسیح کی موت اور اُس کے مردوں میں سے جی اُٹھنے کی منادی میں صحیح نسبت ہونی چاہیے۔ ہم صلیبی موت کے پہلو کو کہیں اس طرح سے پیش نہ کریں کہ ہم صلیبی زندگی کے پہلو کو بھول جائیں۔ شائد کئی لوگ یہی کر رہے ہیں۔ وہ یہ بھول رہے ہیں نفس کی زندگی صرف صلیب کے ذریعہ سے درست ہوسکتی ہے اور جس قدر ہم مسیح کی موت میں شریک ہوں گے۔ اتنا ہی ہمیں مسیح کے مردوں میں سے جی اُٹھنے کا علم ہوگا''۔**

بہت سے مسیحی صلیب کے گہرے معانی سمجھنے میں پولُس رسول کی پیروی نہیں کرتے۔ مقدس رسول خداوند مسیح اور اُس کے مردوں میں سے جی اُٹھنے کی قوت کو جانتا تھا۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ پولُس روحانی زندگی میں مکمل سن بلوغت کا متمنی ہے اور کہتا ہے کہ ''یہ غرض نہیں کہ میں پا چکا یا کامل ہو چکا ہوں''۔ تو وہ دُکھ اُٹھانے کے ذریعہ مسیح کے ساتھ گہری شراکت چاہتا ہے۔ پولس کا منتہائے (اعلیٰ) مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے میں اُس کی موت کی مشابہت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ سی۔اے فاکس نے یوں بیان کیا ہے ''مردوں میں سے جی اُٹھنے والی زندگی کا کمال یہ ہے کہ وہ پھر صلیب کی طرف رجوع کرتی ہے''۔ ہمیں ڈر ہے کہ بہت سے مسیحی اپنے ارادے اور تصور میں خداوند مسیح کے ساتھ موت کی شراکت کے بغیر ہی آسمانی مقاموں میں جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اُس کی موت میں مشابہت کا تجربہ تو عملی صورت میں ہی کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً خداوند مسیح ''کمزوری کے سبب سے مصلوب کیا گیا''۔ کیا میں اس کے ساتھ ''کمزور ہوں''۔ یا کیا میں صلیب کا دامن تھامے ہوئے ہوں اور قوت کا بپتسمہ پانے کی التجا کر رہا ہوں؟ صرف مسیح مصلوب ہی اپنے روح میں سے ہم پر اُنڈیل سکتا ہے۔

مسیح نے اپنے آپ کو خالی کر دیا۔ وہ بے حد غریب ہو گیا۔ کیا میں اس بات میں اس کے ہم شکل نہ بنوں؟ کیا میں فضول خرچ ہوں؟ خداوند مسیح تمام باتوں میں اپنے بھائیوں کی طرح ہو گیا۔ کیا میں کبھی اپنے بھائی کے دُکھ میں شریک ہوا ہوں؟ یہی میری صلیب ہوسکتی ہے۔ خداوند مسیح کی توہین

کی گئی۔ کیا کسی نے میری بے عزتی ہے جس سے میری عزت خاک میں مل گئی ہو۔ لیکن پھر بھی میں نے شکایت میں زبان کھول ہو؟ خداوند مسیح کو بدکاروں میں شمار کیا گیا۔ کیا میں بڑے لوگوں کی سوسائٹی کی تلاش میں ہوں؟ بڑے لوگ جھوٹے ہیں۔ مسیح نے کبھی اپنی عزت افزائی نہیں کی۔ کیا میں کسی طرح سے اپنی عزت افزائی کر رہا ہوں؟ مسیح اور اُس کے شاگرد "دُنیا اور فرشتوں اور آدمیوں کے لئے ایک تماشہ ٹھہرے"۔ کیا میں اپنی تضحیک (بے عزتی) سے گریز کرتا ہوں؟ کیا میں "مسیح کے لئے لعن طعن اُٹھانے کو مصر کے خزانوں سے بڑی دولت" سمجھتا ہوں۔ کیا میں خیمہ گاہ سے باہر ہوں یا میں اُن لوگوں شمار ہوں۔ جو باعزت گنے جاتے ہیں؟

خُداوند مسیح آگے بڑھا اور اپنے منہ کے بل گرا۔ کیا میں نے بھی اپنے لئے حدود مقرر کر رکھی ہیں۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ میں یہیں تک مسیح مصلوب کی پیروی کروں گا۔ اور آگے نہیں جاؤں گا"۔

خداوند مسیح ساری زندگی صلیب کے دُکھ اور درد میں مبتلا رہا کیا ہم صلیب پر فخر کرتے ہیں یا ہم محض اُس کے متعلق باتیں اور وعظ ہی کیا کرتے ہیں؟ ایک بدزبان کمیونسٹ لیڈر نے جب ایک وزیر پر زبان طعن دراز کی تو اُس کچھ وجوہات تھیں۔ اس نے کہا "اے وزیرو! مسیح تو صلیب پر مر گیا تم اُس کی صلیب پر بسر اوقات (گزارا کرنا) کرے ہو"۔

خُدا ہمیں معاف کرے کہ ہم ایسی زندگی بسر کر رہے ہیں جو صلیب سے مشابہت نہیں رکھتی۔ اور لوگ ہم میں سے مسیح کو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ جونہی ہم صلیب سے ہمکنار ہوتے ہیں تو صرف اُسی وقت ہی لوگ مسیح مصلوب کو دیکھ سکتے ہیں۔ ایمی کارمیچیل سوال کرتی ہیں کہ کون دُنیا اور اس کی شان و شوکت کے اعتبار سے مر سکتا ہے؟ کون ہے جو دُنیا کے رسم و رواج اور قوانین کی پروا نہیں کرے گا؟ وہ کون ہے جو ایسے لوگوں کو خاطر میں نہیں لاتا جو صلیب کی تحقیر کرتے ہیں؟

لیکن اگر میں خداوند مسیح کے مشابہ ہونا چاہتا ہوں تو مجھے یہ سب کچھ برداشت کرنا چاہیے۔

باب بست ویکم

صلیب اور جوہر ذاتی

گذشتہ سے پیوستہ

مسیحی فتح کی زندگی میں ایک طرح کا الٰہی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اسے درخور اعتنا (ہمدردی کرنا) نہ سمجھا جائے۔ ہم کسی شکایت بُڑبڑاہٹ یا کسی باطنی تحریک یا خاص حالات کے ماتحت صلیب کا انکار کر سکتے ہیں۔ میڈم گائی آون کی فتح مند مسیحی زندگی کئی دُکھ اُٹھانے والے مقدسین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ سخت بیمار ہونے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اپنی جائے رہائش تبدیل کرے۔ اور ایک خوبصورت جھیل کے کنارے سے کسی دُور افتادہ (ناکارہ زمین) مقام پر چلی جائے۔ میڈم گائی آون فرانسیسی طرز تمدن میں پل کر جوان ہوئی تھیں۔ اُس گھر کے متعلق جو اُنہیں اس جگہ میسر ہوا انہوں نے یہ لکھا ہے۔

یہ گھر غربت اور افلاس کی تصویر مجسم تھا۔ باورچی خانہ میں ہے ایک چمنی تھی۔ اسی باورچی خانہ سے ہو کر دوسرے کمرے میں جانا پڑتا تھا۔ میں نے سب سے بڑا کمرہ اپنی بیٹی اور خادمہ کو دے رکھا تھا۔ میرا اپنا کمرہ بہت ہی چھوٹا تھا۔ میں ایک سیڑھی لگا کر اُس میں پہنچتی تھی۔ اس کمرے میں کسی قسم کا کوئی فرنیچر نہیں تھا۔ سونے کی چار پائیاں معمولی تھیں۔ میں نے چند ایک سستی کرسیاں اور ضرورت کے مٹی اور لکڑی کے چند برتن خریدے۔ میں لکڑی کے برتن میں کھانا کھانے کو ترجیح دیتی تھی۔ کسی پلیٹ میں کھانے میں مجھے کوئی لطف نہیں آتا تھا۔ یہ سادہ سی زندگی مجھے بڑی آرام دہ معلوم ہوتی تھی۔ اس میں وہ سادگی موجود تھی جو حقیقی مسیحی زندگی کا طرہ امتیاز ہے۔

ہم اپنے ایک پُرانے طالب علم کا ایک خط نقل کرتے ہیں۔ جسے گناہ اور عیش و عشرت کی دلدادہ سوسائٹی کی رسوم و قیود سے مخلصی نصیب ہوئی ۔اس نے یہ چِٹھی اپنی ایک ہم جماعت سہیلی کو ایک TORIUM SANI صحت افزا مقام سے لکھی ہے۔ اُسے تحصیل علم سے فارغ ہونے سے ایک سال پیشتر اس مقام پر بھیجا گیا تھا۔ اس چِٹھی میں صلیب کے اصولوں کے متعلق بڑی روشنی پڑتی ہے۔ ہم اس خط کے بعض حصے پیش کرتے ہیں۔

آج میں ''اپنی صلیب اُٹھانے'' ''جسم کے کانٹے'' اور ''اُس کی خاطر لعن طعن اُٹھانے'' کے موضوع پر دھیان دے رہی ہوں۔ مسیحی زندگی کے یہ تین پہلو ایسے ہیں جنہیں اکثر اوقات ایک دوسرے سے خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات مجھے کچھ اس طرح سے معلوم ہوئی۔ میرے قریبی دوست جو مجھے ملنے آیا کرتے تھے یا مجھ سے خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ وہ خود بھی میری حالت کو دیکھ کر مغموم (غم زدہ) ہو جایا کرتے تھے۔ یوں کہا کرتے تھے۔ ''آہ! بیچاری

لڑکی۔ تمہاری صلیب کو اُٹھانا مشکل کام ہے''۔ کچھ اور دوست کہا کرتے تھے۔ ''اے عزیز لڑکی ! خُوشی منا اور نہایت شادمان ہو کیونکہ ہمیں اُس کے نام کی خاطر ستائے جانے کے قابل سمجھا گیا''۔ لیکن یہ ساری باتیں مجھے بے ہودہ سی لگتی تھیں اور میں بے حد مایوس ہو جایا کرتی تھی۔

میں اس بیماری کو جسم کا کانٹا بھی نہیں کہتی کیونکہ یہ کانٹا ہوتا تو بڑا ہی جان لیوا ہوتا۔ لیکن یہ جسم کا کانٹا مہلک ثابت نہیں ہوا۔ اسے مبارک کہا گیا ہے۔ صلیب کو اپنے کندھے پر لئے پھرنا صلیب اُٹھانا نہیں ہے۔ مسیحی صلیب اُٹھائے پھرتے ہیں۔ میں یہاں اپنے آپ نہیں آئی۔ اور نہ ہی بیمار رہنے کے لئے یہاں آئی ہوں۔ اور نہ ہی میں اُس کی خاطر دُکھ اُٹھانے کے لئے آئی ہوں۔ کیونکہ اس کا یہ مطلب ہو گا کہ میں اس کے نام کی خاطر ستائی جا رہی ہوں۔ اور اس کا میری بیماری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ کئی مرتبہ میں نے بیماری کی تکلیفیں اُٹھا اُٹھا کر روحانی تجربہ حاصل کیا ہے۔

کیا مسیحی لوگ بعض اوقات بائبل کی کسی آیت کا صورت حالات سے تعلق پیدا کرنے میں غلطی کے مرتکب نہیں ہوتے ؟ بعض اوقات اس قسم کے فعل سے بڑی کوفت ہوتی ہے۔ اور وہ آخری تنکا جس نے اونٹ کی کمر توڑ دی وہ ایک گا دیلی خط تھا۔ جو مجھے ایک معزز خاتون نے چند دن ہوئے ارسال فرمایا تھا۔ اسے میری حالت پر رحم آتا ہے۔ کہ میں اپنی سخت اور ظالمانہ صلیب ان تنہائیوں میں اکیلے ہی اُٹھا رہی ہوں۔ میں اپنی پوری قوت سے چلا کر اُسے بتا دینا فرض سمجھتی ہوں۔ میں بیمار ہونے کی وجہ سے کوئی صلیب نہیں اُٹھا رہی اور نہ ہی میں اکیلی ہوں۔

اِن باتوں نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اگر ہم کانٹے کی چبھن محسوس کرتے ہیں تو ہمیں اپنا سر اُٹھا کر قربانی کی روح کے لئے دُعا کرنی چاہیے۔ ورنہ ہم ٹھنڈی آہیں بھرتے رہیں گے اور یوں کہنا شروع کریں گے۔ ''میری صلیب بہت بھاری ہے لیکن میں اُسے اُٹھاؤں گا''۔ لیکن ''ہماری صلیب کانٹا'' نہیں ہے۔ صلیب ایک مختلف حقیقت ہے۔ یہ ایسی چیز ہے۔ جسے بڑی آسانی سے اپنے سے دُور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خدا ہمیں ایک کانٹا ضرور عطا فرماتا ہے اس سے ہم بچ نہیں سکتے۔ بعض اوقات اِس کانٹے کا تعلق انسانی تندرستی سے ہے۔ مشہور شاعر ملٹن کا کانٹا اُس کا نابینا پن تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس سینی ٹوریم سے چھٹی کے بعد بھی میں زیادہ کام کرنے کے قابل نہ رہوں گی۔ اس صورت میں میرا کانٹا یہ ہے کہ میں خدا کا کام سرانجام دینے سے معذور ہوں۔ اور یہ کانٹا آپ کے لئے بھی ہے۔ کیا یہ خیال درست نہیں۔ لیکن ہم اس قسم کی معذوری اور خامی کو صلیب خیال نہیں کریں گے۔ روح سے معمور خُداوند مسیح کے شاگرد کے لئے صلیب بڑی ضروری ہے۔ لیکن یہ ایسی حقیقت ہے جسے ہم دل سے چاہتے ہیں اور اُسے اُٹھانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ہم اپنی اس صلیب سے ہمکنار ہوتے ہیں اور صلیب ہمارے لئے خوشی وانبساط (شادمانی) کا باعث بنتی ہے۔ اور اگر ہمیں تلخ پانیوں سے گزرنا پڑے تو وہ ہمارے لئے میٹھے پانی کے چشمے بن جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ صلیب اُٹھانے کے بعد اُس کے نام کی خاطر شرمندگی اور ذلت اُٹھانا برکت کا باعث ہے۔ ہر ایک شخص خُداوند مسیح کے نام کی خاطر ذِلت اُٹھانے کے قابل خیال نہیں کیا جا سکتا ہے''۔

مندرجہ بالا چٹھی کئی لوگوں کے لئے برکت کا باعث ثابت ہوئی ہے۔ میڈم گائی آون بے حد بیمار تھی۔ وہ بڑے مہلک مرض میں گرفتار تھی۔ اُسے ہر وقت موت کا خطرہ تھا۔ لیکن اُس نے اپنی صحت کی اس کمی کو مردانہ وار برداشت کیا۔ اُسے اپنی ذات سے کوئی محبت نہ رہی اور وہ بخوشی صلیب اُٹھاتی رہی۔ صلیب کا مفہوم اُس کے لئے وہی تھا جو سموائیل رتھر فورڈ کے لئے تھا جس نے یوں کہا تھا'' مسیح کی صلیب میرے لئے بے حد خوبصورت

بوجھ ہے۔ جس طرح پرندوں کے لئے پر ہوتے ہیں یا جس طرح جہازوں کے بادبان ہوتے ہیں۔اُسی طرح میرے لئے صلیب ہے میں اپنی اپنی بندرگاہ کی طرف جارہاہوں"۔

مبادااِس کتاب کے پڑھنے والا کوئی شخص کہیں یہ خیال نہ کرے کہ اس نوجوان خاتون نے روحانی کمال حاصل کر لیا تھا۔ جس سے اُس کی کامیابی یقینی تھی۔ہم ایسے لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ "جب یہ خاتون صحت مند تھی تو وہ بڑی دُنیادار عورت تھی۔ وہ صلیب اُٹھانے میں کوتاہی کر رہی تھی"۔اگر آپ نے ایک مرتبہ ہمیشہ کے لئے صلیب اُٹھانا منظور کر لیا ہے۔تو آپ کو ہر روز صلیب اُٹھانا چاہیے۔ ہمیں اُس کے دُکھوں میں شریک ہونے کی تگ ودو کرنی چاہیے۔ہمیں اُس کے ساتھ موت کی مشابہت رکھنا ہماری منزل مقصود ہونی چاہیے۔میری زندگی کا طرز عمل یہی ہونا چاہیے۔

اِس کتاب کے پڑھنے والے مندرجہ ذیل باتوں کے لئے معاف فرمائیں۔ان باتوں کا اس باب سے گہرا تعلق ہے۔ایک مشنری لیڈر ایک نوجوان مبشر کو بشارت کے لئے بھیجنے والا تھا۔اس مبشر نے حال ہی میں صلیب کی زندگی بسر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔میرے ایک عزیز دوست نے اس مشنری لیڈر کو یہ خط لکھا"کیا آپ اس امر سے آگاہ نہیں ہیں۔کہ فلاں شخص کی موت کی سختیاں جھیلنے کی قوت کا امتحان لئے بغیر اُسے بشارت کے لئے بھیجنا ایسے ہی ہے۔ جیسے کسی لاش کو قبر میں دفنانے کے لئے لے جارہے ہوں اور اُسے راستہ میں چھین لیا جائے؟ راکھ کو راکھ اور مٹی کو مٹی کے سپرد کرنا چاہیے ۔قبر کے بغیر مردوں میں سے جی اُٹھنا ممکن نہیں۔یہ تو محض از سرِ نو زندگی بخشنا ہے۔یہ تو محض کریپ کا کپڑا ہے یہ کوئی جنازہ نہیں ہے"۔

تھوڑے عرصہ کے بعد اس نوجوان مبشر کو اپنے کام میں نمایاں کامیابی ہوئی تو اُس نے اپنے مشنری لیڈر کو یوں لکھا"مجھے یقین ہے کہ میری موت اور سختیاں جھیلنے والی قوت کا امتحان لیا جا چکا ہے"۔ پھر میرے دوست نے ایک اور خط لکھا۔"فلاں محترم کو میرا سلام شوق دیجئے اور یوں کہئے کہ جنازہ کے وقت لاش ہی ایسی چیز ہے جسے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بے جان ہے یہ قانون لامبدّل ہے۔آثار قدیمہ کا کوئی ماہر آپ کو بتائے گا۔کہ پانچ ہزار سال پُرانی ممی کو بھی یہ علم نہیں ہے۔کہ وہ مردہ ہے۔اگر کوئی لاش یہ کہہ دے کہ میں مردہ ہوں تو وہ لاش نہیں ہے۔آپ کو اس کی نبض دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔کیونکہ وہ تو باتیں کر رہی ہے۔

محض مسیح مصلوب کے ساتھ یگانگت رکھنے کے وسیلے اور اس کے ساتھ اپنی موت پر نگاہ رکھنے کی وجہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم حقیقت میں گناہ کے اعتبار سے مردہ ہیں۔یہ چیز تجربہ سے نہیں بلکہ اُس کے ساتھ اُس کی موت میں شریک ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔وہ انسان جو حقیقت میں اور گناہ کے اعتبار سے مر چکا ہے۔وہ آدمی نہیں ہے جو شعوری طور پر مر چکا ہے۔یہ تضاد تجربہ اور فطرت میں بھی ہے۔بلکہ وہ انسان جو خُدا کے اعتبار سے زندہ ہے۔یعنی اُسے مسیح کا شعور ہے۔پولُس رسول نے کہا"زندہ رہنا میرے لئے مسیح ہے" وہ فرشتے جو آسمان سے نیچے گرائے گئے اُن کے متعلق اینڈریو مرے نے ایک مرتبہ کہا تھا"جب وہ آسودہ خاطر ہوئے تو وہ نافرمان ہو گئے"۔میرے عزیزو! آگے بڑھئے۔وہ چیز جو حاصل کرنے کی ہے یہ ہے کہ ہم میں اور اس کی موت میں مشابہت ہو۔

باب بیست ودوم

صلیب اور شیطان

راقم الحروف کا ایک قلمی (قلم کار تحریری) دوست ہے۔ وہ مشنری ہے۔ اُس کا تجربہ اس پر بڑی روشنی ڈالے گا۔ مصلحتاً اس مشنری کا نام اور مقام مخفی (پوشیدہ) رکھا جاتا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ ایک وقت وہ بھی تھا جب وہ شیطان جس کا ذکر بائبل مقدس میں ہے میرے نزدیک محض مذاق تھا۔ خدا نے اپنی بڑی رحمت سے اس آدمی کو ایک بہت ہی بڑی آزمائش میں مبتلا کیا۔ وہ ایک مدت سے مسیحی خادم تھے اور انہوں نے اپنی خدمت کا ثمر بھی دیکھا تھا۔ لیکن وہ لوگ جن کے درمیان وہ بشارت کی خدمت سرانجام دیا کرتے تھے۔ اُن کے دشمن ہوگئے۔ اور انہوں نے اُس کے ننھے بچے کو زہر دے دیا۔ اب اُسے گویا ہزاروں بدروحوں نے ڈرانا شروع کر دیا۔ اگرچہ اُس کی روح بچ چکی تھی۔ مگر اس کی دودلی کے باعث اُسے پے درپے (مسلسل) شکستیں ہوئیں۔ اور وہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر تھا۔ اُس کی دنیا تباہ ہو چکی تھی۔ اُس نے بڑی دلیری سے اُن کا مقابلہ تو کیا لیکن اُسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ جسم کے مطابق زندگی بسر کر رہا تھا۔ اب وہ اپنے دشمن سے پیار کرنے کے لئے ایک اور کوس بیگار میں جانے کے لئے تیار تھا۔ اور وہ اُن تمام چیزوں کے لئے شکر گزار تھا جو اُسے موت سے بھی زیادہ تکلیف پہنچاتی تھیں۔ لیکن وہ ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا "جس کا میں ارادہ کرتا ہوں وہ نہیں کرتا"۔ وہ کہتا ہے "خدا میرے آنسوؤں کو جانتا ہے۔ میرے دل میں ایسی اُمید تھی جو کبھی مٹ نہیں سکتی۔ میرے دل میں یقین تھا کہ میرا چھڑانے والا کسی نہ کسی طرح سے مجھے اس سے رہائی بخشے گا۔ وہ مجھے مایوسی اور خودکشی سے بچائے گا اور شیطان نے تو کئی مرتبہ میرے کان میں خودکشی کے متعلق کہہ بھی دیا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ میری بھلائی کے لئے تھا۔ خدا مجھے کلوری کے مکمل مشاہدے کے لئے تیار کر رہا تھا۔ مجھے دیا ہے کہ یہی ظالم شیطان رسولوں کی باتوں کی بھی اچھی طرح سے چھان پھٹک کیا کرتا تھا۔ ان بدروحوں کے مقابلے میں رُوحانی ہتھیار ایسے ہی تھے کہ ایک جنگی جہاز کا مقابلہ بچوں کے کھیلنے والے پستول سے کیا جائے۔ اس کے بعد میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری نفسانی خواہشات اور میرے لالچ کے قبضہ میں جو مقامات تھے۔ اب وہ ان روحوں کے تصرف میں تھے۔ میں نے ان بدروحوں کو دعوت دی تھی۔ یہ بات اظہر من الشمس (روز روشن کی طرح عیاں) تھی کہ مجھے نفس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔ اس کے بغیر فتح کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ یہ بدروحیں جو تاریکی کی قوتیں ہیں (اب میرے نزدیک بدروحوں کا بھی اسی طرح سے وجود ہے جیسے خدا کا)۔ اور جنہوں نے مجھے بالکل مایوس کر دیا تھا۔ اب وہ اسی مقام پر تھیں جو نفس نے اُن کے لئے خالی کر دیا تھا۔ میں اس نفس کی زندگی سے کس طرح سے خلاصی حاصل کر سکتا تھا۔ جو ایک مدت سے مسیح کے خلاف صف آرا تھی۔ اور دشمن کے لئے راستہ صاف کر رہی تھی تاکہ دشمن سیلاب کی طرح آئے اور اپنا قبضہ جمالے۔ اب میری تمام توجہ صلیب کی طرف تھی۔ اور خُدا نے مجھے اس کے معانی سے آگاہ کر دیا۔ اب میں نے وہ مقام قبول کر لیا جو خُدا مجھے دینا چاہتا تھا یعنی میں خداوند مسیح کے ساتھ مرنے کے لئے رضامند ہو گیا تھا۔ اور میں اپنے منجی کی قبر میں اپنی پُرانی انسانیت دفن کرنے کے لئے آمادہ ہوا۔ میری حیاتِ نو میں ایک نیا دن طلوع ہوا۔ اس وقت ان ارواح خبیثہ کی فوجوں کو میدان کارزار سے شکست ہوئی۔

اس آدمی کے تجربہ سے یہ بات صاف ہے کہ ایمان دار شیطان اور اُس کے کاموں کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ وہ اپنے طاقتور دشمن کی چالوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ جب تک کہ نفس کے خلاف خانہ جنگی میں اُسے فتح حاصل نہیں ہوتی۔ افسیوں کے خط کے چھٹے باب میں پولس رسول ایماندار کی جنگ کا ذکر کرتا ہے جو وہ حکومت والوں، اختیار والوں اور اس دنیا کی تاریکی کے حاکموں اور شرارت کی ان روحانی فوجوں سے جو آسمانی مقاموں میں ہیں لڑتا ہے۔

ایک بڑی زبردست قوت کے خلاف جارحانہ جنگ جاری ہے۔ یہ قوت نظر نہیں آتی۔ وہ دشمن آسمانی مقاموں میں ہے۔ اس قسم کی جنگ میں دُنیاوی اور نفسانی آدمی حصہ نہیں لے سکتا۔ لیکن افسیوں کے پہلے اور دوسرے باب میں پولس رسول اِس قسم کی جنگ کے واسطے ایمان دار کو تیار کرتا ہے۔ افسیوں کے پہلے باب میں پوُلس رسول ہمیں یہ دکھاتا ہے کہ ہم خداوند مسیح کے ساتھ آسمانی مقام میں ہیں۔ ہم اِس گنہگار دُنیا سے بہت اونچے ہیں۔ افسیوں کے تیسرے باب میں پولس رسول ہمیں بتاتا ہے کہ خدا کے روح کے وسیلے ہم کس طرح اپنی باطنی انسانیت میں بہت ہی زورآور ہو سکتے ہیں تا کہ ایمان کے وسیلہ سے خداوند مسیح ہمارے دلوں میں سکونت کرے۔ آپ اس خیال پر غور فرمائیں کہ آسمانی مقاموں اور زمین پر بھی مسیح ہے۔ جب خُداوند مسیح اس طرح سے نفس کو نکال باہر کرتا ہے تو خانہ جنگی ختم ہو جاتی ہے۔ اور ہم یہ کہنے کے قابل ہو جاتے ہیں ''میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں۔ اور اَب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے'' (گلتیوں ۲: ۲۰)۔ تب ہم دشمن کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور ایک مسیحی سپاہی کی طرح روحوں کو ''شیر کے منہ سے چھڑاتے ہیں۔ لیکن سب سے پہلے ایمان دار کو اس دُنیا سے چھڑا کر آسمانی مقاموں میں داخل کرنا ہے۔ اور پھر اُسے جسم کی غلامی سے آزاد کرنا ہے۔ خداوند اُس کے دل میں سکونت کرے گا۔ اب وہ کھلم کھلا شیطان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ جب تک ایک ایماندار دُنیا یا جسم کی خاطر زندگی بسر کرتا ہے وہ شیطان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک ایماندار مسیح کا سپاہی نہ بن جائے شیطان اُسے بڑی آسانی سے نگل سکتا ہے۔

ذکر ہے کہ بائبل مقدس کا ایک زبردست عالم جو دماغی طور سے کمزور ہو گیا تھا چند مبشروں کے لئے میٹھی میٹھی ہمدردی کا اظہار کرنے لگا کہ شیطان اُنہیں بُری طرح سے ستا رہا ہے۔ جب یہ عالم اس طرح پورے طور سے اظہار ہمدردی کر چکا تو ہم یہ کہے بغیر نہ رہ سکے ''لیکن بھائی صاحب آپ شیطان کو موقع ہی کیوں دیتے ہیں''۔ لیکن وہ اسی بات پر ڈٹا رہا کہ شیطان ہی ساری شرارت کی جڑ ہے۔ اُس دن سے ہم ہمیشہ اس سے پوچھتے رہتے ہیں ''آپ کی مراد کس شیطان سے ہے''؟ ولیم لاؔ نے کہا ہے

''نفس نہ ہی صرف گناہ کی جائے پیدائش اور جائے سکونت ہے بلکہ یہ گناہ کی زندگی ہے۔ شیطان کے تمام کام نفس میں ہی جنم لیتے ہیں۔ نفس ہی شیطان کا ایک عجیب کارخانہ ہے''۔

نفس کی ایک پیچیدہ صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ شیطان پر الزام لگانا شروع کر دیں۔ لیکن جب آپ اسے جگہ دیتے ہیں تو پھر اس پر الزام کیوں دھرتے ہیں؟ نفس کی زندگی ہی اُس کی پناہ گاہ ہے۔ جب نفس، نفس کو نہیں نکال سکتا تو وہ شیطان کو کس طرح سے نکال سکتا ہے۔ پولس رسول کہتا ہے۔ ''ابلیس کو موقع نہ دو''۔ خداوند مسیح نے شیطان کے بارے میں فرمایا ''دُنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں''۔ خداوند مسیح بے گناہ اور بے غرض تھا۔ شیطان کا اُس پر کوئی اختیار نہ تھا۔ اس لئے خداوند مسیح یہ کہہ سکتا تھا۔ ''اے شیطان دُور ہو''۔ اُس نے شیطان کا مقابلہ کیا اور وہ

ہمیں بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن اگر زندگی میں نفس کو کوئی جگہ مل جائے تو پھر ہم دوزخ کے وارث ہیں۔ نفس کا صلیب پر چڑھایا جانا ضروری ہے اس سے قبل کہ ہم شیطان کو اپنے پاؤں کے نیچے کچلیں۔

یعقوب رسول نے کیا ہی خوب لکھا ہے "پس خدا کے تابع ہو جاؤ اور ابلیس کا مقابلہ کرو تو وہ تم سے بھاگ جائے گا" (یعقوب ۴: ۷)۔ آپ اس میں خُدا کے حکم پر غور کریں۔ جب کوئی شخص مکمل طور پر اپنے آپ کو خدا کے تابع کر دیتا ہے تو وہ کامیابی سے شیطان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ جب تک نفس اپنی من مانی کرتا رہتا ہے شیطان سے مقابلہ کرنا محض بیوقوفی ہے۔ شیطان صرف یہ کہتا ہے "یسوع کو تو میں جانتا ہوں اور پولس سے بھی واقف ہوں مگر تم کون ہو"؟ اگر ہم کامیابی سے شیطان کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ایسے فاتح بننا چاہیے جن پر حملہ کیا گیا ہو۔ محض جب ہم مسیح کے غلام ہوتے ہیں۔ تو ہم اس کے ساتھ کھڑے ہو کر شیطان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اِس خیال سے ہم اس بات پر غور کر سکتے ہیں کہ شیطان کا سر کس طرح سے کچلا گیا تھا۔ کیا خداوند یسوع مسیح حقیقت میں یہوداہ کا شیر ببر ہے؟ خداوند مسیح صاف طور پر شیطان پر فتح پانے کا اصل سبب صلیب سے منسوب کرتا ہے۔ اُس کے اوپر اُٹھائے جانے سے دُنیا کے سردار کی عدالت ہوتی ہے۔ لیکن یہ کام کس طرح ہوتا ہے؟ کیا وہ کمزوری کی وجہ سے صلیب پر نہیں چڑھایا گیا؟ وہ برّے کی طرح ذبح ہونے کے لئے لے جایا گیا۔ کیا اس کتاب کے پڑھنے والے نے سوچا ہے۔ کہ یہ "المیہ" کس طرح سے، فتح، کہلا سکتا ہے؟ راقم الحروف اس بات پر غور کر کے خود حیرت میں گم ہو گیا۔ اُس نے اس کو قبول کیا کیونکہ یہ بائبل مقدس میں مرقوم ہے۔ اور یہ دلیل کافی وزنی ہے۔ لیکن یہ غیر منطقیانہ (عقل پر پورا نہ اُترنے والی) بات ہے۔ کیا اُس قاتل اور جھوٹ کے باپ یعنی شیطان نے کلوری پر اپنی مرضی کو پورا کیا۔ خداوند مسیح نے فرمایا "یہ تمہاری گھڑی اور تاریکی کا اختیار ہے"۔ خداوند مسیح نے بارہ تمن فرشتوں کی امداد سے انکار کر دیا۔ لیکن خُداوند مسیح نے اپنے آپ کو شیطان کے غریب خوردہ لوگوں کے حوالے کر دیا؟ قادر مطلق خدا کو اپنی قدرت ظاہر کرنے دو۔ شیطان کو اپنے مقام پر بھیجو۔ عقل یہی پکارتی ہے۔

لیکن خُدا کے وسائل ہمارے سے اعلیٰ ہیں۔ اخلاقی عالم کی فتوحات کو مجرد (اکیلا) مادی چیزوں کے ترازوؤں سے نہیں تولا جا سکتا۔ اخلاقی اصول اور زور ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ ایک بیچارہ بت پرست وکیل کہتا ہے۔ "اگر آپ کا خدا قادر مطلق ہے تو اُس نے شیطان کو دُنیا میں کیوں اتنی ڈھیل دے رکھی ہے؟ یہ بات چاہے بڑی ہی وزنی معلوم ہو تاہم دس ہزار مقدسین بھی اس پیچیدہ مسئلہ سے حیران و پریشان نہیں ہوئے۔ ہم خدا کی راہوں کو ناقص عقل سے سمجھ نہیں سکتے۔ ایک ہزار سال تک شیطان کو قید کر دیا جائے گا۔ اور پھر اُسے خدا کی مرضی کے مطابق آزاد کر دیا جائے گا۔ لیکن شیطان کا انجام آگ کی جھیل ہے۔ خدا نے کیوں نہ پہلے ہی دن شیطان کو قید کر دیا؟ لیکن ان سوالات کو کیوں کیا جائے؟ شیطان "اگر" اور "کیوں" میں "اُستاد" کامل ہے۔ مقدسین خدا پر جو عقل کل ہے بھروسہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے معلوم کیا ہے کہ خدا واقعی عقل کل ہے۔ صلیب نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ "خدا کی قدرت اور خدا کی حکمت ہے"۔ صلیب نے اُن کے لئے گناہ کا علاج کر دیا ہے۔ اور اب شیطان کا اُن کی زندگیوں پر کوئی اختیار نہیں رہا۔ انہوں نے معلوم کیا ہے۔ کہ شیطان خادم ہے اور خداوند یسوع آقا ہے۔ وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ شیطان کے ستم رسیدہ لوگ اب اس سے چھڑائے جا رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس کے سامنے صلیب کی قدرت سے ہو رہا ہے۔ لیکن یہ عمل کس طرح سے ہوتا ہے؟ ایک اہم سوال ہے۔

مقدس پولس رسول صلیب کے متعلق کہتا ہے "اُس نے حکومتوں اور اختیاروں کو اپنے اُوپر سے اُتار کر اُن کا بر ملا (سر عام) تماشا بنایا اور صلیب کے سبب سے اُن پر فتح یابی کا شادیانہ بجایا" (کلسیوں ۲: ۱۵)۔ جونہی ہم اس فتح یابی کے راز سے آگاہ ہوتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں زور کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اس برّے کی طرف دیکھو جو گلگتا کی چوٹی پر چڑھ رہا ہے۔ وہ اپنی حفاظت کئے بغیر صلیب پر چڑھے گا۔ وہ اپنے باپ کی پوری طرح سے فرمانبرداری کرے گا۔ وہ کامل بے غرض انسان ہونے کی حیثیت سے اپنے دشمن کا آخری دم تک مقابلہ کرے گا۔ دشمن کو جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے کرنے دو۔ دشمن کو اپنا آخری ہتھیار استعمال کرنے دو۔ لیکن آدم ثانی اپنے خداوند خدا سے اپنے سارے دل سے محبت کرتا رہے گا۔ اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کرے گا۔ وہ اپنے آپ کو پریم کرنے سے انکار کرے گا۔ اور اپنے آپ کو بچانے کے لئے صلیب سے اُترنے سے انکار کرے گا۔ جب خدا اپنے پیارے بیٹے کو منہ پھیر کر عذاب میں مبتلا کرے گا۔ جب وہ جہان کے گناہ لئے جاتا ہے۔ تو اس خوفناک لمحہ کے وقت وہ کہے گا "اے میرے خدا"! وہ موت تک وفادار رہا، اور اس نے صلیبی موت بھی برداشت کی۔ وہ فتح مندی کے سبب جہان کے تخت کا مالک ہے۔ اب شیطان کس طرح سے دم مار سکتا ہے۔ کلوری پر اُس کا پول ظاہر ہو چکا ہے۔ وہ جھوٹ کا باپ ہے۔ وہ روحوں کا قاتل ہے۔ وہ چراتا ہے اور تباہی مچاتا ہے۔ وہ جھوٹا اور دھوکا دینے والا سانپ ہے۔ اس جہان کے سرداروں کے ساتھ اُس نے پاک بے ضرر اور بے قصور کو قتل کر دیا ہے۔ اب اِس دُنیا کی عدالت ہوتی ہے۔ اس جہان کے سردار کو نکال دیا گیا ہے۔ مسیح فاتح ہے۔ اس نے شیطان کی طاقت کو ہرا دیا ہے۔ اس نے ان طاقتوں کو مغلوب کر لیا ہے۔ اُس نے ہی طاقتوں پر حملہ کیا ہے۔ اُس نے یہ فتح اپنی جان دے کر حاصل کی۔ وہ اس دُنیا کی آخری عدالت کرے گا۔ مسیح کے نظریہ کے مطابق صلیب آخری معیار اور آخری عدالت ہے۔ جس کے سامنے تمام اخلاقی اور رُوحانی اصُولات لائے جائیں گے تاکہ انہیں بے نقاب کیا جا سکے۔ فتح اُسی کی ہے۔

آیئے ہم اُس پر ایمان لائیں اور اس کے سامنے جھکیں اور تاریکی کے حاکم پر فتح یابی میں ہم اُس کے شریک ہوں۔ خُداوند مسیح نے اپنی موت کے ذریعہ شیطان کو تباہ کر دیا ہے۔ جس کے اختیار میں موت تھی۔ اور وہ اُن لوگوں کو آج بھی گناہ کی غلامی سے چھڑاتا ہے۔ جن پر موت کا خوف طاری ہے۔ اور اگر خُدا شیطان کو اجازت دے دے کہ وہ ہمارے کھیت کی باڑ کو تباہ کر دے۔ اور ایوب کی طرح ہماری دُنیا ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو اس میں کیا فرق پڑتا ہے۔ صلیب ہمارے دشمن اور ہمارے درمیان کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور جب ہم مسیح کے ساتھ مصلوب ہوتے ہیں۔ اور منجی کے زخموں میں چھپ جاتے ہیں۔ تو ہم اپنے پاؤں تلے شیطان کو کچل دیتے ہیں۔ اب شیطان کا ہماری کسی چیز پر اختیار نہیں رہتا۔ اس صورت میں ہم بڑے ادب سے کہہ سکتے ہیں۔ "مجھ میں اس کا کچھ نہیں"۔

ایف۔ جے ہیوگل آپنی پُرانی اور نئی خدمت کا مقابلہ کرتے ہوئے کہتا ہے "میں اُس زمانے کے مشنری کام پر نگاہ ڈالتا ہوں جب خدا نے مجھ پر اپنے حقائق واضح نہیں کئے تھے یعنی تاریکی کے خوفناک دشمنوں کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میں اس زمانے کو یاد کر کے شرم سے اپنا سر جھکا لیتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میری وہ زندگی بڑی بدمزہ تھی۔ میں ہوا کو گویا مکے مارنے والا تھا۔ اور میری محنتیں ثمر بار نہ ہوئیں۔ ہاں مسیح کی منادی کی جاتی تھی۔ اس مخالفت کی اصلی ماہیت اور دشمن کی قوت کا مجھے کوئی اندازہ نہ تھا۔ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ وہ کلام کا بیج جو بویا جاتا ہے۔ اس میں سے سارا کیوں نہیں اُگتا۔ میں نے اپنے منجی کے الفاظ کے معانی پر کبھی غور نہیں کیا تھا۔ کہ جب کوئی بادشاہی کا کلام سنتا اور سمجھتا نہیں تو جو اس کے دل میں بویا گیا اُسے وہ

شریر آخر چھین لے جاتا ہے"۔ میں اس بات پر غور کیا کرتا تھا کہ کئی سالوں کی منادی کے بعد بھی پر اُسی طرح کی موت کی حالت طاری ہے۔ اس مشکل زمانہ کے بعد اس مردِ خدا نے میکسیکو کے بے آب و گیاہ (جہاں نہ پانی ہو اور نہ درخت) بیابانوں میں اس کی قدرت کی زندگی کی ندیاں بہتی دیکھی ہیں ۔ہزاروں سپاہیوں نے خُداوند مسیح کو قبول کر لیا ہے۔ جنگ کا نقارہ بج چکا ہے۔ شیطان کی طاقت بڑی خوفناک ہے۔ لیکن خدا کی سچائی آگے ہی بڑھتی جاتی ہے۔ "کیا زبردست سے شکار چھین لیا جائے گا؟ اور کیا راستباز کے قیدی چھڑا لئے جائیں گے؟ خداوند یوں فرماتا ہے کہ زور آور کے اسیر بھی لے لئے جائیں گے۔ اور مہیب کا شکار چھڑا لیا جائے گا۔ کیونکہ میں اس سے جو تیرے ساتھ جھگڑتا ہے۔ جھگڑا کروں گا اور تیرے فرزندوں کو بچا لوں گا" (یسعیاہ ۴۹: ۲۴، ۲۵) اس مشنری نے دیکھا کہ ہزاروں روحیں برباد ہو رہی ہیں۔ ہمارا نجات کا بانی ہماری کم ہمتی اور خود غرضی کو جانتا ہے۔ اس لئے یہ مشنری مقدسین سے جنگ کا نظارہ دیکھ کر اس بات کا متمنی ہے کہ خدا کی کلیسیاء اس طرح سے کیل کانٹے سے لیس ہو جیسے کوئی لشکر جنگ کے لئے تیار ہوتا ہے۔ وہ طفولیت کے درجہ سے نکل کر مسیحی زندگی کے شباب میں داخل ہوتا ہے۔

مسیحی کلیسیاء میں سب سے اہم چیز اچھا سپاہی بننا ہے۔ پولُس رسول نے مسیحی کلیسیاء کو عمل کی تعلیم دینے کے لئے اسی استعمارہ (کسی مقام پر قابض ہو کر اس کی آبادی بڑھانا) کا استعمال کیا۔ ایک مسیحی اوّل اور آخر سپاہی ہے۔ اُسے اس دُنیا کی غیر سپاہیانہ زندگی کو چھوڑ دینا چاہیے۔ "کوئی سپاہی جب لڑائی کو جاتا ہے۔ تو اپنے آپ کو دُنیا کے معاملوں میں نہیں پھنساتا تاکہ اپنے بھرتی کرنے والے کو خوش کرے" وہ ایک جارحانہ لڑائی میں مشغول ہے۔ وہ موت سے کھیلنے کے لئے تیار ہے۔ عیش و عشرت کی زندگی کے متوالے لوگ مسیحی جنگ کے متعلق سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لیکن پولس رسول نے جنگی اصطلاحات کو استعمال کیا ہے۔ اس کے خطوط میں میدان جنگ کی تصاویر کس خوبصورتی سے کھینچی ہوئی ہیں۔ ہم پھر مسٹر ہیوگل کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں:۔

جس وقت صلیب آپ کو قربانی دُکھ اور سختیاں جھیلنے کی دعوت دے رہی ہو تو اُس وقت خدا کی محبت کے گیت گانا کو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس زمانہ میں بہت سے مسیحی ایمان کے گہوارہ ہیں لوریاں نہ لیتے اور اپنی شخصی نجات سے قانع (قناعت کرنے والا) نہ ہوتے اور روحانی طور پر بچوں کی سی زندگی بسر نہ کرتے تو یہ دُنیا ایک بدمست شرابی کی طرح ایک بین الاقوامی طوفان کی طرف نہ کھینچی جاتی۔ کیا آپ (یوحنا ۱۴ باب) کو بے حد پسند کرتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی یہ بھی خیال کیا ہے کہ شیطان بھی یہی پسند کرتا ہے؟ ان بچوں کے سے کپڑوں کو اُتار پھینکئے اور (رومیوں ۶ باب متی ۲۸: ۱۸۔ ۲۰؛ کلیسوں ۱: ۲۴) اور اسی قسم کے بے شمار حوالے ہماری بیوقوف نفسانی زندگی کے لئے نشتر (زخم چیرنے کا اوزار) کا کام دیتے ہیں۔

آہ! یہ کیسی شرمناک زندگی ہے۔ یہ ایک خوفناک المیہ ہے وہ لوگ جنہیں آزادی حاصل ہو چکی ہے۔ اور خون سے خریدے گئے ہیں ابھی تک وہ اس دُنیا کی غلامی اور شیطان کی قید میں ہیں۔ وہ شکست خوردہ ہیں۔ اَے خُداوند! یہ صورت حال کب تک رہے گی؟

خُداوند مسیح کے سپاہیو! ٹھہرو۔ میری طرف متوجہ ہو۔ اپنی آزادی کا مطالبہ کرو۔ دُنیا اور جسم کے اعتبار سے مصلوب ہو جاؤ۔ عین اس جگہ مصلوب ہو جہاں سانپ کا سر کچلا گیا تھا۔ یہ تین قسم کی جلالی آزادیاں ہیں۔ اب ہم اچھی لڑائی لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ "اور وہ برّہ کے خون اور اپنی گواہی

کے کلام کے باعث اس پر غالب آئے۔اور انہوں نے اپنی جان کو عزیز نہ سمجھا یہاں تک کہ موت بھی گوارا کی"(مکاشفہ ۱۲: ۱۱)۔یہ تینوں مکمل ہتھیار ہیں۔

ہم خداوند مسیح کے خون سے التجا کرتے ہیں۔کہ وہ دشمن کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملادے اور اس کے آگ کے تیروں کو ٹھنڈا کر دے۔ دشمن خداوند مسیح کے خون کے سامنے نہیں کھڑا رہ سکتا۔ہم کھلم کھلا اپنی گواہی کے کلام کا اعلان کرتے ہیں۔صرف وہی لوگ سانپ کا سر کچل سکتے ہیں۔ جو اس کی گواہی دیتے ہیں۔

ہم مرتے دم تک اپنی جان سے پیار نہیں کریں گے۔شیطان ہمارے ساتھ جو کچھ چاہے کرے۔ہم تو موت کے مقام پر ہیں۔اسی جگہ موت کو ختم کر دیا گیا اور شیطان کو تباہ کر دیا گیا تھا۔ہم فتح مند ہیں۔

آپ سب چیزوں پر غالب آکر ایمان پر قائم رہیں۔

باب بیست و سوم

صلیب اور بادشاہی

ایک شخص کے بھائی کو زہر دے دیا گیا کیونکہ وہ ایک مسیحی سردار تھا۔اس بُت پرست قبیلہ نے اپنے تجربہ سے معلوم کیا تھا کہ مسیحی سرداروں سے اچھا کوئی نہیں ہوتا۔اس قبیلہ میں صرف ایک درجن مسیحی تھے۔ایک مشنری نے اس شخص سے پوچھا۔ کیا آپ نے اس قبیلہ کا سردار ہونے کے متعلق سب کچھ سوچ سمجھ لیا ہے ؟

اس آدمی نے جواب دیا۔ہاں میں نے اس کے متعلق خُدا سے دُعا کی اور میرا خیال ہے کہ میں اس عہدہ کو قبول کروں۔

''لیکن کیا آپ اس عہدہ کے قبول کرنے میں جو خطرات ہیں اُن سے آگاہ ہیں ؟آپ کے بھائی کو مسیحی ہونے کی وجہ سے زہر دیا گیا تھا''۔

''ہاں۔مجھے علم ہے۔مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کس دن زہر دے دیا جائے گا۔تاہم ان لوگوں کی خدمت کرنا بڑی سعادت ہے''۔

اَس شخص نے اپنے نفع کی تمام باتوں کو چھوڑ کر اس قبیلہ کا سردار ہونا قبول کیا۔خداوند مسیح نے فرمایا ''جو تم میں بڑا ہونا چاہیے وہ تمہارا خادم بنے''۔بادشاہی کے لئے خدمت لازمی شرط ہے۔قربانی کی ضرورت ہے۔بادشاہی کا سر چشمہ دُوسروں کی خدمت ہے۔

یونانی شاعر ہومر ؔ نے کہا ہے۔''تمام بادشاہ اپنی رعایا کے چرواہے ہوتے ہیں''۔کیا خوب ! حقیقی چرواہا ہی بادشاہ ہوتا ہے۔اور کوئی بادشاہ حقیقی بادشاہ نہیں ہوتا جب تک وہ پہلے چرواہا نہ ہو۔اس کے بادشاہی کرنے کے اختیار کا انحصار اسی بات پر ہے کہ وہ اپنی بھیڑوں کی نگہبانی کرے۔اس کی بادشاہی کی یہی شرط ہے کہ وہ اپنی بھیڑوں کے لئے اپنی جان دے دے۔آدم اوّل کو اسی لئے پیدا کیا گیا کہ وہ دوسروں پر اختیار رکھے۔اُسے ایک بادشاہ مقرر کای گیا۔ایک ممانعت قائم کر کے کہ وہ شجر ممنوعہ کا پھل نہ کھائے اس پر اس کی بادشاہی کی محدودیت کو یاد دلایا گیا کہ بادشاہی دراصل خدا کے ماتحت ہے۔لیکن آدم اپنی شاہانہ قوت کو کھو بیٹھا۔جب اُس نے خدا کو اپنے دل کے تخت سے اُتار دیا اور اپنی نفسانی خواہشات کو دل کے تخت پر بٹھا دیا تو وہ گناہ کے ہاتھ بک گیا۔چونکہ آدم غُلام بن گیا اس لئے وہ بادشاہی کے قابل نہ رہا۔ہر ایک انسان اپنی من مانی کرنا پسند کرتا ہے۔یہی نفس کا اقتدار ہے۔کیا وہ اس تخت سے دست بردار ہونا پسند کرتا ہے ؟ہر گز نہیں۔جب تک اس نفس سے زیادہ طاقتور اسے تخت سے اتار کر خود تخت نشین نہ ہو۔ہر انسان حرص و ہوا کہ لاعلاج مرضی میں گرفتار ہو کر رہ گیا ہے۔اس پر نفس کا قبضہ ہے۔

میرا نفس مجھ کو دغا دے رہا ہے

میرا دشمن جاں خدائی کا دشمن

ہم فرمان الٰہی کو کس طرح سے بحال کر سکتے ہیں؟انسان کو کس طرح نفس کی قید اور غلامی سے آزاد کیا جاسکتا ہے؟انسان کو کس طرح سے مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ غاصب نفس سے اپنے تمام تعلقات منقطع کردے؟مختصر یہ کہ آدمی کس طرح سے مجبور کیا جاسکتا ہے۔کہ جسم کے اعتبار سے مر جائے؟جتنا ہی کوئی شخص خدا کے فضل میں بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی اُسے معلوم ہوتا ہے کہ محض زور اور وحشیانہ قوت خدا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی ۔"وہ جزیروں کو ایک ذرہ کی مانند اُٹھالیتا ہے۔خدا کا کلام کرتا ہے۔اور عالم درہم برہم ہو جاتے ہیں"۔لیکن انسان پر فتح کس طرح سے حاصل کی جاسکتی ہے۔جو اس کے گناہوں کا حساب چکادے۔اور اُسے ابدی ذلت سے بچالے؟انسان کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے۔کیا خالق کی اخلاقی شان اس میں ہے کہ قادر مطلق خدا انسان کو ایمان لانے اور احکام خداوندی کی بجاآوری پر مجبور کرے؟

بیان سے باہر ہے اُس کی حکمت

غریب بندوں پہ اُس کی شفقت

جہاں میں بھیجا ہے اپنا بیٹا

بچائے عاصی کو اُس کی رحمت

یہ نیا آدم آیا۔وہ نئی نسل کا نیا سر ہے۔وہ "اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے ،بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے۔وہ اس دُنیا میں موت کا مزا چکھنے کے لئے اور نافرمانوں کا خدا سے ملاپ کرنے کی خاطر آیا۔وہ اس لئے آیا کہ آدمی کو اس کے اپنے ہی نفس سے علیحدہ کرے اور خدا سے اُس کا رشتہ جوڑ دے۔اُس نے اپنے جلالی تخت کی شان وشوکت اور صلیب کی ذلت سے یہ ثابت کر دیا کہ خدا کے احکام کی بجا آوری کتنی پیاری بات ہے۔اپنی بے لوث انسانیت اور اپنی رضا کارانہ انتہائی دُکھ کی موت سے اُس نے تکبر اور غرور کی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔جب اُس نے یروشلیم کی طرف جانے کے لئے اپنا مصمم ارادہ باندھا تو وہ اپنی صلیب کی طرف جارہا تھا۔وہ صلیب کو تاج سمجھتا تھا۔وہ اپنے باپ کی مرضی کو پورا کرنے آیا تھا اور وہ مرضی موت تھی۔اُس نے خدا کی مرضی پوری کی اور اپنی جان دے دی۔اُس نے موت گوارا کی لیکن گناہ نہ کیا۔وہ گناہ کی خاطر مر گیا۔وہ گناہ کے اعتبار سے مر گیا۔اس قسم کی فرمانبردار اور فتح مند زندگی اُس کلوری کی مقدس آگ سے حاصل کی اور اسی سے دُنیا کی عدالت ہو گی۔نفس کی زندگی پر خواہ وہ آدمیوں کی ہو یا شیطان کی یا ارواح خبیثہ (بدارواح) کی ہو۔اس کو ہمیشہ کے لئے سزا کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی صلیب کی بنا پر خدا اب انسانوں کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔یہ کام خداوند مسیح کی صلیب کے وسیلے بغیر کسی دباؤ کے سرانجام پاتا ہے۔اگر کوئی آدمی صلیب کے پاس آئے لیکن اپنی خودی اور غرور کو اپنے آپ میں سے دُور نہ کرے اور اپنے خداوند کے ساتھ مرنے سے انکار کرے تو اس صورت میں کوئی چارہ کار نہیں ہے۔اس کے لئے اُمید کا چراغ گل ہو چکا ہے۔اس قسم کے آدمیوں کے لئے لوہے کا عصا ہی آسمانی قانون ہے۔خداوند مسیح کے سامنے ہر ایک گھٹنا جھکنا چاہیے تب اس کے دشمن خاک چاٹیں گے۔

خداوند مسیح نے صلیب پر سب کو اپنا غلام بنالیا۔ کلوری تمام دُنیا کی حکومتوں کی طاقت کچل دیتی ہے۔ وہ کونسی طاقت ہے جو نفس کو تخت سے دست بردار ہونے پر مجبور کرتی اور آدمی کو ہر ایک دُنیاوی خواہش کے تخت سے اُتار سکتی ہے؟ خداوند مسیح اپنی صلیب کی وجہ سے بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ ایک بادشاہ کا ذکر ہے کہ وہ ایک نظر دیکھ لینے سے اپنی رعایا کو قتل کروادیا کرتا تھا۔ خداوند مسیح بھی انسانوں کو قتل کرتا ہے۔ لیکن وہ طاقت اور خوف سے نہیں بلکہ وہ مقتول ہو کر ایسا کرتا تھا۔ وہ انسان کو اُس کے غرور اور خواہش کے اعتبار سے قتل کر دیتا ہے۔ جس طرح صلیب ایک مقدس کی زندگی میں اپنا اثر کرتی ہے اس طرح سے کوئی بادشاہ اپنی رعایا کے دل پر قابو نہیں پاسکتا۔

محبت خواہ وطن کی ہو یا اپنے خویش واقارب (رشتہ دار) کی یا اپنے آپ کی وہ ایسے جادو کی طرح ہے جس کی قوت ختم ہو چکی ہے۔ لیکن صلیب میں اس لافانی محبت کا سرچشمہ ہے، جو موت سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔

کہتے ہیں ایک فرانسیسی سپاہی گولی لگنے سے زخمی ہوا۔ اس کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ ڈاکٹر اُس کی ٹوٹی ہوئی پسلیوں میں وہ مہلک گولی تلاش کر رہے تھے۔ تو اُس سپاہی نے کہا "ذرا گہرا جایئے تو آپ کو شہنشاہ ملے گا"۔ اپنے دل کی گہرائیوں سے وہ اپنے بادشاہ سے محبت کرتا تھا۔ حالات اور شرائط ہمیں آزماتے ہیں۔ ممکن کہ ہمارے لئے کانٹوں کا تاج ہو لیکن خداوند مسیح کی صلیب ہمیں فاتحین سے بھی زیادہ بنادیتی ہے۔ کلوری دوبارہ بادشاہ پیدا کرتی ہے، یعنی خداوند مسیح میں بادشاہ بناتی ہے۔ ستفنس کو ظالموں نے شہید کر دیا لیکن وہ بادشاہ کی طرح حکومت کا وارث ہوا۔ ہر ایک پتھر جس سے وہ سنگسار کیا جارہا تھا۔ بادشاہ کو لگ رہا تھا۔ ساؤل قاتل نے سب سے پہلی مرتبہ خداوند مسیح مصلوب کا ستفنس میں ہی نظارہ کیا۔ ستفنس کا چہرہ فرشتہ کی طرح روشن تھا۔ "کون ہمیں مسیح کی محبت سے جُدا کرے گا"؟ جب مصیبت یا تنگی یا ظلم یا کال یا ننگا پن یا خطرہ یا تلوار ہماری ٹوٹی پھوٹی زندگی میں گہرا پن تلاش کرتی ہیں۔ تو کیا وہ دیکھتی ہیں کہ نفس کی جگہ اب وہاں بادشاہ یعنی خداوند مسیح تخت نشین ہے؟ کیا صلیب نے میری اندرونی زندگی کو اس طرح سے مسخر کر لیا ہے کہ مسیح ہی میرا بادشاہ ہے؟

مسیح مصلوب کے وسیلے خدا نے ہمیں بادشاہ بنادیا ہے۔ لیکن اگر ہم خود زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں تو بادشاہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فرانسیسی زبان کی ایک کہاوت ہے کہ جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے وہ آزاد نہیں ہے۔ مسٹر ہائڈ بڑے دُعا گو تھے۔ وہ ہندوستان میں مشنری تھے۔ بشارت کے کام میں اُن کی صحت بڑی خراب ہو گئی۔ ایک ڈاکٹر صاحب اُن کا معائنہ کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ متواتر دُعا کرتے رہنے سے اُن کا دل بے حد کمزور ہو گیا ہے۔ ہائڈ کو دُعا گو ہائڈ کہا جاتا ہے۔ کلکتہ سے ایک دوست ہائڈ کی زندگی کے متعلق یوں کہتا ہے "ہم نے ایسے شہیدوں کے متعلق سُنا ہے۔ جنہیں دار و رسن کے مصائب جھیلنے پڑے اور آخر کار انہیں قتل کر دیا گیا"۔ لیکن کیا ہم نے کبھی ایسے آدمی کے متعلق سنا ہے۔ جو دُعا کرنے میں ایسا سر گرم رہتا تھا کہ روز مرہ کے اس بار نے اسے وقت سے پہلے قبر میں پہنچایا؟ ہندوستان میں مقیم ایک دوسرے نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "وہ وقت سے پہلے قبر میں نہیں بلکہ وہ تو مسیح کی قبر تھی۔ ہائڈ نے بڑی دلیری سے برضا و رغبت ہندوستان کی کلیسیا کے لئے جان دے دی"۔ کون ہے جو تاج حاصل کرنے کے لئے اُس کے پیچھے ہو لے گا؟

جو مسیح کے غلام ہوتے ہیں　　　بندے گردوں مقام ہوتے ہیں

اُن کے سینوں میں نُورِ ایمانی　　　رشک ماہ تمام ہوتے ہیں

ظلم سہتے ہیں اُف نہیں کرتے　　　سُرخرو لالہ فام ہوتے ہیں

اُن کی فطرت کی بارگاہوں میں　　　جلوے محوِ خرام ہوتے ہیں

اُن کی رحمت خلیل کیا کہیئے

مقتدی بھی امام ہوتے ہیں

باب بیست و چہارم

صلیب اور تاج

کوریا کے باشندوں کی ابتدائی اذیت و مظالم کے متعلق جو جاپان نے اُن پر کئے ایک مشنری نے کہا ہے "کوریا کے مسیحیوں کے بارے میں جاپان اس سے بہتر کوئی سزا تجویز نہیں کر سکتا تھا"۔ بعض اوقات خرابیوں میں ہماری بہتری کے سامان پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور انجام کار یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ آگ کی بھٹیوں میں جہاں آگ کو سات گنا زیادہ تیز کر دیا گیا اور مقدسین کو اس میں ڈال کر ایذا پہنچائی گئی، زندان میں اور جنگی قیدیوں کے کیمپوں میں، شیر کی ماندوں میں، گولی کا نشانہ بنانے والے فوجی دستوں کے سامنے اور لکٹینوں میں باندھے جانے میں ہی مقدسین کو تخت نصیب ہوا۔

کہتے ہیں کہ بوہیمیاؔ کے ایک امیر آدمی کو پروٹسٹنٹ ہونے کی بنا پر قتل کی سزا ہوئی۔ اس سے پیشتر کہ جلاد اُس کا سر تن سے جدا کر دیتا جیزوئیٹ لوگوں نے اُسے آخری موقع دیا کہ وہ اپنے عقیدے کو چھوڑ دے۔ "ہر گز نہیں اچھی کشتی لڑ چکا۔ میں نے دوڑ کو ختم کر لیا۔ میں نے ایمان کو محفوظ رکھا۔ آئندہ کے لئے میری واسطے راستبازی کا وہ تاج رکھا ہوا ہے جو عادل منصف یعنی خداوند مجھے اُس دن دے گا"۔ جیزوئیٹ لوگوں نے اُس سے بے پروایانہ انداز سے کہا "یہ الفاظ پولس رسول کے لئے تو درست تھے لیکن ان کا اطلاق تم پر نہیں ہو سکتا"۔ لیکن اُس وفادار مردِ خدا نے کہا "نہیں آپ اس آیت کو آخر تک پڑھیئے۔ اس میں یوں لکھا ہے "اور صرف مجھے ہی نہیں بلکہ اُن کو بھی جو اُس کے ظہور کے آرزو مند ہیں"۔

گنہگار ہونے کے ایک باعث ہمیں نجات کی بلاہٹ ہے۔ مقدسین ہونے کی حیثیت سے ہمیں دُکھ اُٹھانے کی دعوت ہے۔ خداوند مسیح کے لئے صلیب ہے اور ایمان دار کے لئے بھی صلیب ہے۔ کفارہ دینے کے کام میں خداوند مسیح بے مثال ہے۔ "اپنی جان دینے میں خداوند مسیح سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اور اُن تمام شہیدوں کے لئے ایک کامل نمونہ ہے جنہوں نے اپنی جان کو عزیز نہ سمجھا"۔ خداوند مسیح کا ہر ایک شاگرد پیدائشی مصلوب ہے۔ اس لئے وہ قوت والا شہید ہے۔ خداوند مسیح نے اپنے دُکھ اور اپنے جلال کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ صلیب کے بغیر تاج نہیں مل سکتا۔ منجی کے تصور میں گلگتا اور جلال باہم وابستہ ہیں، کیونکہ وہ لوگ جو کلوری کی گہرائیوں میں کھو جاتے ہیں۔ انہیں جلال کی بلندیاں حاصل ہوتی ہیں۔ دُکھوں کا انعام ضرور ملتا ہے۔ خداوند مسیح کے ساتھ مصلوب ہونے سے گویا جلال آپ کا مقدر بن جاتا ہے۔ اور اس میں زندگی اور زندگی کا تاج ہے۔ اس میں راست بازی ہے اور راست بازی کا تاج بھی ہے۔ بادشاہت کا فرزند ہونے اور بادشاہت کا تاج حاصل کرنے میں فرق ہے۔ تاج صرف اُن کے لئے ہے جو اپنی صلیب اُٹھاتے ہیں۔ یہ قانون ایسا اٹل ہے کہ جن کو صلیب اُٹھانے کی بلاہٹ ہوتی ہے۔ اُنہیں کو تاج پیش کیا جاتا ہے۔ قدیم یونانی نسخہ ولگیٹ کے مطابق (زبور ۹۶:۱۰) کے الفاظ اس طرح پڑھنے چاہئیں۔

"قوموں میں اعلان کرو کہ خداوند صلیب سے سلطنت کرتا ہے"۔

جسٹن شہید یہودیوں پر الزام لگاتا ہے کہ "انہوں نے جان بوجھ کر الفاظ (ALIGNO) کو مٹا دیا ہے تا کہ اُن سے کہیں مسیح مصلوب کی صلیبی بادشاہی قائم نہ ہو جائے"۔ لیکن ہم نجات یافتہ لوگوں کے لئے خداوند مسیح اُس ذلت اور دُکھ کے مقام سے حکومت کرتا ہے۔ ہمارے لئے صلیب "خدا کی قدرت اور خدا کی حکمت ہے"۔ اسی صلیب پر بادشاہ نے (لعنت کے بادشاہ نے) ہمیں اسیر کر لیا ہے۔ اور اپنے رتھ کے پہیوں سے باندھ رکھا ہے۔ خداوند مسیح کو اس لئے لعنت کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ کتاب مقدس میں لکھا ہے "جو کوئی لکڑی پر لٹکا یا گیا وہ لعنتی ہے"۔ خُداوند مسیح اپنی کمزوری اور نقصان کی حالت میں ہمارے غرور تکبر کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ وہ ہماری نفسانی خواہشات کو نکال دُور کرتا ہے اور بادشاہ کی طرح حکومت کرتا ہے ۔ یہوداہ کے قبیلہ کا شیر ببر ہی ازل سے ذبح کیا ہوا برّہ ہے۔ وہ صلیب سے سلطنت کرتا ہے۔ یودیوں نے جب خداوند مسیح کو دیکھا تو وہ بڑے حیران ہوئے کیونکہ جس قسم کے مسیح کا وہ انتظار کر رہے تھے۔ یہ مسیح اس قسم کا نہ تھا۔ یہ مسیح موت اور دُکھ اُٹھانے والا تھا مگر وہ حکمران اور بادشاہی کرنے والے مسیح کے ہی منتظر تھے۔ وہ شش وپنج میں مبتلا تھے کہ کیا دو مسیح ہیں؟ لیکن خداوند مسیح کا مردوں میں سے جی اُٹھنا اس راز سے پردہ اُٹھاتا ہے۔ قادر مطلق کو صلیب پر ہی تاج پہنا دیا گیا ہے۔ لیکن ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ صلیب نہ صرف کفارے کا باعث ہے بلکہ یہ دوسروں کے لئے ایک اچھا نمونہ پیش کرتی ہے۔ مسیح مصلوب تو وہی ہو سکتا ہے جو اپنے شاگردوں کو بھی مصلوب کر دے۔ کُنبہ کے رُکن اعلیٰ اور دوسرے افراد میں ہم آہنگی ہونی چاہیے۔ خُدا نہ کرے کہ ہم تصلیب کے ریلے سے بچ جائیں اور پھر بھی صلیبی دُکھوں میں حصہ نہ لیں۔ شاگرد اُستاد سے بڑا نہیں ہوتا۔ اُسے خداوند مسیح کی طرح دُکھ اُٹھانا چاہیے۔

بشپ پیرسن نے ایک مرتبہ مسیحیت کا الہٰی چشمہ ثابت کرنے کے لئے یہ بتایا کہ اس کے عقائد ایسے ہیں کہ وہ عوام الناس کی تفہیم (عقل وفہم) سے بالا ہیں۔ مثلاً

۱۔ مسیحیت تمام دوسرے مذاہب کو رد کرتی ہے

۲۔ مسیحیت آدمیوں کو ایسے کام سکھاتی ہے جو جسم کے خلاف ہیں۔ مثلاً مسیحیت دُشمنوں سے محبت کرنے اور صلیب اُٹھانے کا حکم دیتی ہے۔

۳۔ مسیحیت ناقابل یقین وعدے کرتی ہے۔ یہ وعدے اس زندگی کے بعد ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ ان وعدوں کی بنیاد مسیح کے مردوں میں سے جی اُٹھنے پر ہے۔

۴۔ فتح کے حصول کے لئے ایمان کی مہر لگائی ہے اور اذیتوں کا وعدہ کرتی ہے۔

یہ دلیل بڑی معقول ہے تاہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مسیحی مذہب محض ان باتوں کی وجہ سے ہی کامیاب ہوا۔ خُداوند مسیح کی صلیب میں ہی خدا کی قدرت اور حکمت کا ظہور ہے۔ مسیحی ایمان اور مسیحی زندگی کے اصُولوں کا مظاہرہ صلیب پر ہوا۔ مسیح کی صلیب میں (اور ہماری صلیب میں

بھی)اس دُنیا کی تمام ظاہری خوبصورتیاں بے معنی ہو جاتی ہے اور صرف خدا ہی ہمارے ساتھ رہ جاتا ہے۔ دُنیا کی خوشیاں وقتی ہیں۔ایک مسیحی زمانہ حال سے دست بردار ہو کر تھوڑی دیر کے لئے دُکھوں کو برداشت کرتا ہے۔

۱۰۰ء کے ایک بُت پرست لوسین ساموسٹا نے کہا ہے

"ابھی تک مسیحی اُس عظیم انسان کی پرستش کرتے ہیں جو مصلوب ہوا تھا۔یہ بدنصیب لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ کبھی نہیں مریں گے۔اور ابد تک زندہ رہیں گے یہی وجہ ہے کہ وہ موت کی پرواہ نہیں کرتے۔اور بہت سے مسیحی موت کو بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں"۔

اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ بُت پرست اقوام صلیب سے بہت ہی ڈرتی تھیں۔ صلیب نے انسانوں کو کچھ اس طرح سے مسخر کیا کہ وہ خوشی خوشی اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ یہ مقدس لوگ آسمان کے ایسے آزاد شہری بن گئے کہ وہ اپنے زمانہ کی گندی سوسائٹی کی رسومات میں گرفتار نہ ہوئے۔ یہ لوگ جنہیں رومی شہنشاہ "تیسرے درجے کی نسل" کہا کرتے تھے۔ داناؤں کے لئے حیرانی کا باعث بن گئے۔اُنہوں نے ذلت اور رسوائی کا جامہ زیب تن کیا۔انہوں نے اپنے زمانہ کے مصائب کو درخور اعتنانہ سمجھا اور ابدی زندگی بسر کی۔بت پرستوں کے نزدیک صلیب کی شریعت اپنی نظر نہ آنے والی طاقتوں کے باوجود ایک خوفناک بلا اور ایک لاعلاج وبا تھی۔جب کبھی کسی سادہ لوح پر صلیب کا اثر ہوتا تھا۔تو وہ کسی بھی مصیبت کی پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔اُس زمانہ میں شاگردوں کے نام سے لوگ مصلوب کو جانتے تھے۔وہ صلیب سے ہمکنار ہوتے تھے۔کیونکہ اُنہیں یقین تھا کہ وہ زندگی کا تاج حاصل کریں گے۔انہوں نے موت کا راستہ اختیار کیا کیونکہ یہ زندگی کی شاہراہ ہے۔ایک مرتبہ خداوند مسیح کے ایک شاگرد سے کسی نے پوچھا کہ "تم کیوں موت کے اس قدر دلدادہ ہو"؟اُس شاگرد نے بڑی ٹھاٹھ سے یہ جواب دیا"جناب عالی۔موت کے نہیں بلکہ زندگی کے دلدادہ ہیں"۔

ہم مسیحیوں کے یہ حکم ہے "ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا"(فلپیوں ۲: ۵)۔اُس نے اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی۔ خداوند مسیح اپنی تعلیم کا عمل مجسم ہے۔اُس نے یوں تعلیم دی"جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا۔وہ چھوٹا کیا جائے گا۔اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا۔وہ بڑا کیا جائے گا"۔ خدا وند مسیح نے اپنی زندگی سے ہی اس کی مثال دی۔ خداوند مسیح اپنے جلال کی بلندیوں سے نیچے اُتر آیا۔وہ خُدا تھا لیکن وہ انسان کی صورت میں مجسم ہوا۔ انسان سے اس نے خادم کی صورت اختیار کی۔ زندگی سے اُس نے موت اختیار کی۔ وہ عام موت نہیں مرا بلکہ اس نے بدکاروں کی موت مرنے کو ترجیح دی۔وہ انتہائی گہرائیوں میں اتر گیا۔اس لئے خدا نے اُسے سربلند کیا اور اُسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے۔اُس کی سربلندی کا اندازہ اُس کی ذِلّت سے لگایا جا سکتا ہے۔اُس کی سربلندی حقیقت میں اُس کا انتہائی پستیوں میں گرنا تھا۔اور ہماری بھی یہی حالت ہوگی۔ یہ خوف ناک حقائق ہم پر اس طرح سے قبضہ جمالیں گے کہ ہم معاوضے کے اس اٹل قانون کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لیں گے۔ کیا ہم وہ چیز کاٹیں گے۔ جسے ہم نے نہیں بویا؟ کیا ہم خدا کی بادشاہی میں اُس کے دائیں ہاتھ بیٹھنا چاہتے ہیں؟ خدا ایسی سہل انگاری پڑنے پر رحم فرمائے جسے اپنی عاقبت کی فکر

نہیں ہے۔ خداوند مسیح نے کبھی کسی آدمی کو بلندی خیال کی وجہ سے نہیں جھڑکا تھا۔ "تم بڑی سے بڑی نعمتوں کی آرزو رکھو"۔ ہم تو بس سب سے بڑی نعمت ہی انتخاب کریں گے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔ "خدا کی نعمتیں اُن لوگوں کے لئے ہیں جو اپنی آزمائشوں میں پورے اُترتے۔ اور خدا دوسرے درجے کی نعمتیں انہیں عطا فرماتا ہے۔ جو بڑی نعمتوں کو حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں"۔

جہاں تک پہلے حصے کا تعلق ہے ہم اس سے متفق ہیں لیکن دوسرے حصے سے ہم متفق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ آدمی جو کسی چیز کو ہاتھ میں پکڑ کر اس چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ وہ اُسے لینے سے انکار کرتا ہے۔ لیکن صلیب کے سامنے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ ہمیں انتہائی ذلت کی گہرائیوں میں اُتر جانا چاہیے۔ لیکن یہ بات کسی فریب سے نہیں ہوتی۔ انتخاب کرنا ہمارا کام ہے۔ ہم سب سے بلند چیز کا انتخاب کریں گے۔ اور یہ انتخاب ہمیشہ رضا کارنہ ہوتا ہے۔ ہم اسی صورت میں تاج کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ جب ہم صلیب کا انتخاب کریں۔ اسی لئے کسی آدمی نے کیا خوب کہا ہے۔ "اگر میں صلیب کے نیچے کی خاک کے سوا اس فانی دُنیا کے کسی منصب کے لئے آرزو رکھوں تو ایسی صورت میں میں کلوری کی محبت سے بالکل ناآشنا ہوں"۔

کیا یہ محض کرسمس کے ایام کا ہی جذبہ ہے کہ جلال کا بادشاہ مسیح ایک غریب کنواری مریم کے ہاں پیدا ہوا۔ اور ایک معمولی سرائے میں پیدا ہو کر اس دُنیا میں آیا اور ناصرت میں جسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ شیطان کس طرح ان رازوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے خیال فرمائیے کہ خداوند مسیح نے اپنی ماں کے پیٹ میں پڑنے سے پہلے کنواری مریم کا انتخاب کیا۔ اُسی نے اپنی جائے پیدائش کو چُنا اور اپنی مرضی سے ہی اس مقام پر رہنے لگا ۔ اُس نے ایک خاص مقصد کی خاطر خدا کے جلال کو چھوڑ دیا کہ وہ انسان کے غرور کو ملیامیٹ کر دے۔ وہ جب پیدا ہوا تو جو کچھ وہ تعلیم دینے والا تھا۔ وہ سب کچھ اس میں جسم ہوا۔ ایوب پر افتاد پڑی مگر یہ سب کچھ اُس کی اپنی رضامندی سے نہیں ہوا۔ لیکن خداوند مسیح نے خود دُکھ اُٹھایا۔ اُس نے صلیبی موت گوارا کی۔ کیا وہ بہت سے فرزندوں کو جلالی بنالے گا؟ خدا کے کلام کا بیج زمین میں گرا اور مر گیا۔ آپ غور فرمائیں کہ خدا کس طرح اس کے نیچے اُترے کو اوپر چڑھنے میں بدلتا ہے۔ اور اسی واسطے خدا نے اُسے سربلند کیا اور اُسے وہ نام بخشا جو تمام ناموں سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اُس نے یہ سب کچھ اپنے ابدی جلال کی وجہ سے حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اُسے یہ اس لئے دیا گیا کہ اُس نے اپنے آپ کو خادم بنا دیا۔ مسٹر گریسی نے اس کے متعلق یوں لکھا ہے۔

> **"وہ ایسی زندگی ہے جو زمین کی گہرائیوں میں اُتر گئی اور وہی بلند ترین آسمان پر بھی چھائی ہوئی ہے۔ اس طرح سے اُس نے ہماری گری ہوئی فطرت کو سربلند کیا اور اُسے اپنے ساتھ جلالی تاج پہنا دیا۔ اسی لئے خداوند مسیح کے جلال کا اندازہ اس کی گہرائیوں اور سربلندیوں کے لحاظ سے ہی لگانا چاہیے، کیونکہ اس گہرائی نے سربلندی میں اضافہ کر دیا ہے۔ ہماری انسانیت ابدی تخت تک بلند ہوتی ہے۔ لیکن اُسی تخت کی شان و شوکت کے درمیان ہی حقیقی انسانیت پائی جاتی ہے"۔**

خداوند مسیح ازل سے اس تخت پر جلوہ گر ہے۔ لیکن اب اس کا جلال بیان سے باہر ہے۔ اس کے سامنے ہر اک گھٹنا جھکے گا۔

وہ جو خداوند میں شامل ہیں اس کے ساتھ ایک روح ہیں۔ ایمان دار ساتھیو! سنو۔۔۔۔۔اُس بادشاہ کے ساتھ مل کر ہم خونی رشتہ رکھتے ہوئے بھائی بھائی ہیں۔ وہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہے۔ ہم مسیح کے ہم میراث ہیں۔ وہ آپ سے اور مجھ سے کہتا ہے۔

''میرا اور تمہارا باپ۔ میرا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے''۔

''ہم ازلی اور ابدی خدا کے بیٹے ہیں اور ازلی بیٹے کی دُلہن ہیں۔ ہم خدا کے روح کا مسکن ہیں۔ اسی طرح سے ہم مسیح کے ساتھ ہم میراث ہیں ۔ ہمیں وہ خوشی عطا ہوئی ہے۔ جو بیان سے باہر ہے۔ اس قسم کی خوشی تو فرشتوں کو بھی میسر نہیں ہے۔ جو خدا کے تخت کے قریب ہیں۔ اور اس کے خادم ہیں۔ اس نے میری تمام اُمیدوں کو پورا کیا ہے۔ اس نے مجھے سب کچھ عطا فرما دیا ہے۔ ارواح خبیثہ مجھ سے ڈرتی ہیں کیونکہ میرے دل میں صرف خدا کا ڈر ہے۔ میں خدا کے ساتھ اس کے جلال میں چلتا ہوں۔ کلیسیاء اس کی ملکہ ہے اور وہ شاہی محلوں میں رہتی ہے۔ اے دُنیا کیا کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ میرے دل میں تیری کسی بات کے لئے رشک پیدا ہو''؟ ٹرسٹیجن

جب کیمرج کے سائمن نے ان الفاظ کو پڑھا۔ ''انہوں نے شمعون نام ایک کرینی آدمی کو پا کر اُسے بیگار میں پکڑا کہ اس کی صلیب اُٹھائے''۔ تو اس نے کہا ''اے خداوند! یہ صلیب مجھ پر رکھ دے''۔ اس کے بعد اس نے بڑی خندہ پیشانی سے مصائب کو برداشت کیا۔

ہمارے منجی نے وعدہ کیا تھا۔ ''جو غالب آئے میں اُسے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھاؤں گا۔ جس طرح میں غالب آکر اپنے باپ کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ گیا''۔ یوسف اسی طرح سے غالب آیا تھا۔ اس نے سختیاں برداشت کیں۔ آج ہر ایک شاگرد کو اس قسم کی سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ یوسف پر جھوٹے الزام لگائے گے اور اسے قید میں ڈالا گیا۔ اس نے راست بازی کی خاطر دُکھ اُٹھایا حالانکہ وہ بے قصور تھا۔ پورے تیرہ (۱۳) سال تک وہ قید وبند کی مصیبتیں اُٹھاتا رہا۔ آخر اُن مصائب نے اسے بادشاہ بنا دیا۔ اس نے کہا ''خدا نے مجھے میری مصیبت کے ملک میں پھلدار کیا''۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ یوسف فرعون کے ساتھ تخت پر جلوہ فگن ہے اور وہ اپنے اُن بھائیوں کی غلہ سے امداد کر رہا ہے۔ جنہوں نے اسے بیچ دیا تھا۔ تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں کوئی لالچ نہیں تھا اور خدا نے اسے بے حد طاقت عطا فرمائی۔ خدا اُن لوگوں کو راستبازی کے تاج دیتا ہے جن کا ایسا مزاج تھا جیسا مسیح یسوع کا تھا۔

ہمارے منجی نے فرمایا ''مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے'' (متی ۵:۵)۔ امریکہ کی خانہ جنگی کے ختم ہونے کے تھوڑی دیر پیشتر جنرل ہاورڈ کو ایک دوسرے افسر کی جگہ متعین کیا گیا۔ وہ ایک خاص فوجی ڈویژن کا سالار تھا۔ جنرل شیر مین کمانڈنگ آفیسر تھے۔ واشنگٹن میں وہ ایک فوجی مظاہرہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے جنرل ہاورڈ کو بلا بھیجا، اور اُس سے کہا کہ دوسرے افسر کے چند دوست اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ وہ دوسرا افسر فوجی دستہ کے آگے آگے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے۔ جنرل ہاوڑد نے یہ سن کر جواب دیا ''یہ فوج میری کمان میں ہے۔ میں اپنی جگہ پر ہی رہنے کا مستحق ہوں''۔ جنرل شیر مین نے جواب دیا۔ ''یہ درست ہے کہ یہ فوج آپ کی کمان میں ہے۔ آپ نے جارجیا اور کیرولیناز میں فوج کی کمان کی تھی۔ آپ مسیحی ہیں۔ اور ناامیدی کا مقابلہ کر سکتے ہیں''۔ جنرل ہاورڈ نے جواب دیا۔ ''اگر یہ بات ہے تو اس آفسر کو دستہ کے آگے آگے گھوڑے پر جانے دیجئے''۔ جنرل شیر مین نے جواب دیا۔ ''اس افسر کو یہ اعزاز دو۔ لیکن کل نو بجے آپ میرے پاس آیئے اور میرے پلو بہ پہلو فوج کے آگے آگے سوار

ہو کر چلئے''۔یہی حال اُن مقدسین کا ہے جو اپنے آپ کو حلیم بناتے ہیں۔ خدا کا وعدہ ہے کہ وہ وقت پر انہیں عزت بخشے گا۔ اگر ہمیں ذلت کی گہرائیوں میں اُتر ناپڑے یا ہم اپنی خواہشات کے اعتبار سے مر جائیں یا ہم صلیب سے ہمکنار ہوں اور اس کی یہ صورت ہے کہ ہم اپنی خودی سے انکار کریں۔ دُکھ اُٹھائیں یا ہم پر جھوٹے الزام لگائے جائیں تو ہماری یہ توہین اور بے عزتی ہماری عزت کا باعث ہو گی۔ اگر ہمیں صلیب سے ہمکنار ہونے کی دعوت دی جاتی ہے۔ تو یہ دعوت خداوند مسیح کے ساتھ سلطنت کرنے کی دعوت ہے۔

میرے عزیزو! خداوند مسیح کی آمد نزدیک ہے۔ وہ فرماتا ہے'' دیکھ میں جلد آنے والا ہوں اور ہر ایک کے کام کے موافق دینے کے لئے اجر میرے پاس ہے''(مکاشفہ ۲۲: ۱۲)۔ جو لوگ خداوند مسیح کی آمد کا شوق رکھتے ہیں ان کے لئے راست بازی کے تاج ہیں۔ لیکن کیا ہم پورے دل کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں ''آمین''۔ تیری بادشاہیت آئے۔ اور اپنی دُعا میں یہی کہنا چاہیے کہ ہمیں صلیب بنانے کے لئے ہی لکڑی مل جائے۔ اے خداوند تو گہرائیوں میں اُتر آ۔ تو وہ تاج پہن لے۔ تیرا سر لہولہان ہے۔ اپنے زخمی ہاتھ میں حکومت کا عصا لے۔ اپنے زخمی پاؤں سے تخت پر جلوہ گر ہو۔ بادشاہت تیری ہے۔ ہم اس ساعت (لمحہ، پل، گھڑی) کا انتظار کرتے ہیں۔ جب وہ دیکھے کہ ہم پیدائشی مصلوب ہیں۔ اس وقت وہ یہ دیکھے گا کہ ہم پر خداوند یسوع مسیح کی مہر لگی ہوئی ہے۔

کیا تمہارے جسم پر کوئی زخم کا نشان نہیں ہے ؟ کیا تمہارے پاؤں، ہاتھوں یا تمہارے پہلو میں کوئی زخم کا نشان نہیں ہے ؟

میں اس سرزمین میں تمہارے میٹھے نغمے سن رہا ہوں۔ یہ نغمے خوشی کے ہیں۔ میں یہ سن رہا ہوں کہ لوگ تمہیں بڑی خوشی سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ کیا تمہارے جسم پر کوئی زخم کا نشان نہیں ہے ؟

کیا تمہارے جسم پر کوئی زخم نہیں ہے ؟ لیکن مجھے بھالے سے چھیدا گیا۔ مجھے صلیب پر کھینچا گیا اور حیوانوں نے مجھے نوچ ڈالا۔ میں بے ہوش ہو گیا۔ کیا تمہارے جسم پر کوئی زخم نہیں ہے ؟

کیا تمہارے جسم پر کوئی زخم نہیں ہے ؟ کیا تمہارے جسم پر کسی زخم کا نشان نہیں ہے ؟ ہاں نوکر اپنے آقا کی مانند ہو گا اور وہ پاؤں جو میری پیروی کرتے ہیں چھیدے جائیں گے۔ لیکن تمہارے پاؤں تو بالکل بھلے چنگے ہیں، اور وہ جس کے جسم پر نہ ہی زخم ہیں اور نہ ہی زخموں کے نشان ہیں کیا وہ میرے پیچھے چل سکتا ہے ؟

باب بیست و پنجم

صلیب اور طریقِ کار

میرے ایک دوست راوی ہیں کہ ''ایک مقتدر ریٹائرڈ مشنری ایک علاقے میں بشارت کی خدمت پر مامور تھے۔اس سرزمین میں طریقِ کار یہ تھا کہ بت پرستوں میں تعلیم عام کی جائے اور اس طرح سے انہیں خداوند مسیح کے لئے جیتا جائے۔ابتدائی ایام میں اس بات پر بحث ہوا کرتی تھی کہ کیا مشکلات کے ہوتے ہوئے بھی خوش خبری کی منادی کی جائے یا سکول کھولے جائیں۔اور اس طریقے سے آنے والی نسل کو طلبہ کے ذریعہ سے خداوند مسیح کی خاطر جیتا جائے۔اس طریقہ سے ساری قوم مسیحی بن جائے گی۔ہم نے ملک میں سکول کھولنے کا فیصلہ کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے مقصد میں ناکام ہوئے کیونکہ اس ملک میں بشارت کا کام مقید ہو گیا ہے۔اگر ہم دوسرے فیصلے پر عمل کرتے تو ممکن ہے کہ ہمیں مصیبتیں اُٹھانی پڑتیں۔شاید ہم موت کے گھاٹ اُتارے جاتے۔لیکن اس سے فضا صاف ہو جاتی اور آج اس سرزمین میں بشارت آزاد ہوتی''۔

اس سے یہ حقیقت صاف ہو جاتی ہے کہ ہمارے طریق کار اور پیغام میں صلیب کو مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔یہ بڑی آسان بات ہے کہ ہم اپنے پیغام میں بڑے راسخ الاعتقاد ہیں، لیکن اپنے طریقوں کے ذریعہ ہم صلیب کا انکار کرتے ہیں۔اپنے تصورات میں ہم کسی ہانپتے ہوئے مشنری کے پہلو بہ پہلو کسی ہیرو کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہہ سکتے ہیں'' وہی طریقے کامیاب ہو سکتے ہیں جو خداوند مسیح کے اپنے طریقے ہیں یعنی گندم کے دانے کی طرح زمین میں گر کر مر جانا''۔اور ہم نئے سرے سے دُعا کر سکتے ہیں۔اے خدا ہمیں گندم کے دانے کے مشابہ بنادے۔تاکہ ہم دوسروں کے سامنے خداوند مسیح کو پیش کرتے وقت اور اس کا پیغام سناتے وقت مسیح مصلوب کو لوگوں کے سامنے پیش کریں۔

پولس رسول کرنتھیوں کو لکھتا ہے'' ہم اپنی نہیں بلکہ مسیح یسوع کی منادی کرتے ہیں''۔ مسیح کی منادی کرنے والوں کے سامنے بڑا ہی مشکل کام ہوتا ہے۔اس کی گواہی دینا آسان نہیں ہے۔ایک پُرانے سکاچ دینیات کے عالم نے کہا ہے'' کوئی آدمی بیک وقت مسیح کی اور اپنی منادی نہیں کر سکتا''۔ کوئی آدمی اس قسم کا تاثر نہیں پیدا کر سکتا کہ وہ خود بڑا ہی ہوشیار آدمی ہے اور خداوند مسیح نجات بخشنے میں قادر ہمارا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ ہم لوگوں میں یہ تاثر پیدا کریں کہ مسیح ہم سے پوری پوری وفاداری کا مطالبہ کرتا ہے۔اس لئے ہم ایک مختصر بات کہتے ہیں۔اس قسم کے لوگوں کو زندگی اور موت بہشت اور دوزخ کا سامنا کرنا چاہیے۔ان کا جواب ہاں، ہاں یا نہیں نہیں ہونا چاہیے۔اور یہ جواب ابھی دینا چاہیے۔انہیں گومگو (دھوکا میں رکھنا، پوشیدہ رکھنا) کے عالم میں نہیں رہنا چاہیے۔

ہماری نجات کے بانی نے اپنے شاگردوں کو جب خوش خبری کی منادی کی خاطر بھیجا تو اس نے کہا'' تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤں''۔اور مزید یہ فرمایا'' آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے''۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خوشخبری میں جو قوت موجود تھی۔وہ ختم ہو چکی ہے۔اس کا حل یہ ہے

کہ ہمیں وہ زخمی ہاتھ حکم دے رہا ہے۔ سفیر ہونے کی حیثیت سے ہمیں اپنے اختیار کا علم ہونا چاہیے۔ ہمارے پیغام کا دوسرے لوگوں کے دلوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ ہم سمجھوتے کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ خُداوند مسیح کی روح صرف ان کو مسح کرتی ہے۔ جو بدی کے ساتھ سمجھوتا نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ ایک سپاہی نے یوں کہا ''میں ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو کوئی خاص مراعات حاصل کرنے کی غرض سے بھرتی ہوتے ہیں۔ میدان جنگ میں نڈر سپاہیوں کی ضرورت ہوتی ہے''۔

پولُس رسول کے دل میں منادی کا بے حد شوق تھا۔ اُس نے کہا ''پس ہم خداوند کے خوف کو جان کر آدمیوں کو سمجھاتے ہیں اور خدا پر ہمارا حال ظاہر ہے اور مجھے اُمید ہے کہ تمہارے دلوں پر بھی ظاہر ہوا ہو گا۔ ہم پھر اپنی نیک نامی تم پر نہیں جتاتے بلکہ ہم اپنے سبب سے تم کو فخر کرنے کا موقع دیتے ہیں تا کہ ہم اُن کو جواب دے سکو۔ جو ظاہر پر فخر کرتے ہیں اور باطن پر نہیں۔ اگر ہم بے خود ہیں تو خدا کے واسطے ہیں اور اگر ہوش میں ہیں۔ تو تمہارے واسطے۔ کیونکہ مسیح کی محبت ہم کو مجبور کر دیتی ہے'' (۲۔ کرنتھیوں ۵: ۱۱۔ ۱۴)۔ یہی الٰہی فرمان ہے اور پولُس رسول نے بھی یہی کہا ہے۔ اس کے دل میں خدا کا خوف تھا۔ اس نے آنسو بہا بہا کر مرتے ہوئے لوگوں کو بچانے کی کوشش کی۔ آج ضرورت ہے کہ یہ فرمان خداوندی نئے سرے سے جاری ہو اور اس پر عمل کیا جائے۔ ہماری منادی بڑی پیاری ہے۔ یہ منادی اس نہ ڈرنے والی نسل کے دل کی اوپر والی سطح پر ہی اثر کرتی ہے۔ حضرت نوح کے زمانے کی طرح آج بھی لوگ خوف نہیں کرتے۔ نوح کے دل میں ڈر تھا۔ اسی لئے اس نے اپنے خاندان کو بچانے کی غرض سے کشتی تعمیر کی۔ امریکہ میں دینیات سکول کے سال اوّل کے طلباء کا جائزہ لیا گیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ ساٹھ (۶۰) سے پچھتر (۷۵) فیصدی طلباء خوف کی وجہ سے کام کرتے ہیں۔ دوسرے خوشی، امن اور راحت کی غرض سے کام کرتے ہیں۔ پانچ اور دس فیصدی کے درمیان محبت کی وجہ سے کام کرتے ہیں۔ پچھلے سال ہم نے یہ معلوم کیا کہ سو میں سے ایک لڑکا بھی محبت کی وجہ سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ ساٹھ (۶۰) فیصدی طلبہ خوف کی وجہ سے نجات یافتہ ہوئے تھے۔ وہ لوگ جو روحوں کو بچانا چاہتے ہیں۔ انہیں اس بیسویں صدی کے جذبات سے قوت حاصل کرنے کی بجائے خدا کے کلام سے طاقت حاصل کرنی چاہیے۔

پولُس رسول نے کہا ہے ''محبت کے ساتھ سچائی پر قائم رہ کر اور اس کے ساتھ جو سر ہے یعنی مسیح کے ساتھ پیوستہ ہو کر ہر طرح سے بڑھتے جائیں'' (افسیوں ۴: ۱۵)۔ یہی فرمان الٰہی ہے۔ ہمارا سب سے پہلا فرض یہ نہیں ہے کہ بڑے پیار سے بات کریں بلکہ ہمیں سچ بولنا چاہیے۔ کس طرح سے؟ ہمیں ''محبت کے ساتھ سچائی'' میں قائم رہنا چاہیے۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ ہم اس آیت کی ترتیب کو اُلٹ دیں۔ اس سلسلے میں ہم یہ بات بھول جاتے ہیں۔ کہ ہمیں سب سے پہلے خداوند اپنے خدا سے محبت کرنی چاہیے اور اس کے بعد اپنے پڑوسی سے پیار کرنا چاہیے۔ اگر ہم خدا سے محبت کرتے ہیں۔ تو ہم دوسروں سے سچ بولیں گے، اور دوسرے حکم پر چلتے ہوئے ہم ان سے محبت سے گفتگو کریں گے۔ اپنے پڑوسی سے محبت کر کے ہمیں اپنے خدا کو ناراض نہیں کرنا چاہیے۔

کلیسیاء کی تاریخ کے آغاز میں خدا کے خوف کی وجہ سے مبشروں نے لوگوں کو مسیح مصلوب کی خاطر جیت لیا۔ ان کے دِل میں انسانیت کا درد تھا۔ وہ خُداوند مسیح کے اس وعدے کے معنی جانتے تھے ''چونکہ میں جیتا ہوں تم بھی جیتے رہو گے''۔ وہ جانتے تھے کہ روح کس طرح نازل ہوا تھا۔

ان لوگوں میں خوف کی روح نہ تھی۔ بلکہ قوت، محبت اور نظم وضبط کی روح تھی۔ ان میں قوت کی روح تھی تا کہ وہ بلا خوف سچ بولیں۔ اُن میں محبت کی روح تھی جس نے خوف کو دُور کر دیا۔ وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور رومی سلطنت کی تمام مصیبتوں کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ خداوند مسیح کے ایسے سپاہیوں کو کون تسخیر کر سکتا ہے۔ وہ لوگ مسیح مصلوب کو کس خوبی سے پیش کیا کرتے تھے۔ اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اور اُنہوں نے رومیوں کی سلطنت کو درہم برہم کر دیا۔ اور تاریخ کے دھارے کو تبدیل کر دیا۔

خداوند مسیح کے ان جان باز سپاہیوں کے متعلق ڈاکٹر اے جے گارڈن نے کہا ہے۔ ''خداوند مسیح کے اُن سپاہیوں نے دُنیا کی امداد، حکمرانوں کی سرپرستی اور ان کے ذرائع کے استعمال اور ان کے طریقے استعمال کرنے سے بالکل انکار کر دیا تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس طرح وہ اس دُنیا کے بادشاہ کے ساتھ سمجھوتہ کر لیں''۔ یہ ایسی فوج تھی۔ جو ایسے محاذ پر تھی۔ جو نظر نہیں آتا تھا۔ وہ ان دیکھے سپہ سالار پر ہی اعتماد کرتے تھے۔ اسی وجہ سے تو بت پرست غصے سے بھر جایا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ بت پرست چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح مسیحیوں سے بھی سمجھوتہ ہو جائے اور انہیں اپنے بتوں کو بھی چھوڑنا نہ پڑے۔

لیکن خداوند مسیح کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے سے پیشتر ہمیں اپنا جائزہ لے کر اپنے آپ کو خُدا کے سامنے حلیم بنانا چاہیے تا کہ ہم کسی سمجھوتے اور شکایت کے بغیر صلیب سے ہمکنار (بغل گیر) ہوں اور اپنے نفس کے بت کو بڑی دلیری سے رد کریں۔ ہم اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو میں آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اُنہیں بہت سے دُکھ اُٹھانے پڑیں گے۔ اُنہیں نفس کے طریقوں کو بھولنے کے لئے طرح طرح کی مصیبتوں میں سے گزرنا پڑے گا۔ آپ نے کبھی خیال نہیں کیا کہ آپ وسائل اور ذرائع والی کمیٹیوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ آپ کو بتایا جائے کہ صلیب کی خاطر آپ کو اپنی جان جوکھوں میں ڈالنی پڑے۔ لیکن اس سے پیشتر کہ آپ اپنے خویش واقارب کے سامنے صلیب کو پیش کریں سب سے پہلے آپ کو اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ دینا چاہیے اور جسم پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

لیکن میں اِس معاملہ میں آپ کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا ہی دُکھ ہوتا ہے کہ خدام الدین کو بے حد تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ دونوں طرف پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ سب آدمیوں سے زیادہ مصیبت میں ہیں۔ کسی آدمی نے کہا ہے۔ ہم بڑا دکھ اُٹھاتے ہیں لیکن مسیح کے ساتھ کبھی دُکھ نہیں اُٹھاتے۔ ہم نے بہت کچھ کیا ہے۔ لیکن بہت کم باقی رہے گا۔ ہم نے خداوند مسیح کو معلوم کر لیا ہے لیکن اس کی عظیم موت کی طرف سے اپنے دل کو بند کر دیا ہے۔ وہ اس محبت کا اظہار اپنے شاگردوں سے کرے گا۔ ''ان باتوں سے آپ پر غم اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں''۔ آپ ساؤل کی طرح اپنی سلطنت کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے درحقیقت اس خادم الدین سے زیادہ دُکھ اُٹھایا ہے جو صلیب سے ہمکنار ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ نے اپنی جان کو بچا لیا ہے۔ لیکن آپ نے اِسی دنیا میں اپنی جان کو کھو دیا ہے۔ جسم کی طاقت نہ صرف خدا کے کام کو تباہ کر دیتی ہے بلکہ یہ تمہاری زندگی اور آرام کو بھی برباد کر دیتی ہے۔

ممکن ہے کہ آپ کی مصیبت یہ ہو کہ آپ کو کسی کام کے کرنے کی دُھن ہے۔اور آپ صلیب سے اپنی قوت حاصل نہیں کرتے کیونکہ صلیب ہی کشش اور دل کشی کا باعث ہے۔آپ کے دل میں تمنا ہے کہ آپ اپنے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔آپ نے بڑی شرم ساری سے خداوند مسیح کو استعمال کیا ہے۔لیکن جب آپ جسم کی ان رُکاوٹوں کو دُور کرنا چاہتے ہیں تو آپ خوف سے اپنے ہوش و حواس گم کر دیتے ہیں۔آپ خیال کرتے ہیں کہ آپ پہلے سے بالکل مختلف بن جائیں گے۔لوگ آپ کو دیوانہ اور بے وقوف شمار کریں گے۔آپ کو اپنے پیرش،اپنے سنڈے سکول اور اپنی جماعت کے سامنے شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔آپ یہ خیال کریں کہ آپ کو اپنے رفقائے کار (دوست) اور خدام الدین کی نگاہوں میں ذلیل ہونا پڑے گا۔مجھے معلوم ہے کہ آپ کے ساتھ کس طرح سے ہمدردی کرنی چاہیے۔جب ایک مرتبہ آپ خدا کی آگ کی بھٹی میں بھسم ہو جائیں گے۔تو آپ اس میں سے جب نکلیں گے۔ تو آپ میں مذہب کی کوئی بو نہ ہو گی۔آپ رسومات کے دُھوئیں اور جسمانی غرور میں زندگی نہ گزاریں گے۔ہاں آپ کے چمڑے کی مشکوں میں نئی شراب بھرنا خدا کے لئے مشکل ہو گا۔روحانی جوش سے بھرے رہو۔اپنے دل میں کسی قسم کا خوف نہ رکھو آپ کا ہر ایک کام پُر تاثیر ہو۔آپ عام نہیں خاص ہیں۔ آپ کی یہ نیم دِل اور مسیح کے لئے محبت میں کمی کلیسیاء کے لئے شرم کا باعث ہے۔آپ آسمان کے لئے رنج کا سبب ہیں اور دوزخ کا تختہ مشق ہیں۔اِس قسم کے آدمیوں کو خُدا قبول نہیں کرتا۔وہ فرماتا ہے "میں تجھے اپنے منہ سے نکال پھینکنے کو ہوں"۔

لیکن اگر آپ دل کے مضبوط رہنا چاہتے ہیں۔اور آپ ضدی ہیں تو میں آپ کو پروفیسر ٹی۔سی۔اُپھم کا مشورہ دیتا ہوں۔پروفیسر موصوف ایک صدی پہلے کے مشہور خادم الدین اور عالم دینیات تھے۔

لوگ بات کو سمجھنے میں سست ہیں۔اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ کام کیا جائے۔خدا یہ چاہتا ہے کہ وہ لوگ اس کے بن جائیں لیکن ابھی ان کی نجات کا وقت نہیں آیا۔وہ ابھی تک دُنیا سے محبت کرتے ہیں۔کبھی تو وہ ایک چیز سے محبت کرتے ہیں۔اور کبھی دوسری سے وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ خُدا بھی ان کے حصے میں آئے۔اور خُدا کے علاوہ بھی وہ کسی دوسری چیز کو حاسل کرنا چاہتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں بات یوں ہے کہ وہ خُدا کو اور اپنے بُتوں کو بھی رکھنا چاہتے ہیں۔اور یوں وہ کچھ عرصہ تک اسی حالت میں رہتے ہیں۔وہ بڑے ہی ہٹ دھرم (ضدی) ہوتے ہیں۔لیکن خدا ان سے محبت کرتا ہے۔اور چونکہ وہ مہربانی اور محبت سے کسی بات کو نہیں سیکھتے وہ خوف سے ضرور سیکھیں گے۔خدا اور روح کی تلوار ان تمام بندھنوں کو کاٹ دیتی ہے۔جنہوں نے اُنہیں دُنیا سے جکڑ رکھا ہے۔اس تلوار کے سامنے تمام دولت، صحت اور خویش و اقارب ختم ہو جاتے ہیں۔اُمید اور خوشی کا وہ تانا بانا جہاں جسم کی محبت پروان چڑھتی تھی۔اور غرور نے اپنے جال پھیلا رکھے تھے۔وہ پیوند زمین ہو جاتا ہے۔اُنہیں اندر اور باہر سے فنا کر دیا جاتا ہے۔اُنہیں آگ سے جلا دیا جاتا ہے۔وہ غرق آب ہو جاتے ہیں۔ان کا چمڑا اُدھیڑ دیا جاتا ہے۔اُنہیں سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔انہیں یہ خوفناک بپتسمہ دیا جاتا ہے۔اور وہ اس بپتسمہ میں معلوم کرتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں خُدا اور دُنیا کی محبت اور عبادت میں کیا فرق ہے۔اور اُنہیں معلوم ہو جاتا ہے۔کہ خُدا سچا اور عادل بادشاہ ہے۔

اسی وجہ سے خدا رُوحانی رہنماؤں کو مصیبت کی خوفناک آگ کے ذریعہ چُنتا ہے۔اس قسم کے روحانی رہنما انسان افرادی یا مجموعی طور سے نہیں بنا سکتا۔اُنہیں نہ ہی کونسلیں نہ ہی سنڈے نہ ہی سکول بنا سکتے ہیں۔انہیں صرف خُدا بنا سکتا ہے۔اس عمل کا اطلاق مساوی طور سے گرجے میں حاضر ہونے

والوں پر ہوتا ہے۔ خُدا کو معلوم ہے کہ ہم سب کو سچائی کی فتح کے لئے روحانی رہنما بننا چاہیے۔ ہم سادہ لوح، سر گرم، قلبی طور سے بھوکی روحوں کی درخواست کرتے ہیں۔

سپاہیوں کی طرح روحانی آزادی حاصل کرو۔ محاصرہ یا جنگ کے وقت فتح حاصل کرو۔ اپنے دل میں ایمان رکھو کہ روح کی قوت تمہیں حاصل ہو گی۔ بیٹھ کر ذرا اس کی قیمت کا جائزہ لو۔ یقین رکھو کہ تم اپنی زندگی میں صلیب کا تیز دھارا محسوس کرو گے۔ اور یہی چیز وہ لوگ بھی محسوس کریں گے۔ جن کے سامنے تم گواہی دو گے۔ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ زمانہ حال میں اس بات کی زبردست کمی ہے کہ اس زبردست آزادی کا مظاہرہ بوسیلہ باطنی تصلیب ہو جس سے ہمیں پاک طور سے بے فکری ہو جائے۔ نفسانی خواہشات اور غیر سنجیدہ حرکات ہیں۔ یہ چیزیں تو کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اور اسی طرح سے ہم بغیر روکاوٹ کے ہر چھوٹے بڑے کے سامنے گواہی دینے کے قابل ہو جائیں گے۔ جب کاہن اور ہیکل کے سردار مسیحی کلیسیا کی ایذار سانی کے پہلے دور میں مسیحی کلیسیا کے خلاف متحد ہوئے، تو وہ یُوحنا اور پطرس کی دلیری دیکھ کر حیران ہوگئے (اعمال ۴ باب)۔ اب روحانی دلیری یہ ہے کہ ہم بلا خوف و خطر اس کی منادی کریں۔ جہاں خدا کا روح ہے۔ وہاں آزادی بھی ہے۔ ان ماہی گیروں کے نزدیک صلیب ایک زندگی بخش حقیقت تھی۔ وہ ماہی گیر خداوند مسیح کے مشابہ ہوئے۔ وہ اس کے ساتھ مصلوب ہو کر آزاد ہوئے۔ وہ آزادی سے بلا جھجک بات کر سکتے تھے۔ سردار کاہنوں اور فقیہان قوم کو چلانے دو۔ مسیح کے غلام آزاد تھے۔ وہ رُوئے زمین پر نہ کسی انسان سے ڈرے اور نہ کسی کی خوشامد کی۔ شروع شروع میں کلیسیاء پراگندہ ہوئی لیکن اُنہوں نے دُعا کرنا نہ چھوڑا۔ اُنہوں نے نہ ہی اُن ریاکاروں کی دِل کی تبدیلی کی دُعا کی اور نہ ہی یہ دُعا کی کہ اُنہیں احتیاط سے بولنے کی توفیق ہو۔ ان شاگردوں نے اپنے لئے کسی چیز کی التجا نہ کی۔ انہوں نے یہ التجا کی کہ انہیں قوت میسر ہو جائے جس سے وہ دلیری کے ساتھ دوسروں کے سامنے خداوند مسیح کو پیش کر سکیں۔ اور یوں اُنہوں نے اپنی جانیں خطرے میں ڈالیں۔ اور خُدا کی دلیری اور خلوص سے اتنا خوش ہوا کہ وہ گھر جس میں وہ جمع تھے ہل گیا۔ یہ لوگ اپنی جان بچانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ کسی چیز کی حفاظت نہیں کرتے تھے۔ مسیح کلیسیا کا زندہ سر تھا۔ وہ بڑی کمزوری کی حالت میں مر گیا تھا۔ اور شاگرد بھی اس سے کے ساتھ مر گئے تھے۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوتا وہ آدمیوں کا کہا ماننے کی نسبت خُدا کا حکم بجالانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اُن کو کامیابی اور ناکامی کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ یہودی طاقت سے ٹکر لینے سے نہیں ڈرتے تھے۔ اُنہوں نے خُدا کی مرضی پر سب کچھ ڈال رکھا تھا۔ اور جب اُنہوں نے مسیح یسوع کے خُداوند ہونے کی منادی کی تو ان کے دِل پر چوٹ لگی۔ کیونکہ صلیب کا پیغام ایسا تھا۔ جیسے دو دھاری تلوار ہوتی ہے۔ وہ تلوار بڑی تیز تھی۔ اور اس تلوار کا زخم بڑا ہی کاری تھا۔ یہ تلوار گناہ کے اعتبار سے موت تھی اور وہ لوگ جو گناہ کی وجہ سے ماتم کرتے تھے ان کے لئے زندگی تھی۔ اس نے سینوں میں ایک آگ لگا دی اور لڑائی کا خاتمہ کر دیا۔ دلوں میں جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی اور پھر امن وامان ہو گیا۔

نسل جو جسم پر فخر کرتی اور حکومت کی پجاری ہے۔ ان کے لئے خدا کا ہتھیار ظاہری طور سے شخصی بے وقوفی ہے۔ لیکن "خُدا کی بے وقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے۔ اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے"۔ پولس رسول کہتا ہے خُدا نے دُنیا کے بے وقوفوں کو چُن لیا کہ حکیموں کو شرمندہ کرے اور خدا نے دُنیا کے کمزور کو چن لیا کہ زور آوروں کو شرمندہ کرے اور خُدا نے دُنیا کے کمینوں اور حقیروں کو بلکہ بے

وجودوں کو چُن لیا کہ موجودوں کو نیست کرے تا کہ کوئی بشر خدا کے سامنے فخر نہ کرے"(۱۔کرنتھیوں ۱:۲۷۔۲۹)۔ مسٹر چارلس فاکس آن چیزوں کو"خدا کی صف بستہ فوج جو انسانی کمزوریوں کو کم کرتی ہے" کے الفاظ سے موسوم کرتا ہے۔اس فوج میں وہی لوگ بھرتی ہو سکتے ہیں:۔

جو اتنے بے وقوف ہیں کہ خُدا پر حکمت کے لئے بھروسہ کرتے ہیں۔

جو اتنے کمزور ہیں کہ خُدا کی طاقت ہی سے طاقت ور ہو سکتے ہیں۔

جو اتنے پست ہیں کہ انہیں خُدا کی عزت کے سوا کسی اور عزت کی ضرورت نہیں۔

جو اتنے حقیر ہیں کہ اس کے پاؤں کے پاس خاک میں بیٹھ سکتے ہیں۔

جو اتنے بے وقوف ہیں کہ خُدا ہی ان کے لئے سب کچھ ہے۔

یہ چیز خُدا کے لوگوں کے لئے دل جوئی (تسلی) کا باعث ہے ہمارا شمار ان غریبوں میں ہوتا ہے۔ جنہیں کلام کی خوش خبری سنائی جاتی ہے۔ پوُلس رسول کہتا ہے"اے بھائیو! اپنے بُلائے جانے پر تو نگاہ کرو کہ جسم کے لحاظ سے بہت سے حکیم بہت سے اختیار والے بہت سے اشراف نہیں بلائے گئے"۔ خُدا کمینوں حقیروں اور بے وجودوں کو چنتا ہے۔اس لئے ہمیں یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ اپنی غربت، بے وقوفی اور نااہلی کو حقیر نہ سمجھیں۔اگرچہ یہ روکاوٹیں ہیں لیکن خُدا ان روکاوٹوں کو ہی چنتا ہے۔آیئے ہم اس موقع سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنے بے وجود ہونے کو خُدا کو پوشیدہ طاقت کے سامنے سرنگوں کردیں۔ بائبل مقدس ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔جب بہت چھوٹے اسباب سے بھی بہت بڑے بڑے کام ہوئے ہیں۔خدا کی حقیر مخلوق جوئیں، مکڑیاں اور مکھیاں تھیں۔اُنھوں نے مصر میں تباہی مچادی۔اُس ننھی دوشیزہ کا خیال کرو۔ جس نے شاہ ارام کے لشکر کے سپہ سالار نعمان کو صحت کی خوش خبری سنائی۔ایک لڑکا جو ایک گوپھیا اور ایک پتھر سے مسلح تھا اپنی قوم کو آزاد کرانے کا باعث ہوا۔ بادل کا ایک ننھا سا ٹکڑا جو آدمی کے ہاتھ کے برابر تھا بڑی بارش کا سبب بنا۔ یریحو کی دیوار ایمان کے نعروں اور نرسنگے کی آواز سے ٹوٹ گئی۔ خدائے مجسم ایک ننھے بچے کی صورت میں دُنیا میں آیا۔اُس میں خُدا کی تمام قدرت اور حکمت تھی۔ پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ سیر ہوگئی۔ جدعون کے تین سو(۳۰۰)آدمی جو نرسنگوں، مشعلوں اور گھڑوں سے مسلح تھے۔۱۳۵۰۰۰ آدمیوں کی فوج پر غالب آئے اور یہ اسی لئے ہے"تاکہ کوئی بشر خدا کے سامنے فخر نہ کرے"۔

خُدا کی مشعلوں کے لئے گھڑے ہیں۔ سنئے نعروں کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ وہ گھڑے خوبصورت تو نہیں ہیں لیکن خُدا کے یہ برتن ٹوٹنے کو تیار رہتے ہیں۔اور وہ روشن کلام کو اُٹھانے کے قابل ہیں۔

مارٹن لوتھر اُن ٹوٹے ہوئے برتنوں میں سے ایک تھا جو روشن کلام کو اُٹھانے کے قابل تھے۔اس نے یہ معلوم کیا کہ خدا کی وہ طاقت جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔"صلیب کے کلام میں پوشیدہ ہے"۔اس نے بلا خوف سچائی کا اعلان کیا جس سے روما کے نخوت پسند مذہب کے علما اور سردار گھبرا گئے۔اس نے آزادی اور زندگی کی ایک نئی جوت لگائی جس سے آج تک ہر ایک پوپ لرزاں و ترساں ہے۔ لیکن اس حقیر راہب نے خدا کی فتح کے

متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سن لیجئے ''میرا مقصد تو بلند تھا ہی لیکن اس کے دوسرے درجے پر میری حقیر شہرت اور ننگ و ناموس تھا جس نے پوپ کے وقار کو کاری ضرب لگائی کیونکہ پوپ کا خیال تھا۔ یہ ایک حقیر راہب ہے۔ وہ میرے خلاف کیا کر سکتا ہے''؟

اس بات کے اختتام پر میں ہر ایک خادم الدین، مشنری، سنڈے سکول کے استاد، خُداوند مسیح کے ہر ایک گواہ اور ہر اس آدمی سے جو خُداوند مسیح کا گواہ بھی نہیں ہے۔ اپیل کرتا ہوں کہ آیئے ہم اپنے آپ کو از سر نو صلیب کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق کر دیں اور بے وجود وں، اور بے یار و مددگار لوگوں کو قبول کریں یہاں تک کہ اس بُت پرست اور بے یقینی کی دُنیا میں اُن کے وسیلے خُدا کے لئے ایک زبردست فوج بنا دیں۔

تمام شُد